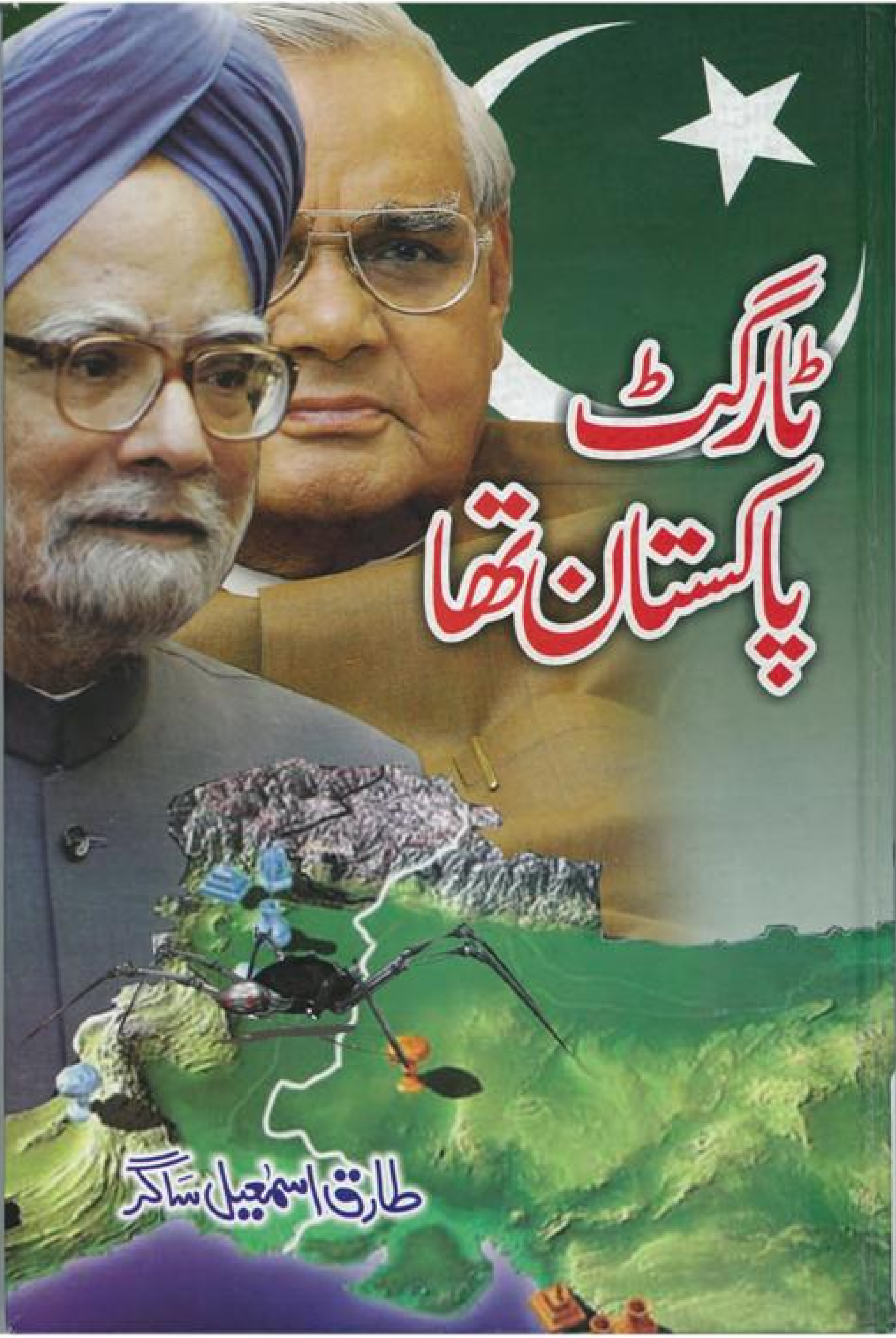
ٹارگٹ
پاکستان تھا
طارق اسمٰعیل ساگر

ٹارگٹ پاکستان تھا

طارق اسماعیل ساگر

سیونتھ سکائی پبلی کیشنز
غزنی سٹریٹ، الحمد مارکیٹ، 40-اردو بازار، لاہور فون: 7223584

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب	....	ٹارگٹ پاکستان تھا
مصنف	....	طارق اسمٰعیل ساگر
ناشر	....	مسعود مفتی۔یاسر
مطبع	....	زاہدہ نوید پرنٹرز، لاہور
سنِ اشاعت	....	اگست 2006ء
قیمت	....	-/180 روپے

اس کتاب کے کسی بھی حصے کی اشاعت، ترجمہ یا ذرائع ابلاغ کے لیے کسی بھی صورت میں استعمال کی سخت ممانعت ہے کتاب سے متعلق تبصرہ یا حوالہ کے لیے مصنف کی اجازت ضروری ہے۔ بصورت دیگر غیر قانونی حرکت کے مرتکب فرد یا ادارے کے خلاف قانونی چارہ جوئی کا حق محفوظ ہے۔

☆......ملنے کا پتہ......☆

سیونتھ سکائی پبلی کیشنز

غزنی سٹریٹ الحمد مارکیٹ 40۔اردو بازار، لاہور

فون: 7223584، موبائل 0300-4125230

علم وعرفان پبلشرز

34-اردو بازار، لاہور فون: 042-7352332-7232336

عرضِ مصنف

میری یہ کتاب ادارہ سیونتھ سکائی پبلی کیشنز سے شائع ہو رہی ہے جس کے بعد اُمید ہے کہ آپ کی وہ شکایات جو آپ میری کتابوں کے لئے استعمال ہونے والے کاغذ، جز بندی اور پروف ریڈنگ سے متعلق کیا کرتے ہیں جس طرح یہ قاری کی خواہش ہوتی ہے کہ کتاب معنوی ہی نہیں، صوری طور پر بھی خوبصورت دکھائی دے۔ مصنف بھی یہی چاہتا ہے کہ اس کی تخلیق جب پیکر میں ڈھلے تو اتنی ہی خوبصورت دکھائی دے جیسا کہ اس نے سوچا اور لکھا۔

ہمارے ہاں بدقسمتی سے حکومت کی ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ قاری اور کتاب کا رشتہ ختم ہو جائے اس کے لئے بہترین ہتھیار کاغذ کی گرانی ہے جسے ہر حکومت نے کلہاڑے کی طرح استعمال کیا ہے۔ دنیا کے جاہل ترین معاشروں میں بھی کتاب کے لئے استعمال ہونے والے کاغذ پر حکومتیں رعایت دیتی ہیں ہمارے ہاں اُلٹی گنگا بہتی ہے اور زمانے بھر کے ٹیکس کاغذ پر تھوپ کر اُسے اتنا مہنگا اور نایاب کر دیا جاتا ہے کہ خدا کی پناہ۔

ان حالات میں جو پبلشرز کتاب خوبصورت انداز میں آپ تک پہنچاتے ہیں بلاشبہ وہ مبارکباد کے مستحق ہیں۔ سیونتھ سکائی پبلی کیشنز بھی ان میں شامل ہے میری تمام پرانی کتابیں اسی ادارے سے ملیں گی اور جلد ہی انشاءاللہ نئی کتابیں بھی۔

آپ سے درخواست ہے کہ میری کتابیں طلب کرتے ہوئے ادارہ سیونتھ سکائی پبلی کیشنز کا نام ضرور دیکھ لیا کریں تا کہ آپ تک معیاری کتاب پہنچے۔

طارق اسمٰعیل ساگر

Scanned by iqbalmt

تھرڈ ایجنسی

یہ ایک سپر انٹیلی جنس ایجنسی کی کہانی ہے۔ بھارتی حکومت کی خفیہ فائلوں میں اس کو ''تھرڈ ایجنسی'' کا کوڈ نام دیا گیا ہے۔ اس ایجنسی کا نصب العین تھا ''بھارتی وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی کی مکمل وفاداری'' خواہ اس کے لئے بھارتی آئین ہی کی دھجیاں کیوں نہ بکھیرنی پڑیں۔ اسی ایجنسی کے ذرائع لامحدود اور اس کا کرتا دھرتا ''را'' کا سابقہ ڈائریکٹر جنرل آراین کاؤ تھا۔ تھرڈ ایجنسی کا آپریشنل ایریا پنجاب، مقبوضہ کشمیر، راجستھان، آندھرا پردیش، کرناٹک اور سری لنکا کے علاوہ ہر وہ غیر ملک تھا جہاں سکھ آباد ہیں۔ مشرقی پنجاب میں جب سکھوں کی شورش میں اضافہ ہوا اور سنت جرنیل سنگھ بھنڈرانوالہ اور اس کے ساتھیوں نے بھارتی پولیس اور پیراملٹری فورسز کو تگنی کا ناچ نچانا شروع کیا تو نہرو کی بیٹی اور بھارت کی کالی ماتا سابقہ مسز اندرا گاندھی کو فوراً یہ خیال آیا کہ

کیوں نہ اس صورت حال کو اپنے حق میں استعمال کیا جائے۔

جب اس نے یہ تجویز اپنے سکیورٹی ایڈوائزر اور ''را'' کے ڈائریکٹر آراین کاؤ کے سامنے رکھی تو اس کے شیطانی ذہن نے فوراً ایک منصوبہ تیار کر کے مسز اندرا گاندھی کے سامنے رکھ دیا۔ اس منصوبے کی تفصیلات کا علم شاید دنیا کو کبھی نہ ہو پاتا اور مسز اندرا گاندھی کی موت کے ساتھ یہ کہانی بھی دفن ہو کر رہ جاتی اگر ایجنسی کے ایک باغی آفیسر کا رابطہ بھارت کے صف اول کے انگریزی ہفت روزہ ''سوریہ'' سے نہ ہوتا۔ اس آفیسر نے جو بعد کی اطلاعات کے مطابق پراسرار حالت میں مارا گیا۔ سوریہ کے رپورٹر کو ستمبر 1984ء میں تھرڈ ایجنسی کی گھناؤنی وارداتوں سے آگاہ کیا اور پہلی مرتبہ دنیا کے علم میں یہ بات آئی کہ ہندو سامراج اپنی ہوس اقتدار میں کہاں تک جا سکتا ہے اور انسانیت کی سطح سے کتنا نیچے آ سکتا ہے۔

آراین کاؤ نے مسز اندرا گاندھی کے سامنے ''را'' اور ''آئی بی'' کے خصوصی افسران کی جو ایک طرح سے بھارتی وزیر اعظم کے ذاتی غلاموں کے درجہ رکھتے تھے، فہرست پیش کی اور بتایا کہ اس شیطانی ٹولے کی مدد سے ایک خصوصی انٹیلی جنس یونٹ تیار کیا جائے جو اپنے اعمال کے لئے صرف بھارتی وزیر

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

اعظم کو جوابدہ ہوگا اور جس کے احکامات پر بھارت کی دیگر انٹیلی جنس ایجنسیوں کو آنکھیں بند کر کے عمل پیرا ہونا ہوگا۔

اس انٹیلی جنس یونٹ کو ''تھرڈ ایجنسی'' کا کوڈ نام دیا گیا۔ اس کے مقاصد میں ایسے جائز اور ناجائز اقدامات تھے جن کی مدد سے مسز اندرا گاندھی کی بادشاہت ہمیشہ کے لئے قائم رکھی جا سکتی تھی۔ تھرڈ ایجنسی کے افسران کو لامحدود اختیارات اور سرمایہ فراہم کیا گیا اور اس کے خفیہ دفاتر کا جال بھارت اور غیر ممالک میں پھیلا دیا گیا۔ چونکہ آر این کاؤ سکیورٹی ایڈوائزر بھی خود ہی تھا اسلئے آئینی اور قانونی طور پر بھی انٹیلی جنس معاملات کے لئے وہی حکومت اور وزیر اعظم کو جوابدہ تھا۔ یوں تو اس ایجنسی نے بہت سے ''کارہائے نمایاں'' انجام دیئے ہیں۔ لیکن پنجاب میں ان کا رول خصوصی اہمیت کا حامل تھا۔

تھرڈ ایجنسی والوں کو سب سے پہلے یہ مشن سونپا گیا کہ وہ پنجاب میں سرگرم عمل سکھ دہشت گردوں کی ہر ممکن معاونت کریں، خصوصاً سکھوں کے کھاتے میں خود بھی ہندوؤں کے قتل کی وارداتیں ڈالتے رہیں۔ تھرڈ ایجنسی کے ہونہار افسران نے سب سے پہلے پیشہ ور ہندو بدمعاشوں کی خدمات حاصل کیں اور جیلوں سے فرار کروا کر پنجاب میں اپنے ہی بھائی بندوں کے قتل عام پر مامور کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی ایجنسی نے ''دربار صاحب'' میں موجود سکھ حریت پسندوں کو اسلحے کی سپلائی شروع کر دی۔

تھرڈ ایجنسی نے پس پردہ رہ کر صرف پنجاب میں 47 ریلوے اسٹیشنوں کو نذر آتش کروایا اس کے تربیت یافتہ ایجنٹ سکھوں کے احتجاجی جلوسوں میں سکھوں کے بھیس میں داخل ہو جاتے اور موقعہ ملتے ہی ایسی فضا پیدا کر دیتے کہ پولیس اور سکھوں میں ٹھن جاتی اور دونوں طرف سے فائرنگ شروع ہو جاتی۔ اس طرح ان کا اصل مقصد یہ تھا کہ پنجاب میں فضا اتنی مسموم کر دی جائے کہ یہاں مرکزی حکومت کو فوج داخل کرنے اور صوبائی حکومت کو ختم کرنے کا جواز مل سکے، کیونکہ اس نام نہاد جمہوری ملک میں کسی بھی صوبائی حکومت کے اختیارات سلب کرنے کے لئے معمولی بہانہ کام نہیں آتا جب تک امن و امان کی حالت اتنی خراب نہ ہو جائے کہ وہاں مرکزی حکومت کا عمل دخل ضروری خیال کیا جانے لگے۔

اس مشن میں جو افسران خصوصی خدمات انجام دے رہے تھے انہیں صورت حال کو اس نہج تک پہنچانے میں ان کی ''پیشہ وارانہ خدمات'' کے اعتراف میں پولیس میڈلز، نقد انعامات اور تعریفی اسناد سے ہی نہیں نوازا گیا بلکہ ان میں سے بیشتر کا بطور انعام تبادلہ غیر ممالک میں بھی کر دیا گیا۔

سکھوں کے مقدس ترین مقام دربار صاحب میں اکال تخت کو مسمار کر دیا گیا۔ شر پسندوں پر قابو پانے کی آڑ میں سکھوں کے اتہاس کی اینٹ سے اینٹ بجا دی گئی اور ٹینکوں اور توپ خانے سے ان کی تاریخی اور مذہبی نوعیت کی عمارات کو تباہ اور دستاویزات کو راکھ کے ڈھیر میں بدل دیا گیا۔ سارے پنجاب میں سکھوں کے اہم ترین گوردواروں کے تقدس کو جن کی تعداد 172 تھی، بھارتی فوج نے اپنے بوٹوں سے پامال کر دیا۔ پھر وہ دور بھی آیا جب اکال تخت کی مرمت کر دی گئی۔ بھگوڑے سکھ فوجیوں کو خصوصی عدالتوں سے سزائیں سنائی جانے لگیں۔ اس راز پر پردہ ہی پڑا رہتا اگر ''را'' کے باغی افسران کا ایک گروپ ''سوریہ'' سے رابطہ نہ کرتا۔

ان افسران اور انٹیلی جنس کے خصوصی ذرائع کے ان انکشافات نے تو دنیا کو چونکا دیا کہ سنت بھنڈرانوالہ کے عروج سے دربار صاحب پر بھارتی بھارتی فوج کے حملے تک کا سارا ڈرامہ پہلے ہی سے تیار کردہ تھا اور اس کے کرداروں کو بالکل لاعلم رکھ کر یہ سارا کھیل اپنے انجام کو پہنچا دیا گیا۔ اس گھناؤنے کھیل کو لکھا تھا کہ کانگریس آئی نے اس کو سٹیج کر دیا۔ بھارتی وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی نے اپنی نگرانی میں، اپنی مرضی کے مطابق اپنے لئے پہلے سے متعین کردہ اہداف کے حصول تک بھارت کی کالی ماتا نے یہ ڈرامہ رچائے رکھا۔

ان ذرائع کے مطابق یہ سارا آپریشن بڑی چالاکی اور سوجھ بوجھ سے ''را'' اور ''آئی بی'' کے افسران کو بالکل لاعلم رکھ کر لیکن ان کی مدد سے مکمل کیا گیا۔ استعمال ہونے والے انٹیلی جنس افسران کو یہ علم ہی نہ ہو سکا کہ ان کے ساتھ کیا ہوتا رہا۔ افسران کے مطابق مسز اندرا گاندھی کے اس شیطانی ٹولے نے اپنی من مانیوں کے لئے ''را'' اور ''آئی بی'' کو بطور ڈھال استعمال کیا۔ ان کے لئے آج تک ایک گمنام اور ناشنیدہ جاسوسی تنظیم نے انہیں گدھوں کی طرح استعمال کیا اور ایک ایک کر کے فلم کے سارے مناظر کامیابی سے فلمالئے۔ اسی سپر انٹیلی جنس ایجنسی نے جس کا کوڈ نام ''تھرڈ ایجنسی'' تھا پنجاب کا سارا آپریشن پلان تیار کیا اور اس پر عمل کروالیا۔

تھرڈ ایجنسی کے تین اہم مقاصد تھے۔

۱۔ ہندو ووٹر جو کانگریس کی پالیسیوں سے نہرو خاندان سے بدگمانی کا اظہار کرنے لگا تھا دوبارہ کانگریس کی جھولی میں آن گرے۔ اس کے لئے ضروری تھا کہ سکھوں کے ہاتھوں ہندو کا ناطقہ بند کروا کر ان کے مذہبی جذبات کو اپنے حق میں کامیابی سے استعمال کیا جائے۔

اپوزیشن کی کشتی کو اس طرح ہوا کے مخالف رخ پر ڈال دیا جائے کہ وہ مرکزی حکومت پر الزام تراشیاں کرنے اور اسے پنجاب کی بگڑتی ہوئی حالت کا ذمہ دار گرداننے کی بجائے خود

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

مرکزی حکومت کے سامنے گڑگڑا کر التجا کرے کہ وہ پنجاب میں سکھوں کی دہشت گردی کو کنٹرول کرنے کے لئے فوج روانہ کرے۔ اسطرح دربار صاحب پر حملے کا جواز اپوزیشن کی طرف سے حکومت کو فراہم کردایا جائے۔

۳۔ آئی بی کے نا اہل افسران اور ''را'' کی شیخیاں زیادہ بگھارنے والی اور کام کم کرنے والی قیادت کو لگام ڈالنے کے لئے ''تھرڈ ایجنسی'' کے ذریعے کارہائے نمایاں انجام دیئے جائیں تاکہ دونوں انٹیلی جنس ایجنسیاں نفسیاتی طور پر ''تھرڈ ایجنسی'' کے مقابلے میں خود کو کمتر خیال کرتے ہوئے اپنی استعداد کار کو بڑھائیں۔

سینئر انٹیلی جنس افسران جنہوں نے اس گھناؤنی سازش کا پردہ چاک کیا، تین ایسے جواز فراہم کرتے ہیں جن کی بنا پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ پنجاب کا سارا آپریشن مرکزی حکومت اور اس کے انٹیلی جنس نیٹ ورک کا تیار کردہ تھا۔

ا۔ تمام انٹیلی جنس افسران جن کا تعلّق ''را'' اور بھارت کی دوسری سیکورٹی ایجنسیوں سے تھا، انہیں پنجاب میں سکھوں کی جماعت اکالی دل کے ایجی ٹیشن کے شروع ہوتے ہی مختلف حیلوں بہانوں سے پنجاب، راجستھان اور جموں کشمیر سیکٹر سے تبدیل کردیا گیا۔ کچھ کو پولیس میں واپس جانا پڑا، کچھ دوسرے صوبوں کو سدھار گئے اور کچھ ایسے خوش نصیب بھی تھے جنہیں غیر ممالک میں بھارتی مشنوں میں تعینات کردیا گیا یعنی اپنی مرضی کا انٹیلی جنس ورک نئے سرے سے قائم کردیا گیا۔

۲۔ دربار صاحب سے جو اسلحہ برآمد ہوا اس میں زیادہ تعداد ایسے اسلحہ کی تھی جو راجستھان کی سرحد سے سمگل کرکے یہاں لایا گیا اور اس سمگلنگ کی نگرانی ''را'' کررہی تھی۔

۳۔ ایس کے ترپاٹھی جو ''را'' کی طرف سے وسط 1982ء سے 3 مئی 1984ء تک امرتسر کا انچارج رہا، اس کی طرف سے مرکزی حکومت کو ایک ''کوڈ ڈ ٹیلی گراف'' روانہ کیا گیا جس میں نہایت تفصیل کے ساتھ ایک پلان کی تفصیلات درج تھیں۔ اس پلان کے مطابق پنجاب میں چالیس ریلوے سٹیشنوں کو سکھ حریت پسندوں نے بیک وقت تباہ کرنے کا منصوبہ تیار کیا تھا۔ اس طرح وہ پنجاب میں ریل کے ذریعے نقل و حمل ختم کرنے والے تھے۔ حکومت نے ترپاٹھی کے اس ٹیلی گراف پر آنکھیں بند کئے رکھیں اور کسی بھی سیکورٹی ایجنسی کو صورت حال سے نمٹنے کی ہدایات جاری نہیں کیے۔

اصل میں تھرڈ ایجنسی کا قیام کانگریس کی الیکشن مہم کامیاب بنانے کے لئے عمل میں آیا تھا۔

یہی اس کا بنیادی کام تھا لیکن ''را'' کے بہت سے منصوبوں کے اچانک انکشاف کے بعد یہ محسوس کیا جانے لگا کہ اب ''را'' بھی ''آئی بی'' کی طرح نالائق ہوتی جارہی ہے اور تھرڈ ایجنسی نے پھر جاسوسی کی ذمہ داریاں بھی سنبھال لیں اور انٹیلی جنس آپریشن کا اختیار اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔

آر شنکرن نائر ڈائریکٹر پرائم منسٹر سیکرٹریٹ جس کے شیطانی ذہن نے سب سے پہلے ''را'' کا منصوبہ تیار کیا تھا۔ گزشتہ اٹھارہ ماہ سے بھارتی وزیراعظم کے چیف سیکورٹی ایڈوائزر آر این کاؤ کے ماتحت کی حیثیت سے خدمات انجام دے رہا تھا۔ ایجنسی کا ہیڈ کوارٹر بیکانیر ہاؤس شاہ جہاں روڈ دہلی میں قائم کیا گیا۔ ''را'' کے ریٹائرڈ آفیسر جی این مشرا کو دوبارہ ملازمت پر بحال کرکے اسے ''سیاسی ڈیسک'' کے انچارج کی حیثیت سے یہاں بٹھا دیا گیا۔ یہ ایک ''کور'' تھا۔

حقیقت میں مشرا پنجاب، راجستھان اور مقبوضہ جموں و کشمیر میں انٹیلی جنس آپریشنز کو سیکنڈ لیول پر کمانڈ کررہا تھا۔ اس کے ساتھ کرنل بی لونگر کو منسلک کیا گیا تھا جو ایمرجنسی کے دوران مسز اندرا گاندھی کی انٹیلی جنس سروسز کی سیاسی برانچ کا انچارج تھا۔ 1977ء میں جب جنتا دل نے اقتدار حاصل کیا تو لونگر کا بوریا بستر گول کروادیا گیا تھا لیکن 1980ء میں جب دوبارہ زمام اقتدار مسز اندرا گاندھی کے ہاتھ آئی تو انہوں نے لونگر کو پھر سے سیاسی آپریشن کے انچارج کی حیثیت سے واپس بلالیا۔

سیاسی جوڑ توڑ کے ماہر اور سیاسی دشمنوں کا چپکے سے صفایا کروادینے کے ماہر کرنل لونگر نے پنجاب کے بحران میں بنیادی کردار ادا کیا۔ ''سوریہ'' کو فراہم کردہ اطلاعات کے مطابق دربار صاحب پر حملے کا آپریشن کرنل لونگر نے ہی تیار کیا تھا۔ لونگر نے اقتدار کی دیوانی اندرا گاندھی کو تجویز پیش کی تھی کہ دربار صاحب پر حملے سے پیدا ہونے والی صورت حال کے نتیجے میں جو سیاسی صورت حال جنم لے گی اس کا رخ کانگرس کے حق میں موڑا جاسکتا ہے اور یہ کرنل لونگر ہی تھا جس نے آر این کاؤ اور گریش سکسینہ کو یہ مشورہ بھی دیا تھا کہ آپریشن ''بلیو سٹار'' کے ساتھ ہی الیکشن کا اعلان بھی کردیا جائے۔

پنجاب آپریشن کے لئے کرنل لونگر نے ایسے انٹیلی جنس افسران کا بطور خاص انتخاب کیا جو بظاہر کاہل اور سست الوجود سمجھے جاتے تھے لیکن اصل میں اپنے کام میں یکتائے روزگار تھے۔ یہ وہ لوگ تھے جو حکومت یا اپوزیشن کی نگاہوں میں زیادہ اہمیت کے حامل نہیں تھے اور ابھی تک حکومت یا اپوزیشن کی توپوں کا رخ بھی ان کی طرف نہیں ہوا تھا۔

ایسے ہی لوگوں سے لونگر ایک بڑا اور خطرناک کھیل کھیلنے جارہا تھا!

ایجنسی کی استعداد کو بڑھانے اور اس سے معجزاتی کارنامہ انجام دلوانے کے لئے ضروری تھا کہ اسے لامحدود اختیارات، جدید ترین ہتھیار اور بہترین ذرائع نقل و حمل فراہم کئے جاتے۔ اس کے

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

ساتھ ہی بہترین شیطانی ذہن کے حامل افسران کی ایک ٹیم بھی ضروری تھی جو اس کو کمانڈ کرے اس کے بعد ہی بڑے پیمانے پر خفیہ آپریشنز کا آغاز کیا جاسکتا تھا۔ ایچ جے کرپلانی کی خدمات جو اس سے پہلے کاؤ کا ماتحت رہ چکا تھا، سینئر مشیر کی حیثیت سے حاصل کرلی گئیں۔

کرپلانی مخالفین کو قتل کروانے میں بڑی مہارت رکھتا تھا۔ اسے مار دھاڑ اور قتل و غارت گری کے آپریشنز کا انچارج بنادیا گیا اور رتنا کر راؤ کو جو ''را'' کا سابقہ آفیسر تھا، دوبارہ طلب کرکے اسے کوآرڈی نیشن اور نگرانی کی مکمل ذمہ داریاں سونپ دی گئیں۔

تھرڈ ایجنسی کے لئے ایجنٹوں کی بھرتی ''را'' اور دیگر سیکورٹی ایجنسیوں سے کی گئی یہ لوگ اپنے اعمال کے لئے صرف وزیراعظم اندرا گاندھی کو جواب دہ تھے۔ ان کے اور مسز اندرا گاندھی کے درمیان واحد درمیانی رابطہ آر این کاؤ تھا۔ پنجاب میں پاکستان کے علاقہ اور افغان مجاہدین سے حاصل کردہ اسلحہ کو پھیلانے میں سب سے اہم کردار ''را'' کے سینئر آفیسر پربھودیال سنگھ نے ادا کیا جس کی نگرانی میں اسلحہ کی اچھی خاصی کھیپ سمگل کرکے پنجاب پہنچائی گئی۔

پربھودیال سنگھ حریت پسندوں اور یمنا نگر ہریانہ کی سرحد پر آباد کروڑپتی سمگلروں کے درمیان رابطے کا کردار ادا کرتا رہا۔ وہ سکھ حریت پسندوں سے کمیشن ایجنٹ کی حیثیت سے رابطہ قائم کرتا اور ان کے لئے اسلحہ پاکستان سے خرید کر سمگل کروادیتا کاؤ سنٹرا نٹیلی جنس سیکورٹی (سی آئی ایس) کے چیف کی طرف سے اسے راجستھان کی ساری سرحد کو اپنے خفیہ آپریشنز کے لئے استعمال کرنے کی اجازت مل چکی تھی۔ شراب اور ہیروئن کے دھندے کی آڑ میں مجاہدین سے حاصل کردہ کلاشنکوفوں کے گٹھے بھی سرحد سے آرپار ہونے لگے۔ اس طرح پنجاب میں سکھوں کی ایک مسلح فوج تیار کی جانے لگی جو بھنڈرانوالہ کی فوج تھی۔

1983ء میں پربھودیال سنگھ کا تبادلہ کردیا گیا اور اس کی ذمہ داریاں جب ''را'' کے اسسٹنٹ ڈائریکٹر امتیابھ ماتھر کو سونپی گئیں تو پربھودیال سنگھ نے سرحدی علاقے میں اپنے ذرائع (Contacts) ماتھر کو منتقل کرنے سے انکار کردیا۔ پریشان حال ماتھر نے اس صورت حال سے گھبرا کر جب دہلی سے مدد مانگی تو ''را'' کے چیف گریش سکسینہ نے اسے فی الوقت خاموشی سے کام کرنے اور صرف ان چند ذرائع پر انحصار کرنے کی ہدایت کی جو پربھودیال نے اسے دیئے تھے۔

اس دوران پربھودیال کو ریٹائرمنٹ کے احکامات جاری ہوگئے۔ اسی سال فروری کے مہینے میں پربھودیال اچانک غائب ہوگیا۔ کسی کو علم نہ ہوسکا وہ کہاں ہے۔ درحقیقت وہ تھرڈ ایجنسی کے ایک اور خفیہ مشن پر یورپ میں ایک بھارتی مشن سے منسلک ہوچکا تھا۔

انڈین پولیس سروسز کے اے ارجن کو جو سی آئی ایس کا پنجاب اور مقبوضہ جموں و کشمیر کا انچارج تھا، تھرڈ ایجنسی کا چارج تھما دیا گیا۔ آر کے ہڈی کو جو سری نگر میں 1980ء سے 1983ء تک ''را'' کے ڈپٹی ڈائریکٹر کی حیثیت سے کام کرتا رہا تھا کو جموں و کشمیر میں ''گوریلا ٹریننگ کیمپ'' میں بھیج دیا گیا جہاں سکھوں کو گوریلا کارروائیوں کی تربیت دی جاتی تھی۔

اسے کچھ خصوصی ہدایات کے ساتھ ان کیمپوں میں داخل کیا گیا تھا جہاں اس نے مطلوبہ ہدایات پر بڑی کامیابی سے عمل کیا۔ اس کی خدمات کا اعتراف کرکے بطور انعام اسے ایک فضول سے تربیتی کورس پر جاپان بھیج دیا گیا۔ تھرڈ ایجنسی کی طرف سے اسے انڈسٹریل جاسوسی کی خدمات سونپی گئی تھیں۔

وکرم سود نے ''را'' کے ڈپٹی ڈائریکٹر کی حیثیت سے سری نگر میں ہڈی کی جگہ سنبھال لی۔

✡

انڈین پوسٹل سروسز کے اس سابقہ آفیسر وکرم سود کو دراصل اس خفیہ مشن پر سری نگر میں بھیجا گیا تھا کہ وہ آئی بی (انٹیلی جنس بیورو) کی مدد سے مقبوضہ جموں و کشمیر میں جی ایم شاہ کی وزارت اعلیٰ کے لئے راہ ہموار کرے اور مقبوضہ جموں و کشمیر میں مجاہدین کی سرگرمیوں پر بھی کڑی نگاہ رکھے۔ وکرم سود سری نگر میں خدمات انجام دیتا رہا لیکن وہ صرف جموں و کشمیر کا انچارج تھا۔ امرتسر کا کنٹرول اب براہ راست بیکانیر ہاؤس دہلی منتقل ہوچکا تھا۔

اے آئی وساودا 1982ء کے وسط تک امرتسر کا انچارج رہا۔ اسے چوک مہتہ امرتسر سے بھنڈرانوالہ کی گرفتاری کے بعد سیاسی فضا کو بدستور خراب کرتے رہنے کے خفیہ فرائض سونپے گئے تھے کیونکہ یہ خطرہ محسوس کیا جارہا تھا کہ بھنڈرانوالہ کی گرفتاری سے کہیں سکھوں کی احتجاجی تحریک دم ہی نہ توڑ دے۔ وساودا نے اپنا کام بڑی کامیابی سے جاری رکھا۔ اس خفیہ مشن کی احسن طریق سے ادائیگی سے خوش ہوکر بھارت سرکار نے اسکی پوسٹنگ ملک سے باہر کردی۔

آخری اطلاعات کے مطابق وہ کویت کے بھارتی سفارت خانے میں تھرڈ سیکرٹری کی حیثیت سے خدمات انجام دے رہا تھا۔ گو کہ امرتسر میں وہ ''را'' کے آفیسر کی حیثیت سے تعینات تھا لیکن دراصل وہ ''تھرڈ ایجنسی'' کے لئے کام کررہا تھا۔

ایس کے ترپانے وساودا سے 1982ء کے وسط میں چارج لیا۔ اپنا چارج سنبھالنے تک کسی

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

کواس کے متعلق علم نہیں تھا کہ یہ انٹیلی جنس کا آدمی ہے۔اس نے اپنی حیثیت ایسی بنا رکھی تھی کہ اب بھی وہ باآسانی دربار صاحب کے اندر آتا جاتا تھا۔جب گورداسپور میں سکھوں کے ہاتھوں ایک بس لوٹ کر آٹھ ہندوؤں کو موت کے گھاٹ اتارنے کا واقعہ ہوا تو اپنی نوعیت کی پنجاب میں یہ پہلی دہشت گردی تھی جو سکھوں کی طرف سے عمل میں آئی۔

لیکن!

اس دہشت گردی کے پس پردہ ترپاٹھی کا شیطانی ذہن کام کر رہا تھا سنت جرنیل سنگھ بھنڈرانوالہ کے ملٹری ایڈوائزر جنرل شوبیگ سنگھ نے جو بعد میں آپریشن 'بلیوسٹار' (دربار صاحب پر حملے کا آپریشن) کے دوران حریت پسند سکھوں کی کمانڈ کرتے ہوئے بھنڈرانوالہ کے ساتھ ہی مارا گیا تھا، اس واقعہ کے فوراً بعد دربار صاحب میں ایک پریس کانفرنس بلائی اور اعلان کیا کہ سانحہ کے ساتھ سکھوں کا کوئی تعلق نہیں بلکہ یہ ترپاٹھی کا کارنامہ ہے۔جنرل شوبیگ سنگھ نے ثابت کیا کہ ترپاٹھی جائے حادثہ پر تین گھنٹے پہلے موجود تھا اور اسی کے ہدایت یافتہ دہشت گردوں نے یہ کارروائی کی ہے۔

اسی سال اپریل کے مہینے میں جب بیک وقت پنجاب کے 47 ریلوے سٹیشنوں پر حملہ کیا گیا تو ترپاٹھی ہی تھرڈ ایجنسی کی طرف سے اس حملے کی کمان کر رہا تھا۔

کرنل لونگر کے شیطانی منصوبے میں مرکزی کردار اسی پیشہ ور قاتل انٹیلی جنس آفیسر ترپاٹھی نے ادا کیا تھا۔اس نے لونگر کی تجاویز کو عملی جامہ پہنانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی اور مسلسل ایسے کام کرواتا رہا جس سے فضا ایسی مکدر ہوگئی کہ پھر بھارتی آرمی کو دربار صاحب پر حملے کا بہانہ مل گیا۔

آپریشن ''بلیوسٹار'' سے تین ہفتے پہلے کی بات ہے کہ پنجاب پولیس نے اسلحہ کے دو ٹرک پکڑے۔ترپاٹھی نے راتوں رات پنجاب کے پولیس کمشنر بھنڈر کی مدد سے یہ ٹرک پولیس کی گرفت سے چھڑا کر دربار صاحب میں پہنچا دیئے۔

اپریل کے آخر تک ترپاٹھی کا مشن مکمل ہو چکا تھا۔وہ ایک کامیاب اور کامران آفیسر کی حیثیت سے دہلی پہنچا جہاں سے اسکو فارن انٹیلی جنس سروسز کے لئے یورپ بھیج دیا گیا۔اس کی اعلیٰ کارکردگی اور پیشہ وارانہ مہارت کو ہر قدم پر سرکاری سطح پر سراہا گیا۔لیکن بے چارے ''را'' کے افسران اپنے ذہین آفیسر کے ''کارناموں'' سے کبھی آگاہ ہی نہ ہو سکے۔انہیں سمجھ نہیں آرہا تھا کہ آخر ترپاٹھی نے وہ کونسا ایسا کارنامہ انجام دے دیا ہے جس پر اسکو ایسے انعام واکرام سے نوازا جا رہا ہے۔بے چارے ''را'' والے یہ جان ہی نہ سکے کہ ''را'' کی آڑ میں دراصل وہ تھرڈ ایجنسی کے لئے کام کر رہا تھا۔

بھارتی عوام کی طرح انٹیلی جنس کے بھی بہت سے افسران کا خیال ہے کہ بھنڈرانوالہ غیر ملکی

طاقت کے اشارے پر کام کر رہا تھا۔بھارتی انٹیلی جنس کو اسی لئے اس سلسلے میں ناکامی کا منہ بھی دیکھنا پڑا اور تھرڈ ایجنسی بھی توقعات کے عین مطابق نتائج حاصل نہیں کر سکی۔

دو سال تک آراین کاؤ نے بڑی کامیابی سے شو چلایا۔سنتو کھ کے ڈپٹی ڈائریکٹر کی حیثیت سے پنجاب کا چارج سنبھالنے کے بعد یہاں انٹیلی جنس کے ڈھانچے میں تبدیلی کے آثار نمایاں ہونے لگے کیونکہ سنتو کھ کے متعلق سمجھا جاتا تھا کہ وہ اندرا گاندھی کا آدمی نہیں ہے۔یہی وجہ ہے کہ کہ جنتا پارٹی کی حکومت کے برسراقتدار آنے کے بعد مرار جی ڈیسائی نے اسے کاؤ کی جگہ ''را'' کا ڈائریکٹر بنا دیا تھا۔

اس کے ساتھ ہی اقبال سنگھ نامی ایک سابقہ ''را'' کے ڈپٹی ڈائریکٹر کو پنجاب میں کاؤ کی طرف سے یہ خصوصی مہم سونپی گئی کہ وہ پنجاب پولیس کی طنابیں کھینچے۔''را'' کے اعلیٰ افسران کی طرف سے من مانی کے مسلسل واقعات اور ہر معاملے میں ''را'' کے عمل دخل سے مقامی انتظامیہ اور دوسری سیکورٹی ایجنسیوں میں شدید ردعمل اور معاصرانہ چشمک پیدا ہوگئی جس کی وجہ سے ''را'' کو یہاں مشکل حالات سے پالا پڑنے لگا۔

پنجاب آپریشن تھرڈ ایجنسی نے تیار کیا اور اس پر کامیابی سے عمل درآمد ہوگیا۔اندرا گاندھی کی ہدایت کے مطابق پہلے بھنڈرنوالہ کو دہشت کی علامت کے طور پر نمایاں کیا گیا اور جب بھنڈرانوالہ کا بھوت خوف بن کر ہندو اور مقامی پولیس کے ذہنوں میں ناچنے لگا تو اس کھیل کا کلائمکس ہوا اور حملہ کر کے فوج نے اکال تخت مسمار کر دیا۔یعنی اندرا گاندھی کا خواب پورا ہوگیا۔فتح کے نشے میں سرشار اندرا گاندھی نے یہ باور کر لیا کہ کامیابی اور کامرانی اس کے گھر کی لونڈیاں ہیں۔اس کا حوصلہ مزید بڑھا اور ابھی پنجاب کے لوگ فوج کی اس ظالمانہ کارروائی سے سنبھل ہی نہ پائے تھے کہ ایک اور دھماکہ خیز خبر نے بھارت کے در و دیوار کو ہلا کر رکھ دیا۔

اس مرتبہ سیاسی دھماکہ مقبوضہ جموں و کشمیر میں ہوا تھا جہاں فاروق عبداللہ کی حکومت کی چھٹی کروا دی گئی۔فاروق عبداللہ کی جڑوں پر یہ کلہاڑا این ٹی راما راؤ نے چلایا تھا جو حال ہی میں دل کے آپریشن کے بعد واپس آیا تھا۔مقبوضہ جموں و کشمیر میں کاؤ کے اس خونخوار سیاسی آپریشن کا انچارج این نارا شمہن اسسٹنٹ ڈائریکٹر ''را'' تھا۔اسے مقبوضہ کشمیر، کرناٹک اور آندھرا پردیش کی حکومتوں کے دھڑن تختے کا مشن سونپا گیا تھا اور نارا شمہن نے یہ ''کار خیر'' بڑے قرینے سے انجام دیا۔

اگست کے پہلے ہفتے میں اسے یہ ''کارنامہ'' انجام دینے پر واشنگٹن میں تعینات کر دیا گیا۔اسکی واشنگٹن روانگی کے بعد اے۔کے ورما ڈپٹی ڈائریکٹر ''را'' کو اسکی جگہ تعینات کیا گیا ورما نے اپنی تمام

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

تر صلاحیتیں بروئے کار لا کر کانگریس کیلئے فنڈ اکٹھے کئے اور کامیابی سے کانگریس کا خزانہ بھرا۔

ورما کو بعد میں نارا شمہن کے ساتھ واشنگٹن اس مشن پر روانہ کیا گیا کہ وہ امریکی کانگریس اور سینٹ میں کانگریس کی لابی لابنگ کریں اور امریکیوں کو یہ باور کروادیں کہ بھارت میں کانگریس کی حکومت ہی امریکہ کے بہترین مفاد میں ہے۔

اس کے ساتھ ہی ''تھرڈ ایجنسی'' کی طرف سے آگووندراجن کو اس ذمہ داری کے ساتھ لندن بھیجا گیا کہ وہ یہاں کانگریس کی انتخابی مہم کی نگرانی بھی کرے اور خصوصی جائزہ لے کہ پنجاب میں سرگرم عمل خالصتان نواز گرو پوں کو لندن سے جو سرمایہ فراہم کیا جاتا ہے اس کا ''چینل'' کیا ہے؟ اور کون سے غیر ملکی سکھوں کے گروپ ایسے ہیں جو خالصتانی حریت پسندوں کی مدد کرتے ہیں۔ آگووندراجن کے ساتھ مشہور سکھ لیڈر گنگا سنگھ ڈھلوں سے جنیوا میں ملاقات کی تھی۔

جنیوا میں کاؤ بھی دہلی سے سیدھا پہنچا تھا۔ ان تینوں کے درمیان یہاں ایک ڈیل طے پاگئی تھی لیکن جونہی کاؤ جنیوا سے واپس آیا ترپاٹھی کی وارننگ پر واقعی عمل ہو چکا تھا اور پنجاب میں ریلوے سٹیشن نذر آتش ہونے لگے تھے۔ اس دوران بھنڈرانوالہ انڈ کمپنی کو جب ڈھلوں کی طرف سے ایک ''پرائیویٹ معاہدے'' کی پیش کش پہنچی تو اس نے اسے پائے حقارت سے ٹھکرادیا۔

ترپاٹھی پنجاب سے نکلا اور فوج داخل ہوگئی۔ اس کے ساتھ ہی کانگریس نے شمالی انڈیا کی ہندو بیلٹ کی نبض پر اپنا ہاتھ مضبوط کرلیا تھا۔ اب ہندو ووٹر کانگریس آئی کی جیب میں تھے۔ اتنی معمولی سی سرمایہ داری کا اتنا بڑا انعام ملا تھا۔ اکال تخت کی مسماری اور انعام، اندرا گاندھی کا دوبارہ بھارت پر مکمل کنٹرول۔

بھارت میں پہلی AK47 (کلاشنکوف) تھرڈ ایجنسی نے ہی روشناس کروائی اور یہ سلسلہ پھر ایک عرصہ تک جاری رہا۔ جب جودھ پور سے ''را'' کے کنٹرول آفس نے دہلی کو رپورٹ بھیجی کہ گنگا نگر میں کانگریس کا ایم ایل اے اور راجستھان کا وزیر برائے سماجی بہبود دلارام ہتھیاروں کی سمگلنگ میں ملوث ہے اور اسی کے ذریعے پاکستان سے اسلحہ سمگل ہو کر دھڑا دھڑ بھارت میں آرہا ہے تو جودھ پور کے کنٹرول کو خاموش کرنے اور اس معاملے سے لاتعلق رہنے کی تلقین کرتے ہوئے گنگا نگر کنٹرول چارج سنبھالنے کا حکم جاری کردیا گیا۔ دلارام کو فرار کروایا گیا، مقدمہ چلایا گیا اور پھر بری بھی [illegible]

کیونکہ تھرڈ ایجنسی ڈرامے کو حقیقت کا رنگ دینا چاہتی تھی۔

''را'' کی ایک رپورٹ کے مطابق ڈی پی بھیروا نامی ایک اور ایم ایل اے بھی اسلحہ کی سمگلنگ میں ملوث تھا لیکن ''را'' کو حکم ملا کہ اس معاملے سے الگ ہی رہے۔ ''را'' کے ساتھ ساتھ اس علاقے میں موجود دیگر تمام سیکورٹی ایجنسیوں کو بھی خاموشی اختیار کرنے کی ہدایت کی گئی۔ اب دلارام اور بھیروا اپنی تجوریاں نوٹوں سے بھرنے لگے۔ سکھوں کو اسلحہ ملنے لگا اور تھرڈ ایجنسی کانگریس کے حق میں فضا ہموار کرنے لگی۔

کانگریس کے لئے جو فنڈ حاصل کئے جاتے تھے۔ ان کا بیشتر حصہ تھرڈ ایجنسی کے حوالے کر دیا جاتا، چونکہ یہ فنڈ ملک اور غیر ملک میں موجود بھارتی سرمایہ داروں سے عطیات کی شکل میں کانگریس آئی کو موصول ہوتے تھے، اس لئے کسی کو ان پر معترض ہونے کا جواز ہی باقی نہیں رہ جاتا۔ تھرڈ ایجنسی ''عطیات'' وصول کرنے کے لئے ہر غیر اخلاقی اور غیر انسانی حربہ جائز سمجھتی تھی۔

سرمایہ داروں کو بلیک میل کرنا، حکومتی اہلکاروں سے جو رشوت وصول کرتے تھے، اپنی کمیشن دھونس دھاندلی سے وصول کرنا جائز سمجھا جاتا تھا۔ اس ضمن میں ایم این کا کا ''را'' کے جائنٹ ڈائریکٹر کو جنیوا بھیجا گیا جس نے کچھ زیادہ ہی ہاتھ دکھانے شروع کردیئے، ''را'' کو اس پر اعتراض ہونے لگا۔ جن چار افسروں نے ''کا کا'' کے متعلق زیادہ واویلا کیا تھا انہیں ''را'' سے ایک مختصر تادیبی کارروائی کے بعد فارغ کردیا گیا۔ ان کا گناہ صرف یہ تھا کہ وہ ''بھارت ماتا'' کو کانگریس سرکار پر اولیت دینے لگے تھے۔

کولمبو میں ''را'' کی طرف سے جے سروپ اچھا بھلا کام کر رہا تھا لیکن جب تھرڈ ایجنسی نے یہاں عمل دخل شروع کیا تو سروپ کے لئے یہ مداخلت ناقابل برداشت ہوگئی۔ اس نے اس صورت حال پر سخت احتجاج کیا تو گریش سکسینہ ''را'' کا ڈائریکٹر چکر میں پڑ گیا کہ اس مصیبت سے چھٹکارا کیسے حاصل کرے کیونکہ وہ تھرڈ ایجنسی کی ناراضگی مول نہیں لے سکتا تھا۔ طوعاً و کرہاً اس نے سروپ کا تبادلہ یہ کہتے ہوئے افغانستان میں کردیا کہ اسے آرام کی ضرورت ہے، کیونکہ اس نے کولمبو میں واقعی توقع سے بڑھ کر کام کیا تھا اور تاملوں کی حکومت کے خلاف بغاوت کو نہ صرف منظم کیا بلکہ کولمبو اور مدراس کے درمیان براہ راست رابطہ بھی قائم کرلیا۔

سروپ کو جافنا میں یہی مشن دے کر بھیجا گیا تھا کہ وہ ''تامل ٹائیگرز'' کا رابطہ بھارتی حکومت سے بحال کروائے اور ان کے لئے تربیتی کیمپوں کا اہتمام بھی کرے۔ اسطرح سری لنکا کے تامل گروپوں کی ہمدردی حاصل کرکے کانگریس سرکار تامل ناڈو میں اپنا ووٹ بنک مضبوط کر رہی تھی۔ اب یہ مشن براہ راست تھرڈ ایجنسی کو سونپا گیا تھا جس نے پنجاب میں ایک سنہرے حروف کی تاریخ کانگریس کیلئے پہلے ہی

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

لکھ دی تھی۔

سروپ کی جگہ سری لنکا میں رابندر انے کی جو اس سے پہلے راجستھان میں ''گن زنگ آپریشن'' چلا رہا تھا۔ رابندرا نے سب سے پہلے جافنا ہی میں تاملوں کے لئے پہلا تخریب کاری تربیتی کیمپ قائم کیا۔ اس کیمپ کو تھرڈ ایجنسی چلا رہی تھی، جہاں بنگلہ دیش میں کارہائے نمایاں انجام دینے اور ''را'' کے افسران کو ریٹائرمنٹ کے بعد دوبارہ طلب کر کے ان سے تاملوں کو وہی تربیت دلائی جا رہی تھی جو اس سے پہلے مکتی باہنی کو دے چکے تھے۔ جن لوگوں کو خصوصی تربیت دینا ہوتی تھی انہیں ذیرہ دون کے نزدیک ''چکراتا کیمپ'' میں لایا جاتا تھا جہاں اس کا خصوصی اہتمام تھرڈ ایجنسی نے کر رکھا تھا۔

''چکراتا کیمپ'' میں دو ہزار تاملوں کو ''را'' کی خصوصی ایجنسی سپیشل سیکورٹی بیورو نے اپنے کاؤنٹر انٹیلی جنس کے افسران کی نگرانی اور اسے ارجن کے زیر کمان تخریب کاری کے خصوصی داؤ پیچ سکھا کر سری لنکا میں داخل کر دیا۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اس پرامن اور چھوٹے سے ملک میں تخریب کاری کے گھناؤنے حربوں سے سنہالے اور مسلم آبادی پر عرصہ حیات تنگ کر رکھا ہے۔ اس کیمپ سے راجا بس سروس نامی ایک پرائیویٹ ٹرانسپورٹ کمپنی کے ذریعے تامل دہشت گردوں کو دہلی لایا جاتا جہاں انہیں خصوصی بریفنگ کے بعد مدراس بھیج دیا جاتا اور پھر مدراس سے وہ جافنا (سری لنکا) پہنچ جاتے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ یہاں تھرڈ ایجنسی کی کاروائی کو مانیٹر کرنے کے لئے مغربی انٹیلی جنس ایجنسیاں بھی موجود تھیں جن میں اسرائیل کی ''موساد'' برطانوی ایس اے ایس اور امریکن نیشنل سیکورٹی ایجنسی شامل ہیں۔ اس کے باوجود بھارتیوں نے بے دھڑک اپنا کام جاری رکھا۔ سری لنکا کی بے گناہ آبادی پر اپنا ظلم و ستم جاری کر رکھا اور بنگلہ دیش کی ہیروئن ''تامل ایلم کی دیوی'' بھی بن گئی۔

اب سکرپٹ تیار تھا کہ شمال میں پنجاب، جنوب، میں جافنا اور درمیان میں مسز اندرا گاندھی کی کمان میں ہندو بلوائیوں کی فوج جن کی دہلی میں راج سنگھاسن پر بیٹھی انہیں ''اشوکا راج'' کے خواب دکھا رہی تھی۔ پنجاب کا معرکہ اس نے سر کر لیا تھا۔ جافنا آپریشن جاری تھا اور یہاں تھرڈ ایجنسی نے جس تباہی کی بنیاد رکھ دی تھی۔ اس کا مقابلہ کرنے میں اسرائیل کی مشہور و معروف انٹیلی جنس ''موساد''، امریکن سی آئی اے، برٹش ایس اے ایس بھی خود کو بے بس پا رہی تھیں۔ ایک معاہدے کے تحت یہ لوگ سری لنکا کے آدمیوں کو تربیت دے رہے تھے لیکن اس وقت پر کم از کم وہ بھارتی انٹیلی جنس سے میچ ہار چکے تھے۔

پنجاب میں فوج کے ہاتھوں نہتے اور بے بس سکھوں کا قتل عام جاری تھا۔ مسلح اور زیر زمین سکھ جانیں ہتھیلی پر رکھ کر بھارتی سیکورٹی فورسز سے ٹکرا گئے تھے۔ جعلی پولیس مقابلوں کی آڑ میں نوجوان سکھوں کو گھروں سے اغوا کر کے قتل کیا جا رہا تھا۔ غرض ایسی فضا بنا دی گئی تھی جس سے ہر ایسے سکھ کو جو ہتھیار نہیں اٹھانا چاہتا تھا مجبور کر دیا گیا کہ وہ زیر زمین چلا جائے۔

''را'' کے افسران نے ''سوریہ'' کو بتایا کہ ملکی سالمیت کو پس پشت ڈال کر برسر اقتدار پارٹی کے راج پاٹ کو استحکام دیا جا رہا ہے کیونکہ یہ حالات ہی کانگریس کے اقتدار کو بچائے رکھنے کے لئے ضروری ہیں۔ اس حقیقت سے بھارتی سیاست کار کبھی انکار نہیں کر سکتے کہ ان دنوں کانگریس آئی اور کاؤنٹر انٹیلی جنس ایجنسیوں کے درمیان فاصلے بڑھتے چلے جا رہے تھے۔

''را'' کے جن افسران نے بھارتی پریس تک ''تھرڈ ایجنسی'' کی کہانی پہنچائی ان کا کہنا تھا کہ جب ہمیں ''تھرڈ ایجنسی'' کے کرتوتوں کا علم ہوا تو ہم بھونچکا کر رہ گئے۔ ان افسران کا کہنا ہے کہ دربار صاحب پر فوج کے حملے کا حکومتی جواز تو یہی فراہم کیا جاتا ہے کہ وہ یہاں موجود سکھ تخریب کاروں کا صفایا چاہتے تھے لیکن اصل میں اس حملے کا مقصد تھرڈ ایجنسی سے متعلق ان تمام شواہد کو ضائع کرنا تھا جو اس ایجنسی کا اس کھیل میں ملوث ہونا ثابت کر سکتے۔

ایک سازش کے تحت اب بھارتی عوام کی توجہ پنجاب میں پولیس اور فوج کے ظلم و ستم سے ہٹا کر جنوب میں جافنا کی طرف مبذول کروائی جا رہی تھی اور ملکی پریس کو ایسے ''فلر'' دیئے جا رہے تھے جن سے اس افواہ نے جڑ پکڑنا شروع کی کہ بھارتی نیوی جافنا پر حملے کے لئے تیاری کر رہی ہے۔ دنیا کے اس خطے میں کسی پیش آمدہ جنگ سے خوفزدہ سی آئی اے اور جارحیت کے خواہاں اسرائیل کی ''موساد'' مل کر بھی بھارتی حکمران پارٹی کے گھناؤنے عزائم کے سامنے کوئی رکاوٹ کھڑی کرنے میں ناکام ثابت ہوئیں۔

تھرڈ ایجنسی نے اندرا گاندھی کے زرخرید غلاموں کا کردار بڑی خوبی سے ادا کیا، لیکن اس حقیقت سے آنکھیں بند نہیں کی جا سکتیں کہ اس صورت حال نے ''را'' اور ''آئی بی'' میں اندرا گاندھی کے خلاف افسران کی ایک فوج پیدا کر دی تھی۔ اگر اندرا گاندھی کی موت سے پہلے الیکشن ہو جاتے تو یہ لوگ اس کے خلاف محاذ بنا کر سرگرم عمل ہوتے اور عین ممکن تھا کہ اندرا گاندھی کو کامیاب بھی نہ ہونے دیتے۔

مسز اندرا گاندھی کے قتل کے بعد تحقیقاتی کمیشن قتل کے اسباب کا جائزہ لینے کے لئے کام کر رہا تھا، اسکی تیار کردہ رپورٹ اسمبلی میں بحث کے لئے پیش نہیں کی گئی۔ اسکو ٹھکر کمیشن رپورٹ کا نام دیا گیا۔ ٹھکر کمیشن رپورٹ میں جس بنیادی نقطے پر بحث کی گئی ہے وہ یہ تھا کہ بھارتی کاؤنٹر انٹیلی جنس نے یہ

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

جانتے ہوئے بھی کہ مسز اندرا گاندھی کی جان کو خطرہ لاحق ہے اس کی حفاظت کے لئے جو اقدامات کئے وہ ناکافی تھے۔

کیا اس کا سبب بھارتی کاؤنٹر انٹیلی جنس کے افسران کی مسز اندرا گاندھی سے ناراضگی نہیں جس نے ان کے مقابلے میں تھرڈ ایجنسی کھڑی کر کے انہیں ایک طرح سے ''کھڈے لائن'' لگا دیا تھا؟

بات کچھ بھی ہو لیکن اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ بھارتی انٹیلی جنس نے اپنی وزیر اعظم کے لئے خاطر خواہ بندوبست نہیں کیا تھا۔

ٹھکر کمیشن رپورٹ بتاتی ہے کہ اس وارننگ کے باوجود کہ مسز اندرا گاندھی پر سکھ سات دنوں کے اندر اندر قاتلانہ حملہ کرنے والے ہیں دہلی کے پولیس کمشنر نے مسز اندرا گاندھی کی گارڈ میں سکھوں کو برقرار رکھا۔

اس بحث کو ایک طرف رکھتے ہوئے آیئے یورپی ممالک خاص طور پر کینیڈا میں اس ایجنسی کے کردار پر ایک نظر ڈالیں جس سے آپ اندازہ کر سکیں گے کہ ہندو کا دماغ شیطان کی فیکٹری ہے جہاں سوائے شر کے اور کچھ نہیں پنپ سکتا۔

21 نومبر 1981ء کی دوپہر

کینیڈا کا شہر ٹورنٹو کا یہ علاقہ جو گیرڈ سٹریٹ ایسٹ پر واقع ہے اسے عرف عام میں ''چھوٹا انڈیا'' کہا جاتا ہے۔ اسکی وجہ یہاں ایشیائی لوگوں کی کثیر آبادی ہے اور آج اس سڑک پر پانچ سو سکھوں کا ایک جلوس بڑے جوش و خروش سے نعرہ بازی کرتا کمیونٹی ہال کی طرف جا رہا تھا۔ سڑک کے دونوں اطراف بھارت نژاد ہندوؤں اور سکھوں کی دکانوں پر کاروبار زندگی معمول کے مطابق جاری تھا۔

کمیونٹی ہال کے اندر پنجابی زبان میں بحث و مباحثہ جاری تھا۔ لوگ ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کے چیختے چلاتے ہوئے اپنا استدلال پیش کر رہے تھے۔ اچانک ایک کینیڈین نژاد گورا جس کو سفید کپڑوں میں ملبوس سیکورٹی والوں نے اپنے گھیرے میں لے رکھا تھا، ہال میں داخل ہوا۔ اس کے ساتھ ڈپلومیٹس کی فوج بھی اندر گھس آئی تھی۔

یہ کینیڈا کا امیگریشن منسٹر لائیڈ ایکس وردی تھا۔

لائیڈ کو احساس تھا کہ آج یہ لوگ کتنے غم و غصے میں ہیں اور اس نے کس طرح انہیں کنٹرول کرنا ہے۔ اس نے بظاہر بڑے اطمینان سے اپنے لئے مخصوص سیٹ سنبھال لی۔ ہال میں داخل ہونے کے بعد باہر ہڈیوں میں سرایت کر جانے والی سردی کا احساس دم توڑنے لگا تھا۔

امیگریشن منسٹر نے اپنے دونوں ہاتھ آپس میں رگڑ کر خود کو اندر موجود حرارت سے آشنائی بہم پہنچائی اور اب یہاں موجود غصیلے سکھوں کی طرف متوجہ تھا۔

نومبر کا آخری ہفتہ تھا اور برف باری کا آغاز، سٹیج سے اس کا تعارف کروایا گیا تو مجمع خاموش ہو گیا۔ لائیڈ ایکس وردی نے حالات کے تیور کو بھانپ کر اندازہ کر لیا تھا کہ ان لوگوں کے سامنے وہ کسی سیاسی چکر بازی کا مظاہرہ نہیں کر سکتا۔ اسے ڈپلومیسی ایک طرف رکھ کر دوٹوک بات کرنا تھی۔ اس کے پاس حال ہی میں کینیڈا میں داخل ہونے والے دو ہزار غیر قانونی سکھوں کے لئے کوئی اچھی خبر نہیں تھی۔

لوگ بحری جہازوں کے ذریعے کسی نہ کسی طرح دنیا کے مختلف سمندروں میں مصائب کا

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

سامنا کرتے بالآخر کینیڈا پہنچنے میں کامیاب ہو گئے تھے اور اب کینیڈین گورنمنٹ سے ''ریفیو جی سٹیٹس'' کا مطالبہ کر رہے تھے ان کا کہنا تھا کہ بھارت میں ان پر زندگی کا دروازہ بند ہو چکا ہے۔ ان کا گناہ یہ تھا کہ انہوں نے دنیا کے جابر ترین آمریت نما جمہوریت کے عہدیداروں سے اپنے گھر کا مطالبہ کر دیا تھا۔

یہ لوگ سکھوں کے لئے آزاد خالصتان کا مطالبہ کر رہے تھے اور ان کا یہ جرم ناقابل معافی تھا۔ کسی نہ کسی طرح وہ اپنی جان بچا کر بھارت سے نکل آئے تھے اور اب یہاں زندگیوں اور عزتوں کے لئے امان طلب کر رہے تھے۔

امیگریشن منسٹر نے خود کو نارمل رکھنے کے لئے دو تین مرتبہ کھنکار کر گلا صاف کیا اور مجمع سے مخاطب ہوا۔

''محترم خواتین و حضرات! دو ہزار سکھ جو حال ہی میں غیر قانونی طور پر کینیڈا میں داخل ہوئے ہیں، حکومت کینیڈا انہیں پناہ نہیں دے سکتی۔ کیونکہ یہ لوگ اقوام متحدہ کی ریفیو جی کے لئے موجود تعریف پر پورے نہیں اترتے.....!''

اس کا فقرہ مکمل ہوتے ہی سکھ عورتوں اور مردوں نے آسمان سر پر اٹھا لیا۔

اس نے ناراض ہجوم کو احساس دلانا چاہا کہ اس طرح وہ لوگ کینیڈا کے امیگریشن نظام، کینیڈا کی روایات اور قوانین کو گالی دے رہے ہیں۔

''جھوٹا! جھوٹا!''

اس کے ہر فقرے کے مکمل ہوتے ہی سارا مجمع یک زبان ہو کر چلاتا۔

''میرے خیال سے یہ میٹنگ بے سود اور وقت کا ضیاع ہے کیونکہ آپ لوگ میری کسی بات کا سنجیدگی سے نوٹس ہی نہیں لے رہے'' یہ کہتے ہوئے کینیڈا کا امیگریشن منسٹر جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہو گیا۔ اچانک ہی ایسٹ انڈین ریفیو جی کمیٹی کا عہدیدار نرمل ڈنشا اپنی جگہ سے قریباً اچھل کر اس کے عین سامنے جا پہنچا۔ اس نے لائیڈ ایکس وردی کے سامنے رکھے مائیک کا رخ اپنی طرف موڑا اور چلاتے ہوئے کہا۔

''تم متعصب اور جھوٹے ہو۔ تم لوگ صرف گوری چمڑی والے ریفیو جی قبول کرتے ہو

Scanned by iqbalmt

تمہیں صرف پولینڈ کے لوگ مظلوم دکھائی دیتے ہیں۔''

ایک لمحے کے لئے رک کر اس نے منسٹر کو کھا جانے والی نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔

''لوگ بھارت اور افغانستان میں ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر رہے ہیں''

امیگریشن منسٹر نے اس کی طرف دیکھنا بھی گوارا نہ کیا۔ یہ صورت حال اس کے لئے نئی نہیں تھی لیکن اسے اپنی زندگی میں پہلی مرتبہ اتنے ناراض لوگوں سے واسطہ پڑا تھا۔

وہ چپ چاپ اپنے ہمراہیوں کے ہمراہ واپس لوٹ آیا۔ شام کو کینیڈین کابینہ کی ہنگامی میٹنگ طلب کی گئی۔ ایک مرتبہ پھر کینیڈا میں امیگریشن کرائسس پیدا ہو رہا تھا۔ جب سے قریباً 75 ہزار ایشیائی باشندے ویت نام اور کمبوڈیا کی جنگوں کے خاتمے پر بھاگ کر کینیڈا میں داخل ہوئے اور انہیں یہاں ''ریفیو جی سٹیٹس'' دیا گیا۔ اس کے بعد سے کینیڈا کی گوری اکثریت نے ایک ہنگامہ کھڑا کر دیا تھا۔

اس کی کچھ وجوہات تھیں۔ ایک تو ان لوگوں کی آمد سے لیبر بہت سستی ہو گئی تھی اور گوروں کے ہاتھوں سے نوکریاں نکل کر اب رنگدار لوگوں کو منتقل ہو رہی تھی یہ محنتی لوگ اور یہاں نئی زندگی کا آغاز کرنے جا رہے تھے۔ جلد ہی انہوں نے کینیڈین معاشرے میں اپنے پاؤں جما لئے۔

اس کے برعکس گوروں کے پاؤں اکھڑنے لگے۔ اب انہوں نے ایشیائی لوگوں کی کینیڈا میں داخلے کی مخالفت شروع کر دی تھی اور کینیڈین ممبران پارلیمنٹ پر ان کے گورے ووٹرز کا دباؤ اس ضمن میں بڑھتا ہی چلا جا رہا تھا۔ یہ تھی وہ صورت حال جس میں بھارت سے دو ہزار سکھ پہنچ کر اپنے لئے امان کے طلبگار ہو رہے تھے۔

بھارت کینیڈا کی بڑی منڈی تھی۔ اس سے کینیڈا کے بہت سے تجارتی مفادات وابستہ تھے اور بھارت کی طرف سے ان لوگوں کی آمد کے ساتھ کینیڈا کو یہ دھمکی بھی دے دی گئی تھی کہ اگر انہیں پناہ دی گئی تو دونوں ممالک کے تجارتی تعلقات کو زبردست دھچکا لگے گا۔ ایکس وردی نے امسال ہی بھارت کا دورہ کیا تھا اور بھارتی پنجاب میں چل رہی خالصتان تحریک کو بہت قریب سے دیکھا تھا۔ ایکس وردی کی بھارت موجودگی کے دوران سینکڑوں کی تعداد میں سکھ سیکورٹی فورسز کے ساتھ مقابلوں میں مارے جا چکے تھے۔ وہ لوگ بھارت سے مطالبہ کرتے تھے کہ وہ سکھ ہوم لینڈ سے اپنی فوجیں باہر نکال لے۔

ایکس وردی بھارت میں تھا جب سکھ حریت پسندوں نے ایک جہاز اغوا کر کے پاکستان کے

Scanned by iqbalmt

شہر لاہور میں اتارا۔ اس سے بخوبی اندازہ ہوگیا تھا کہ یہ لوگ خالصتان کے حصول کے لئے کتنے سنجیدہ ہیں۔

اس دورے سے واپسی پر اس نے بھارت ہی میں پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا۔

''میں نے سکھوں کی انتہا پسندی کا قریب سے مشاہدہ کیا ہے اور میں بخوبی اندازہ لگا سکتا ہوں کہ یہ لوگ اپنے معاملات میں کتنے سنجیدہ ہیں۔ مجھے خطرہ ہے کہ اس کے بعد شاید کینیڈا سے کوئی جہاز اغوا کیا جائے گا اور یہ ہمارے لئے بہت خطرناک بات ہوگی۔ اس سے پہلے کہ صورت حال کوئی سنگین رخ اختیار کرے اور کینیڈا کے لئے مسائل بڑھیں ہمیں سنجیدگی سے حالات کو ٹھیک کرنے پر توجہ دینا ہوگی''

ڈنشا کی طرف سے اتنے شدید اور بھرپور احتجاج کے باوجود اس کے کان پر جوں نہیں رینگی۔

وہ ٹس سے مس نہیں ہوا اور اگلے ہی روز اس نے پریس کانفرنس میں کہا۔ ''کینیڈا حکومت ان دو ہزار غیر قانونی تارکین وطن کو پناہ نہیں دے سکتی۔ بھارتی حکومت نے بتایا ہے کہ یہ لوگ علیحدگی پسند ہیں اور انہوں نے بھارتی قوانین کی خلاف ورزی کرتے ہوئے آئین سے بغاوت کی ہے۔ یہ لوگ بھارتی حکومت کو مختلف مقدمات میں مطلوب ہیں۔ ہم انہیں کیسے ''ریفیوجی'' تسلیم کرلیں۔ بھارتی حکومت ہم سے یہ توقع رکھتی ہے کہ ہم اس معاملے میں سخت رویہ اختیار کریں۔'' معاملہ ختم ہوا۔

اب ہونا یہی تھا کہ کینیڈا حکومت دو ہزار سکھوں کو بھارت واپس بھیج دیتی اور پھر بھارت کا اپنا معاملہ تھا وہ ان سے کیسے نمٹتا.....!

لیکن.....!

یہ کچھ اتنا آسان بھی نہیں تھا۔ کینیڈا انٹیلی جنس کی رپورٹ حکومت کو مل چکی تھی کہ کینیڈا میں خالصتان تحریک بہت مضبوط ہے اور اگر ان دو ہزار سکھوں کو ایک ہی وقت میں بھارت کی طرف واپس دھکیلا گیا تو یہ لوگ کینیڈا میں ایک طوفان کھڑا کر دیں گے۔ کینیڈین حکومت کو احساس تھا کہ صرف بھارت کی فراہم کردہ خبروں پر انحصار کرنا کینیڈا کی اندرونی سلامتی کے لئے مسائل کھڑے کر سکتا تھا۔

بھارت میں فرسٹریشن روز بروز بڑھ رہی تھی۔ مسز اندرا گاندھی نے حالات کو ہاتھ سے نکلتے دیکھ کر پنجاب میں فوج داخل کر دی تھی اور بھارتی پنجاب کی جیلیں خالصتانی حریت پسندوں سے بھرنے لگی تھیں۔ سینکڑوں کی تعداد میں اندرون اور بیرون ملک موجود سکھوں کے پاسپورٹ منسوخ کر دیئے تھے۔ خصوصاً یورپ، امریکہ اور کینیڈا کے کئی سکھوں کی بھارت میں داخلے پر پابندی عائد کر دی گئی تھی۔

''اینٹی ٹیررورسٹ ایکٹ'' پنجاب میں نافذ ہو چکا تھا اور حکومت جس کسی کو چاہتی اس مخصوص ایکٹ کے تحت گرفتار کر کے پابند سلاسل کر دیتی تھی۔ ظاہر ہے اس صورت حال کا ردعمل مغربی دنیا میں بسنے والے سکھوں میں بھی اتنا ہی شدید تھا۔

بھارتی حکومت کا بڑا نشانہ ایک ایم بی بی ایس ڈاکٹر تھا۔ جس نے 1960ء میں بھارت میں سکھوں کے لئے الگ وطن کا نعرہ بلند کر دیا تھا۔ یہی چنگاری پھر خالصتان کا روپ دھار گئی اور اب سکھوں کے دلوں میں آگ بن کر دھک رہی تھی۔ وہ لوگ بہر صورت الگ وطن حاصل کرنے پر تل گئے تھے۔

اس ڈاکٹر پر بھارتی انٹیلی جنس نے کڑی نگاہ رکھی ہوئی تھی لیکن یہ شخص بھارتی سیکورٹی کو جل دے کر کسی نہ کسی طرح مغرب پہنچنے میں کامیاب ہو گیا اور اب وہاں پر بڑی تندہی سے خالصتان تحریک چلا رہا تھا۔

اس کا نام تھا ڈاکٹر جگجیت سنگھ چوہان۔

کارزار سیاست میں بادیہ پیمائی کے بعد وہ ایک منجھا ہوا سیاست دان بن چکا تھا۔ اس کا کہنا تھا۔

''ایک ڈاکٹر کی حیثیت سے میرا ہاتھ قوم کی نبض پر ہے۔ میں بھارتی کسان کا درد زیادہ شدت سے محسوس کر سکتا ہوں۔ میں اندازہ کر سکتا ہوں کہ اس کا استحصال کس بری طرح ہو رہا ہے''

اس نے اکالی سیاست کے برعکس پنجاب میں آزاد امیدوار کی حیثیت سے انتخاب میں حصہ لیا اور صوبائی اسمبلی میں جا بیٹھا۔

دوسری کوشش میں اس نے کیمونسٹ پارٹی آف انڈیا میں شمولیت اختیار کی لیکن یہ تجربہ اسے بہت مہنگا پڑا۔ چوہان کے باپ نے بھی اپنے بیٹے کو ووٹ دینے سے انکار کر دیا اور وہ اگلا الیکشن ہار گیا۔

اب وہ کوئی خطرہ مول لینے کو تیار نہیں تھا۔ اگلی مرتبہ اس نے سیاست میں ڈرامائی تبدیلی کا تاثر دیا اور اچانک اکالی دل میں شمولیت اختیار کر لی جو سکھوں کی واحد سیاسی اور مذہبی جماعت ہے۔ اکالی دل کے ٹکٹ پر کامیاب ہو کر دوبارہ اسمبلی میں آ گیا۔

1959ء میں ڈاکٹر جگجیت سنگھ چوہان بھارتی پنجاب کا وزیر خزانہ بن چکا تھا۔ برصغیر کی

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

سیاست میں تبدیلیاں اتنی تیزی سے آتی ہیں کہ کوئی سیاسی پنڈت مشکل ہی سے ان کی صحیح پیش گوئی کر پاتا ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اگلی مرتبہ ناقابل یقین صورتحال سے ڈاکٹر چوہان کو سابقہ پڑا اور وہ الیکشن ہار گیا۔ دوسری طرف اسے اکالی دل کا جنرل سیکرٹری بنا دیا گیا۔

ان دنوں پنجاب کے سکھوں میں بے چینی پھیلی ہوئی تھی اور اسمیں آئے روز اضافہ ہو ہوتا چلا جا رہا تھا۔ پنجاب میں سکھوں کی 56 فیصد آبادی تھی لیکن اتنی اکثریت کے باوجود وہ پنجاب میں بھی نظریاتی تفادت اور سیاسی انارکی کے سبب اپنی حکومت قائم نہیں کر سکتے تھے۔

1966ء میں پنجاب میں ایک سیاسی طوفان نے سر اٹھایا، جب بھارتی حکومت نے ہریانہ کے ہندو صوبے میں پنجاب کا بہت سا علاقہ دھونس اور دھاندلی سے شامل کر دیا۔ چندی گڑھ جیسا خوبصورت شہر جسے مشہور زمانہ فرانسیسی ماہر تعمیرات لی کاربیوزیئر نے تعمیر کروایا تھا۔ پنجاب اور ہریانہ کا مشترکہ دارالحکومت قرار دیا گیا۔ سکھوں کے لئے یہ انتظامات اور مرکز کے فیصلے ناقابل قبول تھے۔

اس صورت حال کے خلاف بطور احتجاج سکھ لیڈر درشن سنگھ پھیرومان نے بھوک ہڑتال کر دی۔ حکومت نے اس احتجاج پر کان نہیں دھرے اور بالآخر 74 دن کی مسلسل بھوک ہڑتال کے بعد 27 اکتوبر 1969ء کو درشن سنگھ پھیرومان مر گیا۔

ڈاکٹر چوہان کہتا ہے کہ پھیرومان نے مرنے سے پہلے اسے خاص طور سے اپنے پاس بلایا اور اسے تاکید کی تھی کہ وہ اس مشن کو زندہ رکھے اور جب تک سکھ آزادی حاصل نہ کر لیں یہ جنگ جاری رہنی چاہیے۔ چوہان کا کہنا ہے کہ دم توڑتے بوڑھے سکھ کی آخری خواہش تھی کہ اس کی قوم ہندوؤں کی غلامی کا جوا اتار دے اور اپنا الگ وطن حاصل کرے۔

1970ء میں چوہان بھارت سے اچانک غائب ہو گیا۔ اپنی بیوی اپنا کلینک اور گھر اس نے سب کو الوداع کہہ دیا تھا۔ بھارت سے فرار ہو کر وہ پاکستان پہنچا۔ بھارتی سیکورٹی کا کہنا ہے کہ خالصتان تحریک کا آغاز بھی پاکستان نے کروایا تھا اور تحریک کے لوگوں کو پاکستان کی مکمل پشت پناہی حاصل تھی۔ ڈاکٹر چوہان نے اس لئے پاکستان کا رخ کیا تھا۔

اس کے برعکس اکالی دل کے حلقوں کا کہنا ہے کہ پاکستان کے دورے کا مقصد وہاں موجود سکھوں کے تاریخی گوردواروں خصوصاً ننکانہ صاحب پر سکھوں کا کنٹرول تھا اور چوہان کو انہی معاملات پر مذاکرات کے لئے پاکستان بھیجا گیا تھا۔ اکالی دل پنجاب میں عوام کی حمایت سے محروم ہو رہا تھا اور ان کے خیال تھا کہ اگر چوہان کا مشن کامیاب رہا اور حکومت پاکستان گوردواروں کو شرومنی اکالی دل کے کنٹرول میں دینے پر رضامند ہو گئی تو اکالی دل کو ایک مرتبہ پھر پنجاب میں اپنے قدم مضبوط کرنے کا

موقع مل جائے گا۔ کیونکہ اس کامیابی سے انہیں دوبارہ مقبولیت حاصل ہو جائے گی۔ بات کچھ بھی رہی ہو!

جب ڈاکٹر چوہان پاکستان میں تھا تو پاکستان اور بھارت کے درمیان تیسری جنگ کا آغاز ہو گیا۔ اس موقع پر اکالی دل نے انتہائی منافقانہ کردار ادا کرتے ہوئے خود کو کسی الزام سے محفوظ رکھنے کے لئے ڈاکٹر جگجیت سنگھ چوہان کی نہ صرف ممبرشپ منسوخ کر دی بلکہ اس کے دورہ پاکستان کو بھی اس کا ذاتی فعل قرار دیتے ہوئے اس سے دستبرداری کا اعلان کر دیا۔

ان حالات میں جبکہ اپنے وطن کے دروازے ساتھیوں کی غداری نے اس پر بند کروا دیئے تھے۔ چوہان نے بھارت واپس جانے کے بجائے مغرب کی طرف نکل کر قسمت آزمائی کا فیصلہ کر لیا۔ اس کا یقین راسخ ہو چکا تھا کہ سکھوں کے لئے اب آبرومندانہ زندگی کا ایک ہی راستہ باقی ہے کہ وہ اپنا آزاد ملک خالصتان حاصل کریں۔ پاکستان سے ڈاکٹر جگجیت سنگھ چوہان سیدھا لندن پہنچا۔ 13 اکتوبر 1971ء کو نیویارک ٹائمز کے قارئین کو آدھا صفحہ کے ایک اشتہار میں ری پبلک آف خالصتان کا اعلان کیا گیا تھا اور اقوام متحدہ سے اسے شرف قبولیت بخشنے کی اپیل کی گئی تھی۔ یہ اشتہار ڈاکٹر چوہان نے شائع کروایا تھا جس نے بعد میں خالصتان کی اس جلاوطن سرکار کے صدر کا عہدہ بھی خود ہی سنبھال لیا۔

اس اشتہار نے جہاں دنیا کو چونکا دیا وہاں بھارت کو پریشان کر دیا۔ بھارتی حکومت کے لئے ایک نئی اور مشکل دردسر کا آغاز ہوئے جا رہا تھا۔ بھارت سے باہر جہاں دنیا کو بھارتی پنجاب میں ہونے والے مظالم کی کبھی کبھی خبر لگ جاتی تھی وہاں اب انہیں تازہ ترین اطلاعات فراہم ہونے لگیں اور اس طرح خالصتان کا مسئلہ ایک زندہ حقیقت بن کر سامنے آ گیا۔

چوہان پہلی مرتبہ 1972ء میں کینیڈا پہنچا!

ٹورنٹو ایسٹ اینڈ میں جس گروپ سے اس کا پہلا باقاعدہ رابطہ ہوا وہ پیپ گوردوارے کی شرومنی سکھ سوسائٹی تھی۔ گو کہ اس گروپ کے لیڈر پہلے ہی سے اس کو جانتے تھے لیکن اس کی آمد کی خبر پر

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

یہاں جو سینکڑوں سکھ اکٹھے ہو گئے تھے انہوں نے چوہان پر سوالات کی بوچھاڑ کردی۔ وہ لوگ یہ جاننا چاہتے تھے کہ خالصتان کے متعلق اس کے نظریات کی بنیاد اور حقیقت کیا ہے اور وہ کیسے سمجھتا ہے کہ اپنا آزاد اور الگ وطن بنا کر سکھ زیادہ بہتر اور باعزت زندگی بسر کر سکتے ہیں۔ چوہان نے اس سوال کا جواب ایک مثال کی صورت میں دیا۔ اس نے بتایا کہ پنجاب میں اس کے گھر دو کتے تھے۔ ایک بڑا بارعب اور اونچی آواز والا اور دوسرا چھوٹا کمزور آواز والا۔ جب کبھی کوئی گھر کا دروازہ کھٹکھٹاتا تو دونوں کتے بھونکنے لگتے تھے اور بڑے کی آواز چھوٹے پر غالب آجاتی تھی۔ لیکن چھوٹے کی بہر حال اپنی آواز تھی!

اس نے کہا میری مثال اس چھوٹے سے کتے کی ہے۔ میں بھاری بھرکم آوازوں کے درمیان آپ لوگوں کو جگا رہا ہوں۔ خالصتان آپ لوگوں نے اپنے لئے بنانا ہے وقت آنے والا ہے جب سکھ دنیا بھر میں گلیوں بازاروں میں چلا چلا کر خالصتان، خالصتان! پکارا کریں گے۔

جولائی 77ء میں دوبارہ پنجاب جانے تک چوہان نے خالصتان کے متعلق اپنا پرچار بیرونی دنیا میں جاری رکھا۔ دو سال بعد اس نے دہلی سرکار کو یہ کہہ کر کھلا چیلنج دے دیا کہ وہ دربار صاحب امرتسر میں ایک ریڈیو سٹیشن قائم کر رہا ہے جس کے ذریعے وہ بھارتی استبداد کا پردہ چاک کرے گا اور دنیا کو سکھوں پر ڈھائے جانے والے مظالم سے آگاہ کرے گا۔

1980ء میں اس نے مزید جرات کا مظاہرہ کیا اور آزاد خالصتان کا پرچم بھی امرتسر میں سکھوں کی اس متبرک ترین عبادت گاہ ہرمندر صاحب پر لہرایا۔ یہ بھارتی حکومت کے خلاف کھلی بغاوت تھی۔ جسے دنیا کی کوئی حکومت بھی نظر انداز نہیں کرتی۔

یہ ان دنوں کی بات ہے جب مسز اندرا گاندھی دوبارہ وزیراعظم منتخب ہوئی تھی اور اب وہ اپنی پارٹی کے صوبائی الیکشن کی مہم کے سلسلے میں گولڈن ٹمپل امرتسر آئی تھی۔ اسے چوہان کی مدد درکار تھی لیکن اس کے عوض چوہان اس سے بہت کچھ مانگ رہا تھا۔ اسے پنجاب کی اپنے معاملات میں ضرورت سے زیادہ خودمختاری درکار تھی۔ چوہان کے اس مطالبے کا جواب اندرا گاندھی کی طرف سے مسکراہٹ کی شکل میں موصول ہوا۔

اس مسکراہٹ کے پس پردہ موجود دھمکی کو ڈاکٹر چوہان نے اپنے وجدان سے محسوس کر لیا تھا۔ وہ جانتا تھا اب بھارت میں زندگی اس پر اجیرن کردی جائے گی۔ اس سے پہلے کہ بھارتی انٹیلی جنس اس کے خلاف متحرک ہوتی ایک مرتبہ وہ بھارت سے فرار ہو گیا۔

اپنی جنم بھومی سے یہ اس کا آخری فرار تھا!

اس کے بعد وہ دوبارہ کبھی بھارت نہیں گیا۔ اس مرتبہ پھر اس کی بیوی بھارت میں رہ گئی۔ اس کی جائیداد پر بھارتی حکومت۔ نے قبضہ کر لیا تھا۔

ایشیاء، یورپ، امریکا اور کینیڈا میں خالصتان کا پرچار کرتا ہوا ڈاکٹر چوہان بالآخر لندن پہنچ گیا اور پھر یہ لندن ہی اس کا ہیڈ کوارٹر بنا۔ لندن کے ''چھوٹے انڈیا'' یعنی ساؤتھ ہال میں اس نے خالصتان ہاؤس کھول لیا جس کو آرام دہ فرنیچر اور دیگر ضروری اشیاء سے آراستہ کر دیا گیا۔

چند ماہ بعد اس نے خالصتان کا پاسپورٹ، ڈاک ٹکٹ اور کرنسی شائع کروا کر اپنی خود ساختہ حکومت کے لوازمات بھی پورے کرنے شروع کر دیئے۔ خالصتانی کرنسی بھارت میں مروجہ نوٹوں کے بجائے ڈالر کے انداز میں شائع کی گئی تھی۔

شاید اس وقت کسی نے اس کو درخور اعتنا نہ جانا ہو لیکن جب ایسی ہی کرنسی اور دوسری چیزوں کی اشاعت کینیڈا سے شروع ہوئی تو بھارت حکومت کو لینے کے دینے پڑ گئے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ اب خالصتان کی جلاوطن حکومت کے قونصلیٹ بھی کھلنے شروع ہو گئے ہیں اور پہلا قونصلیٹ آفس ٹورنٹو کے مشرق میں موجود اونٹاریو شہر میں قائم کیا گیا تھا۔ کمال کی بات تو یہ ہے کہ ان تمام معاملات کو سب سے زیادہ شہرت بھی بھارت پریس کی وجہ سے ملی جس نے خالصتان سرکار کی معمولی خبروں کو بھی بہت بڑھا چڑھا کر پیش کیا۔

ڈاکٹر چوہان گو کہ بھارت سے فرار ہو چکا تھا لیکن بھارتی انٹیلی جنس نے اسے کبھی اپنی نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دیا اور ہمیشہ اس پر کڑی نظر رکھی۔

اس بات کا ثبوت اس کے دسمبر 1981ء میں نارتھ امریکہ کے دورے سے ملا۔ چوہان نیویارک کے جان ایف کینیڈی ایئرپورٹ پر اترا اور بے شمار مسافروں کے ہجوم میں چپ چاپ لاؤنج تک آگیا۔ اس کا پاسپورٹ تو انڈیا گورنمنٹ نے منسوخ کر دیا تھا۔ اور وہ اقوام متحدہ کے کاغذات پر سفر کر رہا تھا۔ اپنی برف جیسی سفید داڑھی کے ساتھ وہ بھی دوسرے مسافروں کیساتھ تمام مراحل سے گزر گیا۔

ہوائی اڈے کے باہر اس کا استقبال کرنے کے لئے سکھوں کا ایک چھوٹا سا گروپ موجود تھا۔ یہ تمام لوگ تھری پیس سوٹوں میں ملبوس تھے۔ ان سکھوں کے اپنے روایتی لباس پہننے سے احتراز برتا تھا تا کہ اپنی شناخت چھپائے رکھیں۔ اس لاؤنج میں ہمیشہ کی طرح دوسرے انڈین بھی موجود تھے جو عام مسافروں کے روپ میں چوہان کے ساتھ ہی سفر کرتے ہوئے یہاں تک پہنچے تھے لیکن یہ عام لوگ ہرگز

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

نہیں تھے۔ یہ بھارتی انٹیلی جنس کے کارندے تھے!

۞

بھارتی انٹیلی جنس ایجنسیوں نے خالصتان کے خود ساختہ صدر کی تمام سرگرمیوں پر کڑی نگاہ رکھی اور اس کی ایک ایک حرکت کو نوٹ کرتے رہے۔ انہوں نے کینیڈا اور امریکہ میں چوہان کی تقاریر کے مکمل نوٹس لئے اور ان لوگوں کی مکمل فہرست حاصل کی جو اس سے ملنے یا اس کی تقاریر سننے آتے تھے۔

یہ لوگ اپنی دانست میں بہت ہوشیار بن رہے تھے ڈاکٹر چوہان کی نظروں سے کبھی اوجھل نہ رہ سکے۔ ایک سابقہ وزیر اور بھارت کی اہم سیاسی شخصیت ہونے کے ناطے وہ انہیں ایک میل دور سے پہچان لیتا تھا۔

امریکہ میں ایک ہفتہ گزارنے کے بعد چوہان کینیڈا چلا گیا۔ ٹورنٹو میں اس کا قیام اپنے بچپن کے ایک دوست کے گھر رہا۔ یہ شخص میٹرو ٹورنٹو ایریا میں رہنے والے پچاس ہزار سکھوں کا لیڈر شمار ہوتا تھا بعد میں اس کا شمار ڈاکٹر جگجیت سنگھ چوہان کے ابتدائی ساتھیوں میں ہوا جنہوں نے خالصتان تحریک میں اس کا ساتھ دیا۔

کینیڈا کے ایک صحافی نے ایک انٹرویو کے دوران اس سے دریافت کیا کہ بھارتی حکومت غیر ممالک میں اس کے خالصتان سے متعلق پرچار کو کس نظر سے دیکھتی ہے؟

چوہان نے اس سوال کے جواب میں نیویارک کے ہوائی اڈے پر اس کے استقبال کو آنے والے سی بی آئی (انڈین انٹیلی جنس) کے پندرہ ایجنٹوں کی نشاندہی کر دی۔ جن کو وہ پہچانتا تھا۔

اس نے کہا۔

"میں ان حرکتوں سے ہراساں ہونے والوں میں سے نہیں ہوں بلکہ بھارتی حکومت کے ایسے اقدامات سے مجھے مزید تحریک اور حوصلہ ملتا ہے۔ خالصتان پر میرا عزم اور پختہ ہوتا ہے اور بھارتی انٹیلی جنس کے ایجنٹ بھی کوئی ڈھنگ کا کام کرنے کے بجائے اس کے ساتھ ہی مصروف رہتے ہیں۔ اس طرح حکومت کو بعض اہم اطلاعات سے محرومی کا سامنا بھی یقیناً رہتا ہوگا"

چوہان نے عندیہ ظاہر کیا کہ جس تیزی سے مغرب میں خالصتان کے حامیوں کی تعداد بڑھ رہی ہے اس کے بعد یہ گمان کیا جا سکتا ہے کہ مشرقی پنجاب میں اس کے حامیوں کے حوصلے مضبوط ہو رہے ہیں اور اب کم از کم مغربی دنیا میں بھارتی حکومت اس کے حامیوں کو معاف نہیں کرے گی اور ان

کے لئے مصیبتیں کھڑی کرتی رہے گی۔ اس نے بتایا کہ خالصتان تحریک کو کچلنے کے لئے بھارتی حکومت نے دہلی میں ماسٹر پلان تیار کر لیا ہے۔ اس منصوبے کے مطابق بھارتی انٹیلی جنس کے ایجنٹ کینیڈا میں رہنے والے سکھوں کے ہر طبقے میں نفوذ حاصل کر چکے ہیں خصوصاً خالصتان تحریک کے حامیوں کا روپ دھار کر ہماری صفوں میں بھی گھس آئے ہیں۔

اپنے اگلے فقرے میں شدت پیدا کرنے کے لئے اس نے اپنے ایک ہاتھ کی دونوں انگلیاں جوڑ کر اشارہ کرنے کے انداز میں کہا۔

"بھارتی ایجنٹوں نے ابھی سے خالصتان تحریک میں اپنا رول ادا کرنا شروع کر دیا ہے۔ وہ تماشائی بن کر ہمارے درمیان نہیں رہیں گے بلکہ انہوں نے ہوشیاری اور چالاکی سے خالصتان کے حامیوں کا لبادہ اوڑھ لیا ہے اور اس تحریک کے اہم عہدوں پر قابض بھی ہو چکے ہیں۔ خالصتان تحریک کو کچلنے کے لئے بھارتی حکومت نے اپنے خزانوں کے منہ کھول دیئے ہیں اور نہیں کہا جا سکتا کہ اس سے آگے بھی وہ لوگ کہاں تک جا سکتے ہیں۔"

کینیڈین انٹیلی جنس آفیشلز نے ڈاکٹر چوہان کے اس دعوے کو دیوانے کی بڑ سمجھ کر نظر انداز کر دیا کہ کینیڈا میں بھارتی انٹیلی جنس کے لوگ داخل ہو چکے ہیں اور وہ کینیڈا کے سکھوں کے لئے یہاں لا اینڈ آرڈر کے لئے کوئی مسئلہ کھڑا کر سکتے ہیں۔

ڈیپارٹمنٹ آف ایکسٹرنل آرفیئرز نے اوٹاوہ میں ایک بیان جاری کیا۔

"ہمارے پاس اس نوعیت کی کوئی اطلاع نہیں کہ بھارت نے انٹیلی جنس کے کسی ایجنٹ کو کینیڈا بھیجا ہے۔" اوٹاوہ میں بھارتی کمیشن نے ایک بیان میں ڈاکٹر چوہان کے اس بیان کو لغو اور بے بنیاد قرار دے کر اس معاملے پر خاموشی اختیار کر لی۔

اس کے برعکس ٹورنٹو میں چوہان کے پیروکاروں نے اس کی پیشین گوئیوں پر کان دھرے۔ ان لوگوں کو ڈاکٹر چوہان کی خداداد صلاحیتوں پر زبردست اعتماد تھا۔ انہوں نے کہا چوہان کے پاس کوئی ایسی پراسرار قوت ہے جو اس کو مستقبل میں جھانکنے پر قدرت دلائے ہوئے ہے۔

۞

وہ مقناطیسی شخصیت کا مالک ہے۔

ایک مرتبہ پنجاب میں اس نے اپنے کلینک پر ایک قریب المرگ مریض کی آنکھوں میں

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

آنکھیں گاڑ کر اسے شفایاب کر دیا تھا۔ مریض جسے سٹریچر پر لاد کر لایا گیا تھا اپنے قدموں پر چل کر واپس گیا تھا۔ چوہان کے متعلق عام طور پر کہا جاتا ہے کہ وہ بچپن ہی سے امراض کی تشخیص پر قدرت رکھتا تھا اور بچپن ہی سے اپنے باپ کے کلینک میں جو خود بھی ڈاکٹر تھا اس کا ہاتھ بٹایا کرتا تھا۔ وہ ازراہ مذاق کہا کرتا تھا کہ میڈیکل میں داخلہ لینے سے پہلے ہی وہ علم الادویات پر عبور حاصل کر چکا تھا۔

چوہان نے اپنے پیروکاروں کو کبھی تشدد کی تلقین نہیں کی تھی وہ سمجھتا تھا کہ جلد یا بدیر وہ اپنی قوم کو یہ سمجھانے کے لائق ہو جائے گا کہ ان کا ملی تشخص ایک قوم کی حیثیت سے تب ہی برقرار رہ سکتا ہے اگر وہ اپنا الگ وطن خالصتان حاصل کر لیں۔ خالصتان کے حصول کے لئے اس نے پر امن راستہ اپنایا۔

لیکن؟

ڈاکٹر چوہان کا یہ اندازہ غلط ثابت ہوا اس کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہ آسکی کہ اگلے چند سالوں میں سکھ سیاست میں کیا انقلابات برپا ہونے والے ہیں۔ اسے احساس نہیں تھا کہ حالات ایسا رخ اختیار کر لیں گے کہ اعتدال پسند سکھوں کو بھارتی حکومت کے خلاف ہتھیار اٹھانے پر مجبور ہونا پڑے گا۔

چوہان نے ہمیشہ یہی کوشش کی کہ تحریک تشدد کی راہ اختیار نہ کر جائے اس نے مسلح جدوجہد کو نظر انداز کرتے ہوئے پروپیگنڈے کے محاذ پر کام جاری رکھا لیکن دنیا کی کچھ حکومتوں کی اخلاقی اعانت کے باوجود یو این او میں خالصتان کے لئے "آبزرور" کا درجہ حاصل کرنے میں بھی ناکام رہا۔ اس کے باوجود اس کا اعتقاد اسی نظریے پر رہا کہ ہر مشکل مسئلے کا حل مل بیٹھ کر نکالا جا سکتا ہے۔

ان دنوں میں بھی جب خالصتان تحریک، ایک پر امن تحریک تھی فنڈنگ کی فراہمی کا سب سے بڑا مرکز کینیڈا ہی تھا اور جب یہ تحریک مسلح جدوجہد کی شکل اختیار کر چکی ہے تب بھی کینیڈا ہی پنجاب میں برسرپیکار سکھ حریت پسندوں کے لئے فنڈز کی فراہمی کا سب سے بڑا مرکز ہے۔ اس تلخ حقیقت کو بھارتی حکومت نے کبھی فراموش نہیں کیا کہ پنجاب میں بھارتی استعمار کو للکارنے والے سکھوں کو فنڈز کی شکل میں تازہ خون کینیڈا سے ہی مل رہا ہے۔ انہوں نے ان فنڈز کو روکنے کے لئے ہر ممکن طریق کار اختیار کیا۔ اس کے لئے کینیڈا میں مقیم سکھوں کو خالصتان تحریک کے خلاف کرنے کے لئے جھوٹا پروپیگنڈہ کیا گیا۔

اس تحریک کے حامی لوگوں کو ڈرایا دھمکایا گیا۔

انہیں بھارت میں بلیک لسٹ کر دیا گیا۔

بھارتی ویزے پر پابندی لگا دی گئی۔

جس کسی سکھ پر خالصتان حمایتی ہونے کا شک گزرا اس کے رشتہ داروں کے لئے بھارت میں زندگی اجیرن کر دی گئی۔

لیکن۔۔۔

ایسے تمام ہتھکنڈوں کے باوجود بھارتی حکومت کو جب ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا تو انہوں نے فیصلہ کر لیا کہ اب اس کے سوا کوئی چارہ کار باقی نہیں رہا کہ سکھوں کو اقوام عالم کی نظروں میں ذلیل و رسوا کیا جائے اور ان کی تحریک آزادی کو تخریب کار کی حیثیت سے پہچانا جائے۔ اس مہم کا آغاز بھی انہوں نے کینیڈا ہی سے کرنے کی ٹھانی۔

اس ضمن میں 9 اپریل 1981ء کو بھارت کے اس وقت کے وزیر داخلہ گیانی ذیل سنگھ نے پریس کو ایک بیان جاری کیا کہ تشدد پسند خالصتان نواز سکھوں پر بھارتی حکومت کی نظر ہے اور بھارتی حکومت کینیڈا میں خالصتان تحریک کے حامی سکھوں کی سرگرمیوں کا گہری نظروں سے جائزہ لے رہی ہے۔ اگر ان لوگوں نے بھارتی سالمیت کے لئے خطرات پیدا کرنے کی کوشش کی تو ان کے خلاف مقامی حکومتوں کی مدد سے سخت کارروائی کی جائے گی! اس بیان کے ذریعے بھارت کے وزیر داخلہ نے ایک طرح سے خالصتان کے حامی غیر ممالک میں رہنے والے سکھوں کو دھمکی دے دی تھی کہ ان کی "مانیٹرنگ" کی جا رہی ہے اور ملک سے باہر بھی بھارتی حکومت ان کے خلاف کوئی بھی قدم اٹھا سکتی ہے۔

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

18 مارچ 1982ء

کلدیپ سنگھ سمرا اوسگوڈی ہال کورٹ روم میں بیٹھا بے چینی سے پہلو بدل رہا تھا۔ کرسی پر ایک کونے میں موجود وہ متعدد مرتبہ دروازے کی طرف دیکھ چکا تھا ہر دفعہ اس کی نظریں مایوس لوٹتیں تو اس کی جھنجھلاہٹ مزید بڑھ جاتی۔ اپنی بے چینی پر قابو پانے کے لئے وہ عدالت کے کمرے سے اٹھ کر باہر چلا گیا اور کمرے کے سامنے موجود گیلری میں ٹہلتا رہا پھر دوبارہ اپنی جگہ پر واپس آ کر بیٹھ گیا۔ بالآخر کینیڈا کی سپریم کورٹ کے جج جون اوسلر نے انٹاریو کی اس کورٹ میں جہاں لوگ ایک اہم مقدمے کی کارروائی سن رہے تھے اپنا فیصلہ سنانا شروع کیا۔ کلدیپ سنگھ سمرا پتھر کی طرح بے حس وحرکت اپنی جگہ بیٹھا اس کا فیصلہ سنتا رہا۔

اوسگوڈی ہال کی یہ عدالت ٹورنٹو کے ڈاؤن ٹاؤن میں شمال مشرقی کونے پر کوئین سٹریٹ اور یونیورسٹی ایونیو کے عین درمیان واقع تھی جو یہاں کی مصروف ترین شاہراہ ہے۔ ایک سو ساٹھ سالہ پرانی اس عمارت کو اپنے طرز تعمیر سیاہ رنگ کے لوہے کے بڑے بڑے دروازوں، سرخ اینٹوں کی عمارت اور کشادہ لان کی وجہ سے ہمیشہ سے انفرادیت حاصل رہی ہے۔ اس عدالت میں کینیڈا کی تاریخ کے بہت سے اہم مقدمات کا فیصلہ سنایا گیا ہے۔ عدالت کے مختلف کمروں میں قابل احترام جج صاحبان پورے عدالتی وقار کے ساتھ براجمان مختلف مقدمات کی کارروائی سننے میں مصروف تھے۔ یہاں کسی ہنگامہ آرائی کا تصور ہی محال تھا اور 1982ء میں گنتی کے چند کورٹ کانسٹیبل بلڈنگ کی حفاظت پر متعین تھے۔ یہ محافظ عموماً ریٹائرڈ لوگوں میں سے لئے جاتے تھے جن کا زیادہ وقت فوم کے بنے کپوں میں چائے پینے، ایک دوسرے پر فقرے چست کرنے اور عدالتوں کے باقی عملے کے ساتھ مذاق میں گزرتا تھا۔ ان لوگوں نے کانسٹیبلوں کی وردیاں تو پہنی ہوتی تھیں لیکن ان لوگوں کے پاس اسلحہ نہیں ہوتا۔

کلدیپ سنگھ سمرا جو کچھ کرنے جا رہا تھا ظاہر ہے یہ نہتے کانسٹیبل اس کا گمان ہی نہیں کر سکتے تھے۔ نہ ہی کوئی ذہنی طور پر تھوڑی دیر بعد ٹوٹنے والی آفت کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار تھا۔ سمرا نے اس

عدالت میں پیپ ایونیو گوردوارے میں ہونے والے انتخابات کو روک دینے کے لئے درخواست گزاری تھی۔ سکھوں میں اس گوردوارے کی انتظامی کمیٹی کی صدارت کا حصول سکھوں کے لئے بڑی انا کا مسئلہ بن جاتا ہے اس کے لئے لوگ طاقت اور دولت کا بھرپور استعمال کرتے ہیں۔ سکھوں میں گوردوارے میں ہونے والی سیاست حالات کی کایا ہی پلٹ کر رکھ دیتی۔ کلدیپ سنگھ سمرا نے گوردوارے کا کنٹرول سنبھالنے کے لئے سر دھڑ کی بازی لگا رکھی تھی۔

اسی روز جج اوسلر کی دوسری منزل پر موجود عدالت کے کمرے میں بہت کم گنتی میں لوگ موجود تھے۔ یہ چند لوگ وہ تھے جن کا اس مقدمے کی سماعت سے کچھ نہ کچھ تعلق ضرور رہا تھا اور آج وہ مقدمے کا فیصلہ سننے کے لئے یہاں موجود تھے۔ جج اوسلر نے اپنے فیصلے میں کلدیپ سنگھ سمرا کی درخواست رد کرتے ہوئے دوسری پارٹی کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ کینیڈا کی اس اعلیٰ ترین عدالت کے جج نے اپنے فیصلے میں لکھا کہ آئینی طور پر وہ گوردوارے کے الیکشن میں مداخلت کا کوئی حق نہیں رکھتے نہ ہی عدالت یہ محسوس کرتی ہے کہ الیکشن سے امن دامان کا کوئی مسئلہ پیدا ہو جائے گا کیونکہ یہ الیکشن سکھوں میں معمول کی مذہبی کارروائی کا حصہ ہیں۔

سمرا کے لئے عدالت کی طرف سے دیا جانے والا فیصلہ ناقابل تھا۔ ٹورنٹو کی سکھ آبادی میں ایک ممتاز مقام کا حامل کلدیپ سنگھ سمرا پہلے بھی کینیڈا حکومت کے بہت سے فیصلوں سے نالاں تھا۔ وہ یہاں کے طریق انصاف سے ہمیشہ شاکی رہا۔ 1975ء میں جب اسی گوردوارے میں فنڈز میں گھپلے کا مسئلہ کھڑا ہوا اور سمرا نے اس پر احتجاج کیا تو مخالف گروپ نے سمرا اور اس کے بھائی جسپال سنگھ کو چاقو گھونپ کر گوردوارے کے سامنے سڑک پر پھینک دیا تھا دونوں بھائیوں کا خون سڑک پر بہتا رہا۔ لیکن پولیس نے ان کی مدد نہ کی۔ پولیس دیر سے وہاں پہنچی۔ سمرا نے حملہ آوروں کے نام بھی لکھوائے لیکن کینیڈین پولیس نے یہ مقدمہ عدالت تک نہیں پہنچایا۔ اس مقدمے کی سماعت عدالت کے لئے ممکن نہیں تھی کیونکہ پولیس مطلوبہ گواہ فراہم کرنے میں ناکام تھی اور کینیڈا میں صرف مضروب کی گواہی کو کافی نہیں جانا جاتا اس کے لئے موقع کے گواہ درکار تھے جو پولیس کو میسر نہ آ سکتے تھے۔ اس صریحاً زیادتی کا ذکر کلدیپ سنگھ سمرا اکثر کیا کرتا تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ اتنے ترقی یافتہ ملک میں بھی اسے انصاف نہیں مل سکا۔

جیسے ہی جج نے اپنا فیصلہ مکمل کیا اچانک ہی سمرا نے پوائنٹ 357 کا میگنم پستول نکالا۔ ایک

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

قدم اپنی جگہ سے اٹھ کر جج کی طرف بڑھا اور اس پر گولیاں برسانا شروع کر دیں۔ فائرنگ کرتے ہوئے وہ جج، عدالت اور کینیڈا کے نظام کو دیوانہ وار گالیاں دیتا رہا۔ حیرت کی بات تو یہ ہے کہ عدالت کے نزدیک ہی موجود بار روم میں میگنم کی طاقت ور فائر کی آوازیں سنی گئیں لیکن وکیلوں نے یہی سمجھا کہ یہ ''کریکر'' کی آواز ہے۔ شاید سکھوں کی کسی تقریب میں پٹاخے چلائے جا رہے ہیں۔

وکیل ہی کیا...... نزدیکی عدالتوں میں بھی معمول کے مطابق اس وقت کام جاری رہا جب تک کہ لوگوں کو واقعے کی اصلیت کا علم نہیں ہوا۔

اوسگوڈی ہال کی عدالتوں کے کمرے قدرے چھوٹے ہیں یہی وجہ ہے کہ پہلے دو آدمی جو سمرا کی گولیوں کا نشانہ بنے ان کا سمرا سے فاصلہ بمشکل دو تین گز تھا۔ مرنے والوں میں پہلا تو فریق مخالف کا وکیل آسکر بونیکا اور دوسرا بھوپندر سنگھ پنوں تھا۔ پنوں سابقہ پہلوان اور اب ٹرک ڈرائیور تھا۔ سمرا کا مخالف اور خاصے اثر ورسوخ کا حامل۔ اسے سکھوں میں ایک مضبوط شخص کی حیثیت سے پہچانا جاتا تھا۔ وکیل آسکر آج پہلی مرتبہ اس کیس کے سلسلے میں عدالت میں پیش ہوا تھا۔ اس کا دوست ڈیوڈ فلپ سمرا کی مخالف پارٹی کا وکیل تھا لیکن آج وہ ضرورت سے زیادہ ہی مصروف تھا اور یوں بھی چونکہ صرف فیصلہ ہی سننا تھا اس لئے اس نے اپنے جونیئر آسکر کو یہاں بھیجا تھا جب سمرا نے فائرنگ شروع کی تو آسکر فونیکا اس ارادے سے اسکی طرف بڑھا کہ اسے فائرنگ سے منع کر سکے۔

اس نے بمشکل دو قدم سمرا کی طرف بڑھائے اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر چلایا۔

''کلدیپ فائرنگ بند کرو........ بند کرو۔''

آسکر فونیکا اسی روز 3 بجے مر گیا جبکہ پنوں کی موت اس کے دو گھنٹے بعد واقع ہوئی۔ پنوں اپنے ایک مقدمے کی پیروی کے سلسلے میں آیا تھا اس پر ناجائز پستول رکھنے اور ایک شخص کو دھمکیاں دینے کا الزام تھا۔

سمرا کا تیسرا شکار امرجیت ٹاٹلا تھا۔ جب گولی پنوں کو لگی تو امرجیت ٹاٹلا جو پیپ گوردوارے کا صدر تھا۔ اور پنوں کے ساتھ ہی ایک میز پر جھکا گوردوارے کا ریکارڈ دیکھ رہا تھا سمرا کی گولی کا نشانہ بن گیا۔ وہ منہ کے بل زمین پر گرا اور یہی عمل اس کی سلامتی کا باعث بن گیا۔ بروقت طبی امداد نے اس کی جان بچائی لیکن امرجیت آج تک اس حادثے کو فراموش نہیں کر پایا۔ یہ خونی ڈرامہ چند سیکنڈ میں اپنے انجام کو پہنچ گیا!

سمرا عدالت کے کمرے سے نکل کر بائیں ہاتھ سیڑھیوں کی طرف بھاگا اور کارپیٹڈ سیڑھیاں اتر کر نیچے پہنچ گیا۔ یہاں سے اس نے ایک بغلی دروازے کی طرف دوڑ لگائی جہاں پارکنگ میں پہلے سے ایک کار سمرا کی منتظر تھی۔ سمرا جیسے ہی کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھا پہلے سے سٹارٹ کار کے انجن حرکت میں آئے اور دوسرے ہی لمحے کار کوئین روڈ پر بھاگنے لگی۔ یہ اس کی آخری جھلک تھی جو دیکھی گئی اس کے بعد کسی نے آج تک سمرا کو نہیں دیکھا۔

پولیس کو اس بات کا یقین ہے کہ پوائنٹ 357 کا یہ میگنم پستول جو سمرا نے استعمال کیا اسی دن علی الصباح ایک مقامی سکھ نے اسے فراہم کیا تھا جو ''بلا'' کے نام سے جانا جاتا تھا۔ بلا سمرا کے ساتھی نوجوان سکھوں میں شامل تھا۔ یہ وہ لوگ تھے جو سمرا کے اشارے پر کچھ بھی کر گزرنے کو تیار تھے۔ یہی وہ شخص تھا جو کار سمیت باہر سمرا کا منتظر تھا تاکہ اسے فرار میں مدد دے اور محفوظ ٹھکانے تک پہنچائے پولیس آج تک بلا کو گرفتار نہیں کر سکی کیونکہ معاونت جرم کو ثابت کرنے کے لئے بھی انہیں سمرا کو عدالت میں پیش کرنا ہوگا۔

بلا نے اپنی کار میں سمرا کو پہلے سے طے شدہ منصوبے کے مطابق ٹورنٹو کے مغربی حصے میں اینو بی کوکوی ناں علاقے کے ویلوریج ایونیو کے ایک کمپارٹمنٹ میں پہنچا دیا۔ یہاں کی بڑی بڑی بلڈنگیں پناہ گزینوں سے اٹی پڑی تھیں۔ پولیس کو علم ہو گیا۔ کہ سمرا نے یہاں پناہ لے رکھی ہے۔ اس علاقے پر چھاپہ مارا گیا لیکن پولیس کی آمد سے پندرہ منٹ پہلے ہی شکار اس کے ہاتھ سے نکل گیا۔ بعد میں پولیس کو علم ہوا کہ سمرا اس بلڈنگ کے ایک اپارٹمنٹ میں داخل ہوا تھوڑی دیر بعد دوسرے میں منتقل ہو گیا۔ اور رات اس نے تیسرے اپاٹمنٹ میں بسر کی۔

اگلے روز سمرا مانٹریال کی طرف محو سفر تھا!

مانٹریال سے ونیکور تک اس نے معمول کی پرواز سے غلط نام کے ساتھ سفر کیا۔ یہاں سے اس نے اپنی بیوی کو فون کیا جو اونٹاریو کے اٹارنی جنرل کے آفس میں سیکرٹری کے فرائض انجام دے رہی تھی۔ ٹیلیفون پر اپنے دونوں بچوں کے ساتھ بات کی۔ کینیڈا کی پولیس نے وینکور کے ایک ٹیلیفون بوتھ سے کی جانے والی اس کال کو ''بگ'' کیا تھا۔ جب انہیں اطلاع ملی کہ مسز سمرا وینکور کی طرف سفر کرنے کی تیاریاں کر رہی ہے تو کینیڈا انٹیلی جنس پولیس کے سارجنٹ جمال خان کو مسز سمرا کے تعاقب کی ہدایت کر دی گئی۔

خان کا تعلق پولیس کے لسانی سکواڈ سے تھا اور اس کی بااصولی کی مثالیں دی جاتی تھیں کیونکہ وہ قانون کی کتابوں سے باہر کچھ بھی کرنے کا قائل نہیں تھا۔ مسز سمرا نے سارجنٹ خان کو پہچان لیا تھا

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

اور محتاط بھی ہوگئی تھی۔ دونوں ایک دوسرے کو جانتے تھے اور دونوں نے ایک دوسرے کی خیریت بھی دریافت کی۔

✡

وینکورائیر پورٹ پر مسز سمرا کو اس کے استقبال کے لئے آنے والوں نے بڑی پھرتی سے باہر نکالا اور کار میں لے کر ہوا ہو گئے جبکہ سارجنٹ خان ابھی تک مقامی پولیس میں اپنے ''ساتھی'' کو تلاش کر رہا تھا۔ تین دن تک مسلسل ناکامیوں کا منہ دیکھنے کے بعد بے نیل و مرام ٹورنٹو واپس آ گیا۔

سمرا کو ڈھونڈنے کی تمام تر کوشش بظاہر ناکام ہو چکی تھیں لیکن ایک موہوم سی امید اب بھی باقی تھی۔ عین ممکن تھا کہ وہ کینیڈا کی سرحد عبور کرتا ہوا گرفتار ہو جائے۔ پولیس کو یقین تھا کہ وہ ویسٹ کوسٹ سے کینیڈا کی سرحد عبور کر کے امریکہ میں داخل ہونے کی کوشش کرے گا اور یہاں سے پھر کیلیفورنیا جائے گا۔ امریکن بارڈرز چیک پوائنٹس کو ''ریڈ الرٹ'' مل چکا تھا لیکن ایک کسٹم آفیسر نے انٹیلی جنس کے پاس عندیہ ظاہر کیا کہ اس کی چیک پوسٹ سے دو کاریں جن میں کچھ سکھ سوار تھے۔ امریکہ میں داخل ہوئی تھیں۔ عین ممکن ہے سمرا ان ہی میں سے کسی ایک میں سوار رہا ہو۔

پولیس کے کان کھڑے ہوئے لیکن اب کھیل ان کے ہاتھ سے نکل چکا تھا۔ بعد میں پولیس کے علم میں جو کہانی آئی وہ کچھ اس طرح تھی کہ دو روز پہلے کینیڈا سے دو کاریں جن میں سکھ سوار تھے سرحد پر پہنچیں۔ کار سواروں کی منزل واشنگٹن تھی۔ دونوں کاریں کسٹم چیک پوائنٹ پر ایک دوسرے کے پیچھے کھڑی ہو گئیں۔ امریکن کسٹم والوں نے اگلی کار کو کلیئر سگنل دے دیا دوسری کار کلیئر ہونے کے لئے کسٹم بوتھ کی طرف بڑھی اچانک ہی پیچھے سے آنے والی ایک ویگن نے کار کو ٹکر ماری۔ دھماکے کی آواز سن کر امریکن کسٹم کے لوگ اسی طرف لپکے۔ عین ان لمحات میں جب لوگ اس طرف متوجہ تھے کار سواروں میں سے ایک سکھ جو سمرا تھا اس افراتفری میں آنکھ بچا کر کار میں جا بیٹھا جو پہلے ہی ''کلیئر'' ہو چکی تھی اور آرام سے سرحد عبور کر گیا۔

بظاہر تو یہی دکھائی دیتا ہے کہ سمرا نے آسانی سے سرحد عبور کر لی ہو گی لیکن کینیڈین انٹیلی جنس کی رپورٹ ہے کہ سمرا نے فرار سے پہلے اپنے لئے جعلی دستاویزات تیار کروالی تھیں جن کی مدد سے اس کی شناخت تبدیل ہو چکی تھی کاغذات تیار کروانے کے لئے سمرا نے بھارتی قونصلیٹ میں اپنے ایک ''دوست'' کی مدد حاصل کی تھی جس نے اس کے لئے بھارتی پاسپورٹ کا بندوبست کیا جہاں اس کا نام

بدل چکا تھا۔

کینیڈا سے امریکہ پہنچنے کے بعد سمرا نے کچھ عرصہ کے لئے فورنیا کی یوبا کاؤنٹی میں گزارا۔ شمالی امریکہ میں یہ سکھوں کی سب سے بڑی کاؤنٹی شمار ہوتی ہے۔ یوبا سٹی کیلیفورنیا کی فروٹ بیلٹ پر آباد ہے اور یہاں سکھوں کے بڑے بڑے پھلوں کے فارم ہیں یہ دراصل وہی سکھ ہیں جن کے آباؤ اجداد اس صدی کے اوائل میں برٹس کولمبیا میں آباد ہوئے تھے۔ یہاں کے سکھ اتنے متمول اور با اثر ہیں کہ مقامی انتظامیہ ان سے عموماً خوفزدہ رہتی ہے۔ سکھوں کے اثر و رسوخ کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس سٹیٹ میں ''گورونانک ڈے'' پر سرکاری چھٹی کی جاتی ہے۔

سمرا کے حادثے کے ایک ماہ بعد جب کینیڈین انٹیلی جنس نے یہاں کے مقامی شیرف سے رابطہ کر کے اس کی یہاں موجودگی کا شبہ ظاہر کیا تو شیرف نے کہا۔

''اگر وہ یہیں پر چھپا ہوا ہے تو میں آپ کو صاف صاف بتا دوں کہ دنیا کی کوئی طاقت اسے یہاں تلاش نہیں کر سکتی''

✡

1983ء میں انکشاف ہوا کہ سمرا پنجاب پہنچ چکا ہے۔ بھارتی پولیس کو مطلع کیا گیا لیکن کسی نے اسے گرفتار نہیں کیا بلکہ باور کیا جاتا ہے کہ وہ امریکہ سے میکسیکو چلا گیا تھا جہاں سے وہ مڈل ایسٹ پہنچ گیا۔ یہاں اس نے دوبئی یا پھر کسی اور سٹیٹ میں قیام کیا تھا۔ صدیوں سے ہندوستان اور مشرق وسطی کے درمیان تجارتی روابط قائم ہیں اس کے لئے زیادہ تر دوحہ کا راستہ اختیار کیا جاتا ہے۔ دو ہزار سال پرانی بندرگاہ آج بھی جوں کی توں قائم ہے۔ بھارت کی جنوبی کھاڑی دوحہ اور بمبئے کو آپس میں ملاتی ہے 60ء اور 70ء کے عشرے میں جب بھارت نے غیر ملکی درآمدات پر پابندی عائد کر دی تھی اس کے بعد سے سونے اور دیگر غیر ملکی اشیاء کی سمگلنگ کے لئے یہی راستہ استعمال ہو رہا ہے۔

بمبئے کے سمگلر دوحہ کے راستے سونا، گھڑیاں، ٹرانسسٹر، ریڈیو، جین اور دیگر غیر ملکی مصنوعات لے کر بھارت آتے ہیں۔ بمبئے کی پولیس افسر شاہی اور سیاست دان اس اربوں روپے کی غیر قانونی تجارت میں پوری طرح ملوث ہیں انہیں ان کا حصہ گھر بیٹھے پہنچا دیا جاتا ہے۔ بھارت کے نامور سمگلروں میں حاجی مستان خان کو خصوصی اہمیت حاصل رہی ہے۔ یہ شخص بھارت کے مغربی ساحل پر واقع ایک تحصیل کونکان کا رہائشی بتایا جاتا ہے۔ حاجی مستان نے دنوں میں شہرت حاصل کی تھی۔ اس کی بڑی وجہ

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

اس کے سیاست دانوں اور حکومتی عہدیداروں سے تعلقات بتائی جاتی ہے کہا جاتا ہے کہ وہ اندرا کانگریس کو لاکھوں روپے کی چندے کی صورت میں مدد دیا کرتا تھا۔ اس کے دبدبے اور سرکاری دربار میں عزت کا یہ عالم تھا کہ بڑے بڑے سیاست دان اس کی پارٹیوں میں شمولیت کو اپنا اعزاز جانتے تھے۔

سمرا حاجی مستان کے کسی ایجنٹ کے ذریعے اسی سمندری راستے سے لانچ کے ذریعے بھارت پہنچا۔ اس طرح وہ بھارت میں اپنی آمد کے ''اندراج'' سے بھی محفوظ رہا۔ پنجاب کی ایک کروڑ ستر لاکھ کی آبادی میں سمرا کو ڈھونڈنا پنجاب پولیس کے لئے ناممکن تھا۔ یہاں روزانہ خالصتان نواز سکھوں سے مقابلہ رہتا تھا اور لاء اینڈ آرڈر کی صورت حال کو سنبھالے رکھنا ہی ناممکن ہو رہا تھا۔ جہاں روز درجنوں لوگ مقابلوں میں مارے جاتے تھے وہاں پولیس کینیڈا میں دو افراد کے قاتل کو کہاں تلاش کرتی۔ کینیڈین پولیس کو ہر مرحلے پر ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ خصوصاً اس اطلاع کے بعد کہ وہ پنجاب میں پہنچ چکا ہے اور بھارتی پولیس کی طرف سے اظہار مایوسی کے بعد سے تو کینیڈین پولیس نے بالکل ہی حوصلہ ہار دیا اور اس حادثے کے ایک سال بعد ہوی سائیڈ منسٹر ڈیوڈ نے ایک بیان میں کہا۔

''ہماری ہر کوشش بری طرح ناکام ہوئی ہے۔ ابھی تک پولیس نے سمرا کی فائل بند تو نہیں کی لیکن اس پر کوئی کارروائی بھی نہیں ہو رہی''

سمرا کیس کینیڈین پولیس کے ماتھے پر ایک بدنما داغ ہے۔ اس کی کامیابی کی وجہ دراصل اس کے وہ ''مضبوط رابطے'' تھے جو اس نے یہاں 1970ء کے بعد سے استوار کئے۔ اس کے دوستوں میں اس کے نوجوان اور پرجوش حامیوں کے علاوہ مقامی بھارتی ڈپلومیٹس اور ٹورنٹو میں موجود ایسٹ انڈین تھے۔

سمرا کی کہانی بہت عجیب ہے وہ جالندھر کے لائلپور خالصہ کا گریجویٹ تھا۔ اور کینیڈا میں بڑے خواب لے کر آیا تھا لیکن یہاں اس کی بی ایس سی کی ڈگری کسی کام نہیں آسکتی تھی کیونکہ کینیڈا کی کوئی یونیورسٹی پنجاب یونیورسٹی کی ڈگری کو تسلیم نہیں کرتی یہاں صرف بمبئی، دہلی، کلکتہ اور مدراس یونیورسٹیوں کی جاری شدہ ڈگریاں ہی تسلیم کی جاتی ہیں۔ اس صورت حال نے اسے بڑا دل برداشتہ کیا اور وہ ایک مقامی گلاس ساز فیکٹری میں کام کرنے لگا۔ جب سمرا فرار ہوا تو کینیڈین پولیس نے اس کی جسمانی نشانیوں میں اس کے کٹے ہوئے انگوٹھے کی خصوصاً تشہیر کی تھی۔

سمرا کی زندگی نے پہلا اہم موڑ 1970ء کے آغاز میں لیا جب ٹورانٹو اور وینکور میں پاکستانی

اور بھارتی نژاد باشندوں پر مقامی آبادی کی طرف سے حملوں کا سلسلہ شروع ہوا۔ مقامی گوروں کے ایک گروپ نے لسانی بنیادوں پر یہ وارداتیں شروع کی تھیں جن میں ایشیائی لوگوں کے چھوٹے چھوٹے بچوں کو بھی بہیمت کا نشانہ بنایا گیا۔ اس ظلم وستم کے رد عمل میں ایشیائی نوجوانوں نے اپنا ایک گروپ انڈین ڈیفنس کمیٹی (ای آئی ڈی سی) کے نام سے قائم کیا۔ جس میں سمرا نے بھی شمولیت اختیار کر لی۔ اس چھوٹے سے گروپ کا ہیڈ کوارٹر سمرا کا گھر تھا جہاں ہاٹ لائن پر ممبران کا سلسلہ ایک دوسرے سے قائم رہتا۔ ان لوگوں نے ''اینٹ کا جواب پتھر'' کا نعرہ لگایا تھا جہاں سے بھی ان کو ایشیائی باشندوں پر حملہ کی اطلاع ملتی یہ لوگ فوراً اس کا بدلہ کسی گورے کا مار پیٹ کر اتار لیتے۔ چونکہ اس گروپ تعداد مارکسسٹ نظریات کے حامل بائیں بازو کے لوگوں کی تھی اس لئے یہ لوگ جلد ہی برٹش پولیس اور انٹیلی جنس کی نظروں میں آ گئے۔

سیکورٹی سروس کے علم میں یہ بات آئی کہ سمرا کے گروپ کے لوگوں کے پاس آتشیں اسلحہ بھی آ چکا ہے۔ یہ لوگ آہنی مکوں سے ہمیشہ مسلح رہتے ہیں اور بات کرنے سے پہلے وار کرنے کی پالیسی پر کاربند اور نسلی تعصب کے خلاف ایشیائی لوگ جو جلوس نکالتے تھے اس میں موجود سمرا گروپ کے لوگ خاص طور سے پولیس پر حملہ آور ہوتے تھے۔ 1980ء جولائی میں سمرا کو ایک ایسے ہی جلوس کے درمیان ایک پولیس آفیسر پر حملہ کر کے اسے زخمی کرنے کے جرم میں گرفتار کیا گیا۔ سمرا کے رویئے سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ ''ڈاؤن ٹاؤن'' میں ایک روایتی بدمعاش قسم کے ہیرو کا مقام حاصل کرنا چاہتا تھا۔ ایسے بدمعاش ہیرو ہندوستان میں اکثر پائے جاتے ہیں۔ جلد ہی وہ مقامی لوگوں کے علاوہ افریقن نیشنل کانگریس اور کمیونسٹ پارٹی آف کینیڈا میں مقبول ہونے لگا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی مقامی دولت مندوں سے بھی اس کے گہرے مراسم قائم ہو گئے تھے۔

ایک وقت میں جبکہ وہ مغربی سوسائٹی کا دلدادہ تھا اس کی عادت تھی کہ اپنے دوستوں کو پنجابی گانے سناتے ہوئے قیمتی شراب سے ان کی تواضع بھی کرتا تھا اپنے ایک کروڑ پتی دوست سے اس کا تعارف ٹورنٹو میں انڈین وائس قونصلیٹ دیوندر سنگھ آہلووالیہ سے ہوا۔ شراب پر روز بروز بڑھنے والے مقامی اور حکومتی ٹیکس سے غیر ملکی سفارت خانے مستثنیٰ تھے۔ آہلووالیہ قونصلیٹ سے چند ڈالر کے عوض شراب کے کریٹ لے آتا اور سمرا اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ اس کی محفلیں جمنے لگیں۔ ٹریول ایجنٹوں اور کونسلر کی دوستی کی وجہ سے سمرا کو کبھی شراب اور دولت کی کمی کا شکوہ نہیں رہا۔ اس نے پنجاب میں اپنے گھر والوں کی خود مدد کی اور دنوں میں ان کی بھی قسمت بدل دی۔

اس کے ''دوستوں'' نے جب دیکھا کہ سمرا اب ان کے قابو آ گیا ہے، تو اس کو ''پیپ

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

گوردوارے'' پر کنٹرول کا مشورہ دیا۔ جہاں سمرا کے لئے دو بہترین دلچسپیاں موجود تھیں۔ ایک تو اس دور میں یہ ٹورنٹو کا واحد گوردوارہ تھا جہاں سینکڑوں ڈالر کا روزانہ چڑھاوا چڑھتا تھا اور گوردوارے کے نام پر سینکڑوں ملین ڈالرز کی زمین وگھان ٹاؤن شپ میں شہر کے شمال میں موجود تھی۔ اس کے ساتھ یہ گوردوارہ بھارتی سیاست کا کینیڈا میں گڑھ سمجھا جاتا تھا کہ یہی وہ گوردوارہ تھا جہاں 1972ء میں ڈاکٹر جگجیت سنگھ چوہان نے سب سے پہلے اپنا خالصتان سے متعلق نظریہ پیش کیا تھا۔ اس کے بعد سے گوردوارے سے ملحقہ سکھوں کی اکثریت خالصتان تحریک کی حمایت کرنے لگی تھی۔ سمرا کو یقین تھا کہ اگر اس نے گوردوارے کی کمان اپنے ہاتھ میں لئے لی تو وہ خالصتان مخالف سکھوں کی قیادت بھی سنبھال لے گا۔ اس طرح وہ متعلقہ فریق کو بلیک میل کر کے اچھی خاصی دولت جمع کر سکتا تھا۔ 1987ء تک جب اس گوردوارے پر خالصتانیوں نے دوبارہ قبضہ جمالیا۔ اس گوردوارے کی شہرت ''بھارتی حمایتی'' گوردوارے کی ہی تھی۔

سمرا کی ''اینٹی خالصتانی'' شہرت جلد ہی دم توڑنے لگی جب اس نے آہستہ آہستہ اپنے انڈین ایفرواشیین کمیٹی اور دوسرے بائیں بازو کے ساتھیوں سے نجات حاصل کر لی۔ 1981ء تک اسے خالصتان کا حامی سمجھا جانے لگا۔ کیونکہ 1981ء میں جب خالصتان کی جلاوطن حکومت کے صدر کی حیثیت سے ڈاکٹر چوہان نے کینیڈا کا دورہ کیا اور بلور سٹریٹ ویسٹ میں مشہور خالصتان نواز سکھوں کے ریسٹورنٹ پر اس نے اپنے حمایتوں کے ایک استقبالیہ سے خطاب کیا تو کینیڈین کے ساتھ ساتھ ''را'' کے بھی بے شمار سیکورٹی کے لوگوں نے اس پر کڑی نظر رکھی ہوئی تھی۔ یہاں ڈاکٹر چوہان نے اپنے مستقبل کے عزائم پر لیکچر دیا۔ جب اس کا لیکچر ختم ہوا تو سمرا جو وہاں موجود تھا اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے ڈاکٹر چوہان کو مخاطب کرتے ہوئے محتاط رہنے کا مشورہ دیا اور بتایا کہ گوردوارے میں جب وہ تقریر کر رہا تھا ''را'' کے ایجنٹ وہاں موجود تھے۔

''میں ایک آدمی کو اچھی طرح پہچانتا ہوں''

اس نے کہا۔

''اس شخص کو میں نے کئی دفعہ قونصلیٹ میں دیکھا

ڈاکٹر چوہان نے اس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ اسے علم تھا کہ ''را'' یہاں موجود ہے اور

اس نے جان بوجھ کر ''را'' کو غلط اطلاعات فراہم کی ہیں تا کہ اس کے صحیح عزائم کا بھارتی حکومت کو ادارک بھی نہ ہو سکے۔

اس میٹنگ میں ڈاکٹر چوہان سمرا کی جرات سے بہت متاثر ہوا بعد میں اس کا ٹورنٹو میں سب سے نزدیکی سیاسی ایڈوائزر پریتم سنگھ نے سمرا سے بہت کچھ سیکھا۔ پریتم سنگھ نے ڈاکٹر چوہان کو بتایا کہ سمرا نے دو بار سکھ ریفیوجیوں کے سلسلے میں ان کی بہت مدد کی۔ وہ سکھوں کے مقامی مسائل خصوصاً پولیس کے معاملات میں ان کا مددگار ہے لیکن بھارت سے علیحدگی کی قیمت پر وہ خالصتان کی حمایت کرنے میں ہچکچاہٹ محسوس کرتا ہے۔

ڈاکٹر چوہان کی خواہش تھی کہ وہ سمرا سے ایک الگ میٹنگ کرے۔ یہ میٹنگ پھر دسمبر 81ء میں پریتم سنگھ کے گھر پر ہوئی جہاں دونوں نے دو گھنٹے علیحدگی میں بات چیت کی۔ اس دوران ڈاکٹر چوہان نے اسے مستقبل کے خطرات سے آگاہ کرتے ہوئے بتایا بہت جلد کینیڈا میں بھارتی انٹیلی جنس اپنے گھناؤنے کھیل کا آغاز کرنے والی ہے۔ سمرا ڈاکٹر سے علیحدہ ہوا تو وہ ایک بدلا ہوا انسان تھا۔ اس نے سکھ دھرم کی حفاظت کی قسم کھائی تھی اب وہ مکمل خالصہ اور پکا خالصتانی بن چکا تھا۔

''مجھے اس کے متعلق ہمیشہ شک رہا۔ اس کے دائیں ہاتھ کا انگوٹھا جو بہت موٹا ہے مجھے تشویش میں مبتلا کرتا رہا۔ آپ جانتے ہیں کیرو نے ایسے لوگوں کے متعلق کہا ہے کہ ان کی شخصیت کا کوئی نہ کوئی تاریک پہلو ضرور ہوتا ہے۔''

ڈاکٹر جگجیت سنگھ چوہان نے بعد میں ایک موقعہ پر اس کی شخصیت پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا۔

سمرا کے فرار کے بعد کینیڈین پولیس پر سمرا اور بھارتی وائس قونصلیٹ آہلووالیہ کی دوستی کا راز منکشف ہوا تو تفتیش کا رخ قونصل خانے کی طرف موڑنا پڑا۔ آہلووالیہ دو ہزار سکھ ریفیوجیوں کی کینیڈا میں آمد سے کچھ عرصے پہلے 81ء میں بھارتی قونصل خانے میں داخل ہوا تھا۔ اس کی آمد کے کچھ عرصے بعد ہی انکشاف ہوا کہ مقامی اخبار ''نئی دھرتی'' کا ایڈیٹر گوردیال کنول آہلووالیہ سے پیسے لے کر اس کے فراہم کردہ مضامین اپنے اخبار میں شائع کرتا ہے۔ بعد میں کنول نے انکشاف کیا کہ آہلووالیہ نے ان سکھوں میں سے بیشتر کو پانچ سال پرانی تاریخوں میں پاسپورٹ فراہم کئے تا کہ انہیں کینیڈا گورنمنٹ کی طرف سے حال ہی میں جاری شدہ ایک قانون کا فائدہ حاصل ہو جائے اور وہ یہاں شہریت کے حقوق حاصل کر لیں۔ وہ جاسوس نہیں تھا۔ سکھوں کا دوست تھا۔''

کنول اپنے اس دعوی پر بضد رہا۔

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

آہلو والیہ کے متعلق مقامی سکھ ایسوسی ایشن نے دعوی کیا کہ وہ بھارت کی ملٹری انٹیلی جنس کا آدمی ہے اوراس سے پہلے تبت میں بھی کسی اور ''کور'' کے ساتھ قیام پذیر رہ کر جاسوسی کی خدمات انجام دے چکا ہے اس نے کینیڈا میں آتے ہی علیحدگی پسند سکھوں کے خلاف اپنا ایک گروپ قائم کرنا شروع کر دیا تھا۔ جس کے ذریعے وہ مقامی سکھ سیاست کو اپنی مرضی کے مطابق کنٹرول کر سکے۔ اس مقصد کی برآوری کے لئے اس نے مقامی سکھ لیڈروں سے دوستی کی پینگیں بڑھائی تھیں۔ اس کے متعلق ایک مقامی سکھ نے انکشاف کیا ہے کہ آہلو والیہ نے اسے مشورہ دیا تھا کہ اپنا کاروبار یہاں سے یونگی اور بلور سٹریٹ پر انڈین سفارت خانے کے ساتھ ہی منتقل کر لے۔ وہ اس سکھ کے ذریعے اپنا ''سیف ہاؤس'' بنانا چاہتا تھا جسے براہ راست سفارت خانے سے کنٹرول کیا جا سکے اور دیوار ملحق ہونے کی وجہ سے اس پر کینیڈین انٹیلی جنس کی نظر بھی نہ پڑے۔

یہ سکھ بڑا ہوشیار نکلا اور آہلو والیہ کے تمام راز حاصل کر کے اس کے جال سے نکل گیا۔

آہلو والیہ کو دوسری ناکامی اسوقت ہوئی جب اس نے مقامی سکھ ہفت روزہ ''دی سپوکس مین'' پر کنٹرول حاصل کرنا چاہا۔ یہ سکھوں کا مقامی ہفت روزہ تھا جس نے 84ء کے بعد سے ڈٹ کر بھارتی حکومت کی مخالفت اور خالصتان کی حمایت شروع کر دی تھی۔ آہلو والیہ اس کا رخ اپنی طرف موڑنا چاہتا تھا۔ اخبار بڑا بارسوخ تھا لیکن تجارتی خسارے کا شکار۔ آہلو والیہ نے اس پر اشتہارات کا جال پھینکا اور سٹیٹ بنک آف انڈیا کی طرف سے باقاعدہ دفتر خرید کر دینے کی پیشکش بھی کی لیکن اس کی پیشکش ٹھکرا دی گئی اور 30 مقامی سکھوں نے مل کر ایک کمیٹی بنائی جس نے اخبار کو سنبھالے رکھا۔

آہلو والیہ نے ہمت نہ ہاری اور انہیں 50 ہزار ڈالر کی مالیت سے پرنٹنگ پریس لگانے کی پیشکش بھی کی۔ لیکن اس کا یہ حربہ بھی کسی کام نہ آیا۔

آہلو والیہ کے حصے میں صرف ناکامیاں ہی نہیں آئیں اس نے بہت سی کامیابیاں بھی حاصل کیں۔ اس کی ایک مثال ٹورنٹو کے فوٹو گرافر فرواتندر سنگھ سوڈھی کی کہانی ہے۔ ایک روز سوڈھی نے دیکھا کہ ایک عورت اس کی دکان کے تہہ خانے میں موجود فوٹو سٹیٹ مشین پر اس کے تہہ خانے میں رکھی اس فائل کی فوٹو کاپیاں بنا رہی تھی جس میں مقامی سکھ تنظیم کے اراکین کے نام اور ایڈریس لکھے تھے۔ یہ عورت سوڈھی کی سابقہ گرل فرینڈ تھی۔ اور آج کل آہلو والیہ کے لئے کام کر رہی تھی۔ اپنی سابقہ دوستی کے سہارے وہ سوڈھی کے نزدیک پہنچی اور اس کا اعتماد حاصل کر کے اب آہلو والیہ کے بیوی بچے تو کیلیے فورنیا منتقل ہو گئے اور وہ خود نوکری سے استعفیٰ دے کر بزنس کرنے لگا بعد میں علم ہوا کہ وہ ایران میں ہے اور امپورٹ اینڈ ایکسپورٹ کا بزنس کر رہا ہے۔

سمرا کے فائرنگ والے واقعے سے پہلے آہلو والیہ نے اپنے قونصل جنرل کی معرفت میٹرو پولیٹن پولیس سے اچھے تعلقات استوار کر لئے تھے اور کئی اعلی پولیس افسر اس کے ذاتی دوستوں کے حلقے میں شامل ہو گئے تھے۔ اس نے کئی دفعہ تفتیشی معاملات میں پولیس کی مدد کر کے ان کی ہمدردیاں بھی حاصل کر لی تھی کئی پاکستانی اور بھارتی نژاد باشندوں کے متعلق اس نے پولیس کو اہم معلومات فراہم کی تھیں۔ اس بات پر حیرانی بالکل نہیں ہوتی کہ سمرا کی تلاش کے لئے بھی پولیس نے آہلو والیہ کی مدد حاصل کی۔ ایک وائس قونصلیٹ جو اپنے ملک کے مفادات کی ترجمانی کرتا ہے یا پھر لوگوں کے وزیروں کے مسائل سے نمٹتا ہے ٹورنٹو کی سکھ برادری میں بڑی تیزی سے اپنا سیاسی مقام بنا رہا تھا۔ بلاشبہ وہ انٹیلی جنس کے لیے کام کر رہا ہے۔

ایک پولیس آفیسر جس نے 85ء میں آہلو والیہ کے اعزاز میں منعقدہ الوداعی تقریب میں اہم رول ادا کیا تھا اس نے کہا۔

''سکھوں سے متعلق ہماری فائلیں تیار کرنے میں اس نے دل کھول کر ہماری مدد کی۔ وہ عورتوں اور شراب کا رسیا تھا اور ہمارے ساتھ مل کر عیاشی کیا کرتا تھا۔ اس نے سکھ برادری میں خود کو ''اندرا دشمن'' کی حیثیت سے متعارف کروا رکھا تھا۔ وہ اندرا گاندھی کے لئے کتیا کا لفظ استعمال کر کے سکھوں کے جذبات ابھارتا اور ان کے دلوں کا حال جان کر ان کے فائل اپنے مالکان کے پاس تیار کرواتا رہا۔ وہ ایک ہی وقت میں کینیڈا کی پولیس کا دوست اور بھارتی انٹیلی جنس کا ایجنٹ تھا۔ اس نے کینیڈا پولیس کو بتایا تھا کہ سکھ بہت بیوقوف ہیں لیکن بے حد خطرناک بھی۔ وہ پیدائشی خطرناک اور خونخوار ہیں۔ کبھی کبھی وہ کینیڈین انٹیلی جنس کو انڈین حکومت کے متعلق کوئی ''ٹپ'' بھی دے دیا کرتا تھا۔

پولیس نے ایک ٹریول ایجنٹ سے بھی سمرا کے روابط کا پتہ لگایا یہ شخص آج کل لاس اینجلس میں رہتا ہے اس کے گھر پر بھی پولیس نے سمرا کے فرار کے بعد چھاپہ مارا تھا۔ 84ء میں پولیس نے اس کے خلاف عدالت میں لاکھوں ڈالر کے ایک فراڈ کا کیس بھی پیش کیا لیکن دونوں مرتبہ ناکامی کا منہ دیکھا۔ پولیس کو یقین ہے کہ سمرا کے فرار میں ان کی معاشی مدد اس ایجنٹ نے کی تھی جن کے بیک وقت بھارتی قونصلیٹ اور حاجی مستان سے خصوصی تعلقات تھے۔ کینیڈین پولیس نے سمرا کے لئے پرائیویٹ جاسوسوں کی مدد بھی حاصل کی۔ اس کے مخالفین کا مکمل تعاون پولیس کے ساتھ تھا۔ جنہوں نے ڈیٹرائٹ میں دو پیشہ ور قاتلوں کو 25 ہزار ڈالر کے ساتھ سمرا کے قتل کی مہم سونپی لیکن کچھ ہاتھ نہ آیا۔ بعد میں سمرا کے لئے ایک لاکھ ڈالر کے انعام کا اعلان بھی کیا گیا۔ جب پولیس کو یقین آ گیا کہ وہ بھارت پہنچ چکا ہے تو وفاقی وزارت انصاف کی خدمات حاصل کی گئیں لیکن کینیڈا اور بھارت کے درمیان ملزمان کے تبادلے کا

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

کوئی معاہدہ نہ ہونے کے سبب یہاں بھی ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔

جب بین الاقوامی عدالت انصاف کے ذریعے رجوع کیا گیا تو بھارتی انٹیلی جنس نے کینیڈین سیکورٹی کے ساتھ ایک سودے بازی پر معاملہ طے کرنا چاہا۔ ان کا کہنا تھا کہ وہ سمرا کو کینیڈا کے حوالے کر دیں گے لیکن اس کے بدلے کینیڈا تلونڈر سنگھ ببر کو ان کے حوالے کر دے۔

تلونڈر سنگھ ببر کینیڈا میں ببر خالصہ کا لیڈر تھا جو بھارت میں دو پولیس افسران کو قتل کرنے کے مقدمے میں مطلوب تھا۔ اس طرح دو آدمیوں کے قاتل کے بدلے بھارت نے بھی دو آدمیوں کا قاتل طلب کیا تھا۔ یہ ایک طرح بلیک میلنگ تھی، جس کے سامنے کینیڈا نے جھکنے سے انکار کر دیا اور یہ بیل منڈھے نہ چڑھ سکی۔

جنوری 87ء میں جب کینیڈا اور بھارتی حکومت کے درمیان مجرموں کے تبادلے کا معاہدہ طے پا گیا تو کینیڈا نے سب سے پہلے سمرا کی ڈیمانڈ کی۔ اس کے جواب میں بھارتی حکومت نے کہا کہ طویل عرصے سے سمرا پولیس کی نظروں سے اوجھل ہے اور ان کی اطلاعات کے مطابق وہ بھارت سے فرار ہو کر کسی اور ملک میں چلا گیا ہے۔ یوں بھی ایک ایسا ملک جہاں 24 گھنٹے اس کی جان کو خطرہ لاحق تھا وہاں وہ کب تک رہ سکتا تھا۔ اس کی اگلی منزل کونسی تھی یا اس نے کس براعظم کا رخ کیا۔ اس سوال کا بھارتی حکومت کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔

سمرا کے واقعے نے 70ء کے بعد سے سکھوں کے امیج کو کینیڈا میں بری طرح تباہ کر دیا۔ وہ لوگ سکھوں کو ایک محنتی اور ایماندار قوم کی حیثیت سے جانتے تھے اور اب سکھوں کے متعلق ان کی رائے بدلنے لگی تھی اب وہ انہیں نا قابل سمجھ اور خطرناک گردانے پر مجبور ہو رہے تھے۔

کینیڈا کی پولیس اور سیکورٹی کا نقطہ نظر یہ ہے کہ کینیڈا میں سکھوں کے امیج کو تباہ کرنے کی یہ پہلی بھارتی انٹیلی جنس کی کامیاب سازش تھی۔ ایک خفیہ آپریشن ترتیب دے کر انہوں نے سکھوں کے متعلق مقامی آبادی کے نظریات کامیابی سے بدل دیئے باور کیا جاتا تھا کہ اگر یہ سلسلہ جاری رہا تو سکھوں کو کینیڈا میں ایک قابل نفرت قوم کی حیثیت سے پہچانا جائے گا۔

چیرلیس فرنانڈس کے ذہن میں اپنے اور میٹرو پولیس کے ساتھی کانسٹیبل کے ساتھ پیش آمدہ واقعات کی فلم چل رہی تھی۔ اسے 29 دسمبر 82ء یاد آ رہا تھا۔ وہ لوگ ایک بجے دن ایک میٹنگ میں شرکت کے لئے آئے تھے۔ سیکورٹی کے دوہرے نظام سے گزرتے ہوئے بالآخر وہ مطلوبہ آفیسر کے ڈیسک تک پہنچ گئے۔ آفیسر نے ان کے کاغذات کا معائنہ کیا اور اس بات کی تصدیق کر دی کہ یہ لوگ پولیس کے مختلف نسل کے لوگوں کے مسائل کو حل کرنے والے گروپ کے ملازم ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ دونوں آر سی ایم پی سیکورٹی سروسز کے ایک آفیسر سے ملنے آئے ہیں۔ آفیسر کا نام بتانے پر ان کی باہمی گفتگو کا خاتمہ ہوا۔

سیکورٹی سروسز کے لوگ قومی سالمیت، جاسوسی اور خفیہ سروس کے لئے کام کرتے تھے۔ ان معاملات پر دفتر کی اس لابی میں بات نہیں کی جا سکتی تھی۔ دونوں کو سیکورٹی سروسز کے خصوصی آفس میں ان کے مطلوبہ آدمی کارپورل ڈیوڈ کریپ تک پہنچایا گیا۔

کریپ نے ان کیلئے کافی کا آرڈر دیتے ہوئے فرنانڈس سے اس کی حالیہ کارکردگی دریافت کی۔ دوسرے آفیسرز کی طرح فرنانڈس بھی فائرنگ سے پہلے اس سے مل چکا تھا۔ کارپورل مارول خوش قسمتی کے سبب چند میٹر کی دوری کی وجہ سے فائرنگ سے بچ گئی تھا۔ فرنانڈس پر 14 نومبر 82ء کو سکھوں کے ایک جلوس سے گولی چلائی گئی تھی۔ یہ فائرنگ انڈین قونصلیٹ کے بالکل سامنے والی گلی سے جلوس پر کی گئی تھی لیکن سیکورٹی سروسز کے لوگوں سے ملاقات کی وجہ صرف فائرنگ کا یہ واقعہ نہیں تھا۔ اس کا سبب کچھ اور بھی تھا۔ اصل میں جس بات نے انہیں محکمہ جاسوسی کے اس دفتر تک آنے پر مجبور کیا تھا وہ ایک اطلاع تھی۔

فرنانڈس کو علم ہوا تھا کہ مقامی سکھ آبادی میں انڈین قونصلیٹ کے ایجنٹوں کے ذریعے یہ تحریک پیدا کی گئی تھی جس کے سبب فائرنگ کا واقعہ ہوا۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہہ لیجئے کہ فائرنگ کے اس واقعہ میں ٹورنٹو کا انڈین قونصلیٹ ملوث تھا۔ ان کے پاس اس بات کا ثبوت بھی موجود تھا کہ ان پر جو فائرنگ ہوئی تھی وہ براہ راست بھارتی قونصلیٹ کی ہدایت پر کی گئی تھی اور یہ کہ ابھی تک انہوں نے سکھوں میں روز بروز بڑھتی بے چینی اور تشدد کی لہر کا جائزہ لینے کے لئے اپنے طور پر کچھ نہیں کیا تھا۔ اس کے برعکس ابھی بھارتی پولیس کی طرف سے فراہم کردہ معلومات ہی پر انحصار کیا جا رہا تھا۔

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

فرنانڈس نے اس وقت کے اپنے انچارج آفیسر سارجنٹ ایڈلے سے اس بات کا تذکرہ کیا تھا۔ ایڈلے نے اس کی بات بڑے دھیان سے سننے کے بعد اسے مشورہ دیا تھا۔ کہ وہ فوری طور پر مقامی انٹیلی جنس یونٹ کو خبر کرے اور پھر آر سی ایم پی سیکورٹی سروسز سے بھی رابطہ قائم کرے۔ ایڈلے کو یقین تھا کہ نیشنل پولیس کے لوگوں نے سکھوں کی حرکات پر کڑی نظر رکھی ہوگی اور انہیں شاید بھارتی سفارتخانے کی طرف سے سکھوں کے معاملات میں مداخلت کا علم بھی رہا ہوگا۔ جب فرنانڈس کی فراہم کردہ اطلاع کا تجزیہ میٹرو پولیس انٹیلی جنس نے کیا تو اسے صحیح پایا۔ جس پر انہوں نے فرنانڈس کو فوراً آر سی ایم پی سیکورٹی سروسز سے رابطہ کرنے کی ہدایت کی۔

سیکورٹی سروسز کے لوگوں کے ساتھ اپنی بات چیت کے دوران انہوں نے سکھوں کے اس جلوس میں کی جانے والی فائرنگ اور اس کے پس پردہ کارفرما بھارتی سفارتخانے کا سارا واقعہ بلا کم و کاست بیان کردیا۔

سکھوں نے یہ اجلاس اتوار کی دوپہر کو بھارتی پنجاب میں سکھوں پر ڈھائے جانے والے مظالم کے خلاف نکالنے کا اعلان کیا تھا۔ دو روز پہلے بھی فیڈریشن آف سکھ سوسائٹی کینیڈا کی طرف سے نیو یارک میں یو این ہیومن رائٹس کمیٹی کے سامنے اس ضمن میں مظاہرہ کیا گیا اور احتجاجی مراسلہ پیش کیا گیا۔ جس میں کہا گیا تھا کہ بے گناہ سکھوں کو پولیس گھروں سے اغوا کر کے لے جاتی ہے۔ ان پر بے جا تشدد کیا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ انہیں دوران تشدد جان سے مار دیا جاتا ہے۔ فیڈریشن کی طرف سے اقوام متحدہ کو کہا گیا تھا کہ ان حالات نے پنجاب میں سکھوں پر زندگی تنگ کردی ہے اور اس صورت حال کی وجہ سے غیر ممالک میں رہنے والے سکھ بھی بہت متاثر ہو رہے ہیں۔

اس مظاہرہ میں نمایاں حصہ لینے والی سکھ تنظیم کا تعلق اولڈ ویسٹن روڈ گوردوارے سے تھا۔ یہ گوردوارہ 75ء میں اس وقت بنا تھا جب پیپ گوردوارے میں دو گروہوں کی آپس میں ٹھن گئی تھی۔ شہر کے دوسرے گوردواروں سے بھی سکھوں کے مختلف گروپوں نے اس مظاہرے میں شرکت کرنا تھی اور سب سے بڑھ کر یہ خالصتان نیشنل فرنٹ کے لوگ بھی اس مظاہرے میں شرکت کر رہے تھے۔

پیپ گوردوارے کو جس پر کلدیپ سمرا کا کنٹرول تھا اس مظاہرے میں جان بوجھ کر نظر انداز کیا گیا تھا کیونکہ عام سکھوں کا ابھی تک یہی خیال تھا کے پیپ گوردوارے کے لوگ آزاد خالصتان کے

مطالبے کی حمایت نہیں کر رہے ہیں۔

30 سالہ فرنانڈس کی معمول کے مطابق ہفتہ وار چھٹی تھی لیکن ایشیائی کمیونٹی کے حوالے سے اس کی اہمیت کے پیش نظر اس نے رضا کارانہ ڈیوٹی دینے کا ارادہ کرلیا۔ اس نے میٹرو پولیس سے خاص طور پر کہا تھا کہ کسی بھی ہنگامی صورت حال سے نمٹنے کے لئے باوردی پولیس کا ایک خصوصی دستہ بھیجا جائے تاکہ ممکنہ ہنگامے پر قابو پایا جاسکے لیکن میٹرو انٹیلی جنس نے ابھی تک ان لوگوں کی فراہم کردہ اطلاعات کا کوئی خاص نوٹس نہیں لیا تھا۔

آنے والے طوفان سے آنکھیں بند کر کے پولیس انتظامیہ نے ان کی خصوصی دستے کے ساتھ مدد کی درخواست مسترد کردی کیونکہ اس روز سالانہ سانتا کلاز پریڈ میں شامل بچوں، عورتوں اور مردوں پر خاص توجہ درکار تھی جو ٹریفک کو بلاک کر سکتے تھے جس سے پھر لامتناہی مسائل کا سلسلہ کھڑا ہو جاتا۔ سکھوں کے اس عام سے جلوس پر انتظامیہ نے بہر حال سانتا کلاز پریڈ کو ترجیح دی کیونکہ یہاں سے زیادہ پولیس کی وہاں ضرورت تھی۔ جب فرنانڈس جلوس گاہ پر پہنچا تو اس کے ذہن کو یہ دیکھ کر زبردست دھچکا لگا کہ اس کی توقعات کے بالکل برعکس وہاں ایک پیلے رنگ کی پولیس کار میں صرف دو پولیس آفیسر جلوس کے لئے موجود تھے۔ سیڑھیوں کے کونے میں کھڑا فرنانڈس پریشانی کے عالم میں ان دو سو سکھوں کی طرف دیکھ رہا تھا جو جلوس کے لئے اکٹھے ہو رہے تھے۔ ان میں سے کچھ لوگوں نے بھارتی وزیر اعظم اندرا گاندھی کے خلاف نعروں والے پلے کارڈ اٹھا رکھے تھے۔ دوسروں نے خالصتان حمایتی نعروں والے پلے کارڈ تھامے ہوئے تھے۔ ان میں سے بہت سے چہروں سے فرنانڈس بخوبی آشنا تھا۔

سکھوں کے کچھ لیڈر فرنانڈس کی طرف آئے اور کہا کہ وہ قونصل جنرل کو احتجاجی مراسلہ پیش کرنا چاہتے ہیں۔ فرنانڈس نے انہیں اطمینان دلایا کہ وہ ان کا مراسلہ لے کر خود بھارتی قونصلیٹ جائیگا۔ لیکن وہ سکھوں کو ممکنہ حادثے سے بچنے کے لئے قونصلیٹ میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دے سکتا لیکن ہجوم بضد تھا کہ وہ خود قونصلیٹ سے ملے گا۔ جس پر فرنانڈس نے انہیں پر امن رہنے کی تلقین کی اور وہ قونصلیٹ میں چلا گیا۔

بھارتی سفارت خانے کے ملازمین نے پہلے تو اس کی بات سننے سے ہی انکار کردیا لیکن کسی نہ کسی طرح امن و امان کے مسئلے کی طرف ان کی توجہ مبذول کرانے کے بعد فرنانڈس انہیں اس بات پر آمادہ کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ کہ وہ کم از کم باہر احتجاج کرنے والوں میں سے ملیں اور ان سے بے ضرر سا احتجاجی مراسلہ وصول تو کرلیں۔

اس دوران ہجوم بڑھتا گیا اور ہجوم کی زیادتی کے ساتھ عوامی جوش و خروش میں بھی اضافہ

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

ہونے لگا۔سکھوں نے سڑک بند کر کے ٹریفک روک دی۔موقعے پر موجود دونوں پولیس افسران نے دم سادھے رکھا اور چپ چاپ تماشا دیکھتے رہے۔جب فرنانڈس باہر پہنچا تو یہ دیکھ کر چکرا گیا کہ پیپ گوردوارے والا جلوس بھی یہاں پہنچ چکا ہے اور ان لوگوں نے اپنے دوسرے جلوس کے درمیان احتیاطی تدابیر کو ملحوظ رکھنے کے لئے جو رکاوٹ کھڑی کی تھی۔اس گیٹ کو اکھاڑ کر پھینک دیا ہے اور اب دونوں گروپ ایک دوسرے کے آمنے سامنے کھڑے تھے۔

ایک جلوس اندرا گاندھی کو گالیاں دیتے ہوئے خالصتان کی حمایت میں نعرے لگا رہا تھا جب کہ دوسرے جلوس کے لوگ بھارت کے حق میں گلا پھاڑ کر چلا رہے تھے۔جلوس کے شرکاء کی توجہ اب تو نصلیٹ سے ہٹ کر ایک دوسرے پر مرکوز ہو گئی تھی اور وہ ایک دوسرے کو گالیاں دیتے ہوئے آپس مین گتھم گتھا ہونے لگے تھے۔

اس درمیان فرنانڈس نے دیکھا۔60 سالہ دارا سنگھ کو کسی نے دھکا دے کر زمین پر گرا دیا تھا۔اس کی پگڑی دور جا گری تھی۔اس کے ساتھ ہی دونوں جلوس ایک دوسرے پر پل پڑے۔اس ہنگامے میں اچانک ہی فائرنگ کی آواز بلند ہوئی کسی نے بندوق سے گولیاں چلانی شروع کر دی تھیں۔

حالات مزید خراب اسوقت ہوئے جب پریڈ میں شامل جلوس کا ایک حصّہ یونگی بلور سٹ وے کی طرف آنکلا۔گولیاں کی آواز نے اس جلوس میں بھی خوف و ہراس پیدا کر دیا۔ٹورنٹو کے رپورٹر ہار پر جس نے اس جلوس کی رپورٹنگ کی تھی نے اگلے روز اپنی رپورٹ میں لکھا۔

”حیرت کی بات تو یہ ہے کہ گولیاں چلنے کی آواز سب سن رہے تھے۔میں نے بہت کوشش کی کہ فائرنگ کرنے والے کو دیکھوں لیکن وہ مجھے نظر نہ آسکا۔لوگوں کو سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ فائرنگ کس طرف سے ہو رہی ہے جس کا جدھر منہ اٹھا وہ اسی طرف بھاگ نکلا“۔

فرنانڈس نے اپنی آنکھیں کھلی رکھیں اور اس نے اولڈ ویسٹن روڈ گوردوارے کے نائب صدر فوجا سنگھ ولد دارا سنگھ کو فائرنگ کرتے دیکھ لیا تھا۔

فرنانڈس نے مدد کے ارادے سے پولیس افسروں کی طرف دیکھا۔لیکن دونوں اپنی جگہ نظر نہ آئے دراصل گھبراہٹ میں جب وہ ایک طرف بھاگے تو ان کے سروس ریوالور بھی وہیں گر گیا تھا۔اور اب ہجوم کے قدموں کی ٹھوکروں پر تھا۔فوجا سنگھ نے ابھی تک فائرنگ بند نہیں کی تھی۔فرنانڈس نے

اپنا اعشاریہ 38 کا ریوالور اپنے بغلی ہولسٹر سے نکالا اور فوجا سنگھ کی طرف بڑھا۔وہ ہجوم میں سے کسی کے زخمی ہو جانے کے خدشے کے پیش نظر فوجا سنگھ پر گولی نہیں چلا سکتا تھا جو ہجوم کے عین درمیان زگ زیگ انداز میں بھاگتا ہوا فائرنگ کر رہا تھا فرنانڈس نے کسی نہ کسی طرح اپنی جان پر کھیلتے ہوئے اس کا تعاقب جاری رکھا اور بالآخر اس پر چھلانگ لگا کر اس سے رائفل چھین لی اور فوجا سنگھ کو قابو کر لیا۔

گرتے ہوئے فوجا سنگھ نے گولی چلائی جو خوش قسمتی سے فرنانڈس کے ہولسٹر کو چھوتی اس کے نزدیک موجود ایک دوسرے سکھ کی کہنی میں جا لگی۔فوجا سنگھ نے دوسرا فائر اس کے سر پر کیا لیکن گولی نہ چلی اور فرنانڈس کی خوش قسمتی آڑے آ گئی فوجا سنگھ کی گولی سے بچ کر فرنانڈس نے نظر دوڑائی تو دوسری طرف 19 سالہ گریوال کو رائفل تانے دیکھا اس نے بھی فرنانڈس پر گولی چلائی تھی۔اگر فرنانڈس غیر ارادی طور پر اپنے سر کو حرکت نہ دیتا تو گولی اس کے سر میں لگتی۔گولی اس کی گردن کے پچھلے حصّے کو چھو کر گزر گئی جہاں 25 ٹانکے لگے تھے۔وہ زمین پر گر پڑا۔اس دوران فوجا سنگھ اور گریوال دونوں یونگی سٹریٹ کی شمال کی طرف بھاگ گئے۔

چند لمحوں میں وہاں تین زخمی تڑپ رہے تھے۔یہ تینوں فوجا سنگھ کی گولیوں کا شکار ہوئے تھے اور ان کا تعلق پیپ گوردوارے سے تھا۔تینوں بعد میں روبصحت ہو گئے۔فوجا سنگھ گرفتار ہوا اس پر مقدمہ چلا اور عمر قید کی سزا دے کر اسے جیل مین بند کر دیا گیا۔گریوال کو بھی انہی الزامات کے تحت 14 سال قید کا حکم ملا۔انٹاریو کی اعلیٰ عدالت نے بعد میں فوجا سنگھ کی سزا اٹھارہ سال اور گریوال کی نو سال کر دی۔

پولیس کے لئے ایک سوال بڑی اہمیت اختیار کر گیا تھا تشدد کی جو لہر اچانک جلوس میں پیدا ہوئی اس کے پس پردہ محرکات کیا تھے کیا سکھوں نے وقتی غصّے کے تحت یہ حرکت کی ہے یا یہ کسی سازش کا شاخسانہ ہے عام خیال یہ تھا کہ شاید مشرقی پنجاب میں اپنے بھائی بندوں پر ہونے والی زیادتیوں نے سکھوں کو مشتعل کر دیا اور انہوں نے بھارت نواز سکھ جلوس پر فائرنگ کی ہے۔

جب میڈیا کے لوگ زخمیوں اور مرنے والوں کی تفصیلات جمع کر رہے تھے ان لمحات میں پولیس ایک اور مفروضے پر کام کر رہی تھی۔عدالت کے سامنے حملہ آوروں کو ارادہ قتل کی نیت سے فائرنگ کرتے ہوئے ثابت کرنا ضروری تھا جس کے لئے کوئی ٹھوس وجوہات تلاش کرنی ضروری تھیں۔بصورت دیگر عدالت صرف اس دلیل کو قبول نہ کرتی کہ ان لوگوں نے اچانک بندوقیں نکال لی اور فائرنگ شروع کر دی۔

فرنانڈس نے معاملات پر مزید توجہ دی تو اسے علم ہوا کہ فوجا سنگھ نے جلوس میں اپنے

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

ہمراہیوں کو کہا تھا کہ اس کی اطلاع کے بعد ہی اس نے بندوق نکالی تھی جبکہ ایسی ہی اطلاع دوسرے گروپ کی طرف سے ملی کہ انہیں بھی باور کروایا گیا تھا کہ خالصتانی سکھ اسلحہ لے کر آئیں گے۔

اس کا مطلب ہے کہ کوئی تیسرا فریق ایسا تھا جو ان دونوں کو آپس میں لڑا کر اپنا اُلو سیدھا کر رہا تھا اور فرنانڈس نے جان لیا کہ وہ تیسرا فریق بے بلڈنگ کی 22 ویں منزل میں بیٹھ کر یہ شیطانی کھیل کھیل رہا تھا۔

اس وقت سیکورٹی سروسز کے دفتر فرنانڈس اور اس کا ساتھی یہی بتا رہے تھے کہ دونوں فریقین کو غلط اطلاعات پہنچا کر ایک دوسرے سے ٹکرانے کا ''خفیہ آپریشن'' بھارتی انٹیلی جنس نے اپنے سفارت خانے سے باہر بیٹھ کر انجام دیا تھا۔ انہوں نے سیکورٹی سروسز کے لوگوں سے کہا تھا کہ اس گھناؤنی واردات پر بھارت حکومت سے زبردست احتجاج کیا جائے۔ جس نے کینیڈا کے باشندوں کی سلامتی کو خطرے میں ڈال دیا تھا۔

ٹورنٹو کی انتظامیہ نے پولیس والوں کے خدشات کو رد نہیں کیا تھا کیونکہ پاکستان اور بھارت ڈیسک پر کام کرنے والے انٹیلی جنس افسران کو علم تھا کہ گزشتہ کچھ عرصے سے خصوصاً بھارتی ہائی کمیشن کی سرگرمیوں میں اضافہ ہونے لگا ہے۔ یہ بات خاص طور سے نوٹ کی گئی تھی کہ شہر کے درجنوں سکھ ہائی کمیشن کے ایجنٹ تھے اور انہیں خالصتان نواز جلوس کے انعقاد کے لئے بڑی خطیر رقم مہیا کی جا رہی تھی۔ اس طرح خالصتان مخالف گروپوں کی جیبیں گرم ہو رہی تھی۔ اس پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ بھارتی انٹیلی جنس کے لوگ جہاں ایک طرف ان اخبارات کے صحافیوں کو پیسے دے رہے تھے جو خالصتان کی حمایت میں مضامین لکھتے ہیں تو دوسری طرف انہی مضامین کی مخالفت میں بھی پیسے دے کر مضامین لکھوا رہے تھے۔ سونے پر سہاگہ کہ یہ گھناؤنا کھیل رچانے کے بعد بھارتی وائس قونصلیٹ دیوندر سنگھ اہلووالیہ کینیڈا کی انٹیلی جنس کا دوست بھی بنا ہوا تھا اور کینیڈین پولیس کو مشتبہ سکھوں سے متعلق معلومات بھی فراہم کر رہا تھا۔ اس حادثے تک ''نسلی پولیس'' کے لوگ آہلووالیہ پر مکمل اعتماد کرتے تھے۔ اس بات کا علم تو نہیں بعد میں ہوا کہ اس کا کینیڈا پولیس سے تعاون ہی اس سازش کی کڑی تھی جس کے تحت وہ کینیڈا میں بدامنی پھیلا کر سکھوں کو ذلیل کرنے کی مہم چلا رہا تھا اس کے عوض جو اطلاعات تبادلے میں اسے کینیڈا کی پولیس کی طرف سے موصول ہوتی تھیں اُن کی باقاعدہ فائل بھی بھارتی ہائی کمیشن میں تیار ہو رہی تھی۔ بھارتی ہائی

کمیشن نے اس پر بس نہیں کی تھی بلکہ اس کے ساتھ ساتھ وہ ''ویزے'' کا ہتھیار بھی بڑی کامیابی سے آزمارہے تھے اور جس سکھ کے متعلق یہ علم ہوتا کہ خالصتان کا حامی ہے اسے بھارت کا ویزہ دینے سے انکار کر دیا جاتا۔

مرے پر سو درے۔ اہلووالیہ نے کینیڈین پولیس کو یہ اطلاع بھی بڑے رازدارانہ انداز میں کر دی تھی کہ سکھوں کے اس جلوس میں فساد پھوٹ پڑنے کا خطرہ بھی موجود ہے۔ اس طرح اس نے پولیس کی نظروں میں اپنا اعتماد بحال رکھا تھا۔

کینیڈین انٹیلی جنس کے علم میں یہ بات بھی آئی کہ جلوس کی روانگی سے ایک روز قبل وہ سوڈھی نامی فوٹوگرافر کے پاس بھی گیا جسے اس نے ایک خطیر رقم کے عوض یہ ڈیوٹی سونپی کہ وہ خالصتان نواز جلوس کی تصویر بنائے جس میں ہر قابل ذکر سکھ کی جو اس جلوس میں شامل ہو تصویر موجود ہونی چاہے۔ سوڈھی کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ وائس قونصلیٹ اس سے کیا مقاصد حاصل کرنا چاہتا ہے اس نے اس شاندار اور فائدہ مند پیش کش کو اس لئے بھی قبول کر لیا کہ اس طرح وہ اپنے نوعمر بیٹے کو عملی جرنلزم فوٹوگرافی کا تجربہ حاصل کرنے کا موقعہ بھی فراہم کر سکتا تھا۔

سوڈھی نے فائرنگ شروع ہوتے ہی وائس قونصلیٹ کو فون کر کے بتایا کہ جلوس میں تو ہنگامہ ہو گیا ہے اس کے ساتھ ہی اس نے قونصلیٹ سے دریافت کیا کہ کیا اس نے یہ جاننے کے باوجود کہ گڑبڑ کا خطرہ ہے اس کو فوٹوگرافر کی ذمہ داری سونپی تھی۔

وائس قونصلیٹ نے کہا مجھے علم تھا اور میں سفارت خانے کی کھڑکی سے حالات کا نظارہ بھی کر رہا تھا۔ جانے وہ کس ترنگ میں یہ بات کہہ گیا جس پر سوڈھی کو غصہ آیا اور اس نے قونصلیٹ سے کہا کہ سب کچھ جاننے کے باوجود اس نے سوڈھی کو قربانی کا بکرا کیوں بنایا؟

''فون پر ایسی باتیں کرنا مناسب معلوم نہیں ہوتا تم اوپر آجاؤ''

یہ کہتے ہوئے ہوشیار بھارتی قونصلیٹ نے ٹیلیفون بند کر دیا۔

اب سوڈھی کا ماتھا ٹھنکا اور اسے ساری بات سمجھ آ گئی۔ شام کو سوڈھی ہائی کمیشن گیا وہاں ایک کمرے میں آہلووالیہ اور کونسل جنرل پی این سونی موجود تھے۔ سوڈھی نے دونوں کو کوستے ہوئے کہا کہ انہوں نے جانتے بوجھتے ہوئے نہ صرف اس کی بلکہ اس کے دو بچوں کی زندگی کو بھی خطرے میں ڈالا وہ انتہائی نامناسب اور غیر اخلاقی بات ہے۔

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

قونصل جنرل سونی نے اس بات سے انکار کیا تو سوڈھی نے اسے کہا کہ اگر یہ تمہارا تیار کردہ ڈرامہ نہیں تھا تو جلوس سے صرف پندرہ گھنٹے پہلے رات کے وقت آخر آہلووالیہ اس کے پاس کیا لینے آیا تھا اور اس نے خاص طور سے خالصتان نواز جلوس کی تصاویر اتارنے کے لئے اسے اتنا معاوضہ کیوں دیا؟

سوڈھی غصے میں بھرا ہوا آ گیا۔ اس نے آہلووالیہ کو تصویریں دینے سے انکار کر دیا اور اسکی یہ درخواست بھی نہ مانی کہ وہ یہ تصاویر کسی اور کو نہ دکھائے سوڈھی نے جلوس کی تصاویر ''ٹورانٹو سٹار'' نامی اخبار کے پاس فروخت کر دیں۔

اس دوران جب وہ اپنے گھر پہنچا تو گھر کے دروازے پر قونصلیٹ کی طرف سے سکاچ وہسکی کی 20 بوتلوں کا تحفہ اس کے لئے موجود تھا سوڈھی نے شراب کی یہ قیمتی بوتلیں شکریہ کے ساتھ واپس اہلووالیہ کے اپارٹمنٹ پر پہنچا دیں جو اس کے گھر کے نزدیک ہی تھا۔ تھوڑی دیر بعد اہلووالیہ خود اس کے گھر آن پہنچا اس نے منت سماجت کرتے ہوئے سوڈھی سے کہا کہ وہ ان تصویروں کی منہ مانگی قیمت لے لے لیکن اپنی فلمیں ضائع کر دے اور کسی اخبار یا کینیڈا کی پولیس کو تصویریں نہ دکھائے۔

''میں نے اس کی بات ماننے سے انکار کر دیا۔ میرا تو دماغ گرم ہو رہا تھا۔ میرا جی چاہتا تھا اس پاپی کا منہ نوچ لوں''

سوڈھی نے بعد میں بتایا۔ اس کے بعد وہ کبھی بھارتی قونصلیٹ کے نزدیک بھی نہیں پھٹکا کیونکہ وہ ان لوگوں کے ہتھکنڈوں سے آگاہ ہو چکا تھا اور اندازہ کر سکتا تھا کہ اس حکم عدولی کی اسے کیسی سزا مل سکتی ہے۔

پولیس نے سکھوں میں موجود اپنے ذرائع سے تفتیش کی اور اس نتیجے پر پہنچی کہ شرارت کی جڑ وائس قونصلیٹ ہے جو پولیس کا دوست بنا ہوا تھا۔ اس ضمن میں پولیس کے ہاتھ بڑے اہم ثبوت لگے تھے۔

پولیس کے علم میں یہ بات آئی کہ ہنگامے والی صبح اہلووالیہ اور بھارتی قونصلیٹ پارک ملز نامی علاقے کے ایک چھوٹے سے گوردوارے میں گئے تھے۔ یہ سکھوں کی ٹورنٹو میں سیاست کا چھوٹا سا مرکز تھا۔ یہ بھارت حمایتی سکھوں کا گڑھ تھا۔ ان لوگوں کو بھارتی سفارت کاروں نے پٹی پڑھائی کہ انہیں انتہائی باخبر ذرائع سے علم ہوا ہے کہ خالصتان نواز سکھوں نے جلوس پر فائرنگ کرنے کا پروگرام بنایا ہے انہوں نے کہا علیحدگی پسند سکھ اسلحے سے لیس ہو کر جلوس نکالیں گے۔ ڈرامے کو کس خوبصورتی سے سٹیج کیا

گیا۔

کینیڈین پولیس کو علم ہوا کہ پارک ملز کے سکھوں سے بھارتی سفارت کاروں نے کہا۔ جلسہ گاہ کے نزدیک سے گزرنے والی ایک کالے رنگ کی وین پر نظر رکھنا جس میں خالصتانیوں نے اسلحہ چھپایا ہوگا۔ بالکل اسی نوعیت کی اطلاع انہوں نے اپنے خاص ذرائع سے خالصتانیوں میں موجود اپنے ایجنٹوں کے ذریعے ان کے کانوں تک پہنچا دی کہ وہ بھی ایک کالے رنگ کی وین سے باخبر رہیں جس میں ایک خودکار رائفل سے مسلح پیپ گوردوارے کا آدمی موجود ہوگا جو ان پر فائرنگ کر کے اسی وین میں فرار ہوگا۔

فرنانڈس یہ سن کر تو سناٹے میں آ گیا کہ اس کالی وین کی اطلاع قونصلیٹ آہلووالیہ نے ان کو بھی دی تھی اور اس سے ہوشیار رہنے کی تلقین کی تھی یہ کالی وین بھی بھارتی سفارت خانے نے ایک تیسرے مسلح گروپ کے ساتھ جلسہ گاہ تک پہنچائی تھی۔

فرنانڈس نے سیکورٹی سروسز کے کارپورل کریپ کو بتایا کہ بھارتی سفارتخانے میں موجود انڈین انٹیلی جنس جو خطرناک کھیل کھیل رہی ہے وہ اس علاقے میں امن و امان کو تباہ کر کے رکھ دے گا۔ ہائی کمیشن کے لوگ بھارت مخالف اور خالصتان مخالف دونوں گروپوں کو اپنی انگلیوں پر نچا کر انہیں آپس میں ٹکرا رہے ہیں جس کا نتیجہ بالآخر یہ نکلے گا کہ یہاں ایشیائی لوگوں کی زندگیاں غیر محفوظ ہو کر رہ جائیں گی۔

فرنانڈس اور اس کے ساتھی نے اس وقت سکھ کا سانس لیا جب انہیں سیکورٹی آفیسر کریپ نے یقین دلایا کہ وہ ''اٹاوہ'' میں اپنے ہیڈ کوارٹر کو سفارش بھیجے گا کہ ایک بڑا سیکورٹی آپریشن پلان کر کے ٹورنٹو میں بھارتی ہائی کمیشن کی سرگرمیوں کی تفتیش کی جائے۔ دونوں اس امید کے ساتھ یہاں سے جا رہے تھے کہ سیکورٹی سروسز کے لوگ جلد ہی اہم ترین اطلاعات کے ساتھ ان سے ملاقات کریں گے۔

لیکن یہ ان کا سیکورٹی سروسز سے آخری رابطہ تھا۔

آر سی ایم پی والوں نے نہ صرف میٹرو پولیس کے ان کانسٹیبلوں کی اطلاعات پر کان نہ

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

دھرے بلکہ ایک سینئر انٹیلی جنس افسر کی اس وارننگ کو بھی نظر انداز کر دیا کہ کینیڈا کو سکھوں کی طرف سے عنقریب ایک بڑے مسئلے کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اس کے باوجود سیکورٹی سروسز کی ہر اہم میٹنگ میں سکھوں کا مسئلہ زیر بحث آتا رہا۔ میٹنگز میں محکمہ جاسوسی، تحفظ برائے دہشت گردی، لا اینڈ آرڈر اور توڑ پھوڑ پر قابو پانے والے ڈیپارٹمنٹ کے افسران کے درمیان گفتگو کے دوران عموماً ان باتوں کا ذکر ہوتا رہا۔ ان میٹنگز میں نہ صرف ان محکموں کی کارکردگی زیر بحث آئی بلکہ مستقبل کے لئے منصوبہ بندی بھی ہوتی رہی۔

ایسی میٹنگز میں دیگر افسران کے علاوہ پٹ اولسن نامی سیکنڈ سیکورٹی ایجنٹ بھی شامل ہوتا رہا۔ اولسن کو یاد آ گیا کہ 1983ء میں ایسی ہی ایک میٹنگ کے دوران ایک اعلیٰ افسر نے بھارتی پنجاب کے واقعات پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے انہیں کینیڈا کے لئے بھی خطرے کی گھنٹی قرار دیا تھا افسران نے اس بات پر غور کرنا شروع کیا کہ بھارتی ہائی کمیشن کینیڈا میں موجود ہندوؤں اور سکھوں کے درمیان ممکنہ فسادات کو کس طرح ہوا دے سکتا ہے یا روکنے میں کیا مدد کر سکتا ہے۔ اس آفیسر نے اپنا نظریہ پیش کرتے ہوئے کہا تھا کہ بھارتی انٹیلی جنس کینیڈا میں موجود ایشیائی لوگوں کے مختلف گروہوں کے درمیان غلط افواہیں پھیلا کر بدامنی پیدا کر سکتی ہے اور اس بدامنی کو ایکسپلائٹ کر کے مخالفین کو آپس میں ٹکرا بھی سکتی ہے۔ اس آفیسر نے اپنا خیال ظاہر کرتے ہوئے کہا تھا کہ کینیڈا میں کثیر تعداد میں سکھ اور ہندو موجود ہیں کیا بھارت میں ہونے والے واقعات کا اثر ان لوگوں تک نہیں پہنچے گا۔ اس نے اپنا عندیہ یہ ظاہر کیا تھا کہ اگر ہم نے اسی طرح آنکھیں بند رکھیں تو عین ممکن ہے کہ اوسکوڈی ہال جیسے کسی اور سانحے کا سامنا کرنا پڑے اور فرنانڈس کی طرح کسی اور پولیس ملازم کو جان کنی کے عذاب کا سامنا ہو۔

۞

کینیڈا کی ایسٹ انڈین کمیونٹی میں انٹیلی جنس آپریشن کی تجویز رد کر دی گئی۔ اوسگوڈی ہال کا واقعہ خالصتاً پولیس کیس تھا۔ جس میں انٹیلی جنس مداخلت نہیں کر سکتی تھی۔ اس میٹنگ کے شرکاء اس نتیجے پر پہنچے کہ فوجداری کیسوں کی تفتیش ان کے دائرہ اختیار میں نہیں آتی نہ ہی اپنی حدود سے تجاوز کرنا اس کے لئے مناسب ہوگا۔

دوسری طرف ''مین پاور'' کا سوال بھی اپنی جگہ موجود تھا۔ سیکورٹی فورسز کا وسیع البنیاد اتحادی آئی، ایم آئی فائیو اور دیگر یورپین انٹیلی جنس سے تھا اور اس کے زیادہ تر آپریشن کمیونسٹ ایسٹ بلاک کے ممالک میں ان ایجنسیوں کے تعاون سے جاری تھے اور ہر قابل ذکر ایجنٹ یہاں مشغول تھا اگر سیکورٹی سروسز کینیڈا کی ایسٹ انڈین کمیونٹی میں کوئی خفیہ آپریشن کرنا بھی چاہتی تو اس کے لئے مناسب عملہ ہی موجود نہیں تھا۔ سیکورٹی سروسز کی ایک اور کمزوری یہ بھی تھی کہ ان کے پاس اس منصوبے پر کام کرنے کے لئے کوئی پاکستانی بھارتی یا اینگلو انڈین ایجنٹ ہی موجود نہ تھا۔ آر سی ایم پی نے اپنی چھوٹی سی دوکان میں تمام گورے ملازم بھرتی کے ہوئے تھے۔

کوئی ایک قباحت تھوڑے ہی تھی۔ فارن آفس نے صاف کہہ دیا تھا کہ بھارت کینیڈا کا مضبوط تجارتی حلیف اور بہترین گاہک ہے جس سے تعلق بگاڑنے کا خطرہ مول لینے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ ایسٹ انڈیا کمیونٹی میں ہونے والی کوئی بھی ممکنہ انٹیلی جنس کاروائی بدقسمتی سے سیاسی اور معاشی مفادات کی بھینٹ چڑھ گئی۔

۞

کیا کینیڈین انٹیلی جنس نے کبھی بھارتی ہائی کمیشن کی سرگرمیوں کے لئے کوئی ''ہوم ورک'' کرنے کی زحمت گوارہ کی تھی؟ اگر ایسا ہوتا تو 82ء کا سانحہ پیش نہ آتا۔

بھارت میں حالات روز بروز بدتر ہو رہے تھے۔ آئے روز سکھ ہندو پولیس آفیسرز مر رہے تھے۔ ہزاروں کی تعداد میں سکھوں کو پولیس نے گرفتار کر کے نظر بند کر دیا تھا اور اسی نظر بندی میں دوران تفتیش سینکڑوں سکھوں کو اذیتیں دے دے کر مار ڈالا تھا۔ ظلم و بہیمیت کی یہ داستانیں یورپ میں بھی پھیلنے لگیں۔

غیر ممالک کے سکھوں نے بھارتی ایئر لائن کے بائیکاٹ کا اعلان کر دیا۔ انڈین ایئر لائنز کے کینیڈین ایجنٹ نے کہا ہے 24 فیصد خصوصی رعایت کے باوجود اس کے گاہکوں کی تعداد نصف ہو کر رہ گئی ہے۔ 1982ء میں لندن میں یورپی وزرائے اعظم کی کانفرنس میں سکھوں نے درخواست دائر کی کہ ہیومن رائٹس کی جس بری طرح دھجیاں اڑائی جا رہی ہیں ان کا جائزہ لینے کے لئے فوری طور پر ایک غیر

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

جانبدار وفد بھارتی پنجاب میں روانہ کیا جائے۔ یہ درخواست کینیڈا کی پارلیمنٹ میں پیش کی گئی۔

جیسے جیسے کینیڈا میں سکھوں کی شورش میں اضافہ ہو رہا تھا اس کے ساتھ ساتھ بھارتی انٹیلی جنس کا جال بھی پھیلتا چلا جا رہا تھا۔ بھارتی ہائی کمیشن کی مشکوک سرگرمیاں بڑھتی جا رہی تھیں۔

بھارتی انٹیلی جنس پر نظر رکھنے والی یورپین انٹیلی ایجنسیوں کی رپورٹ تھی کہ سکھوں کی معاندانہ کارروائیوں کے جواب میں بھارتی انٹیلی جنس نے بھی ان کے خلاف بھارت اور غیر ممالک میں دہشت گردانہ کاروائیوں کا بھرپور آغاز کر دیا ہے۔ بھارتی حکومت نے سکھوں کو بھی دہشت گردی کا نشانہ پنجاب میں بنا رکھا تھا وہی سلوک ان کے ساتھ کینیڈا میں ہونے لگا۔

1982ء میں کینیڈا کی عدالت میں سمرا کے ہاتھوں قتل کی واردات بھارتی قونصلیٹ کی شاندار کامیابی تھی اس حادثے کے بعد سے کینیڈا کے اخباروں نے بھارتی پنجاب میں سکھوں کے ساتھ ہونے والی زیادتیوں کو بھلا کر انہیں اس واقعے کے حوالے سے ایک دہشت گرد، گرم مزاج اور خطرناک قوم کی حیثیت سے پیش کرنا شروع کر دیا اور یہی بھارتی انٹیلی جنس کا نقطہ نظر تھا۔ پنجاب کے واقعات کے حوالے سے اگر کوئی نرم گوشہ عوام کے دلوں میں سکھوں کے لئے موجود تھا تو وہ اب ختم ہو چکا ہے۔

تھکا دینے والی جنگ

83ء کا سال سکھوں کے لئے کینیڈا میں بڑا منحوس ثابت ہوا۔ اوسگوڈی ہال میں سمرا کے ہاتھوں ایک شخص کی موت پھر جلوسوں میں فائرنگ کے واقعات نے سکھوں کی شناخت ہی بدل ڈالی اور اب وہ کینیڈا میں ایک محنتی اور پرامن قوم کے بجائے لڑنے مرنے پر آمادہ قوم کے فرد سمجھے جانے لگے۔ کینیڈا کی عام سوسائٹی نے سکھوں سے پہلو تہی کا رویہ اپنایا اور ان کی سماجی سرگرمیوں کا بائیکاٹ ہونے لگا۔ ایک ایسا دور بھی آیا جب سکھوں کی سرگرمیاں ان کے گوردواروں تک ہی محدود ہو کر رہ گئیں گوردوارہ سکھوں میں مذہبی قوت کا سمبل سمجھا جاتا ہے۔ یہاں ہر اتوار کو سکھ اکٹھے ہو کر عبادت کرتے ہیں۔ سیاسی لحاظ سے گوردواروں کو سکھوں کی زندگی میں بہت اہمیت حاصل ہے۔

سکھوں کا معاشرہ بنیادی طور پر مرد کا معاشرہ ہے۔ گوردوارے کا گرنتھی مرد ہوتا ہے۔ گوردوارے کی سیوا سنبھال بھی مردوں کا ذمہ ہے۔ سکھوں کا اجتماع جب گوردوارے میں ہوتا ہے تو وہ تمام مسائل پر کھل کر گفتگو کرتے ہیں جبکہ ان کی عورتیں اپنے بچوں کو سنبھالنے میں مصروف رہتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ گوردوارے کی زندگی میں بھی سکھ خواتین کا کوئی عمل دخل نہیں ہوتا۔ سوائے اس کے وہ کھانے پکانے کا بندوبست کریں یا پھر برتن وغیرہ صاف کریں اس کام کو بھی وہ عقیدت کے ساتھ ایک سعادت سمجھ کر انجام دیتی ہیں۔

سکھوں کے آپس میں خواہ کیسے ہی اختلافات رہے ہوں لیکن یہ لوگ گوردوارے میں اپنا بھائی چارے کا ماحول رکھنے کے پابند ہیں گو کہ یہاں بھی آپس میں لیڈرشپ کی دوڑ لگی رہتی ہے اور اپنی شخصیت کو نمایاں رکھنے کے لئے یہ لوگ بہت کچھ کر گزرتے ہیں لیکن جب گوردوارے کے اندر موجود ہوں تو باہمی احترام ہمیشہ ملحوظ خاطر رکھتے ہیں۔ یورپ کے لادین معاشرے میں رہ کر ایک پرتعیش زندگی بسر کرنے کے باوجود سکھوں میں اپنی روایات کا احترام جوں کا توں موجود ہے۔ سکھ جب بھی اپنے گوردواروں میں اکٹھے ہوتے ہیں۔ پنجاب میں اپنے بھائی بندوں کے ساتھ بیتنے والے مظالم ہی عموماً ان

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

کی گفتگو کا موضوع ہوتے ہیں۔

گوردواروں میں یہ لوگ آپس میں اپنی معلومات کا تبادلہ کرتے ہیں خصوصاً پنجاب سے آنے والی خبریں ایک دوسرے تک منتقل کرتے ہیں اس کے برعکس کینیڈا کے اخباروں کا رویہ اتنا مایوس کن ہے کہ ان سے سکھوں کو کسی کلمہ خیر کی توقع نہیں رہی۔ کینیڈا کے اخبارات سکھوں کو ایک ہی مشورہ دیتے ہیں کہ وہ اپنے آبائی وطن کو بھول کر خود کو صرف کینیڈین سمجھیں۔

بھارتی ہائی کمیشن کے سامنے ہونے والی فائرنگ پر ٹورنٹو سٹار نے جو ایڈیٹوریل لکھا اس میں بحث کو سمیٹتے ہوئے ایڈیٹر نے کہا کہ اب سکھوں کو تمام پرانے رشتے بھول کر نئی دنیا بسانی چاہئے اور کینیڈین شہریوں کی حیثیت سے انہیں یہ حق حاصل نہیں کہ وہ پنجاب کے مسئلے کو اپنا ذاتی مسئلہ بنالیں۔

خالصتان کے حامی اور مخالفین کی سڑکوں پر لڑائیاں تو بند ہوگئیں لیکن کینیڈین اخبارات نے اس سرد جنگ کو جاری رکھا۔

انہوں نے سکھوں سے کہا کہ جب کینیڈا میں رہنے والے یہودیوں کو اس بات سے کوئی سروکار نہیں کہ روس یہودیوں کو ترک وطن کی اجازت دیتا ہے یا نہیں تو انہیں آخر کیا تکلیف ہے۔ کہ وہ اپنا منہ اب بھی پنجاب کی طرف کر کے بات کرتے ہیں۔ سکھوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ اب اپنی پیٹھ پنجاب کی طرف سے موڑ لیں اور خود کو کینیڈا کے شہری سمجھ کر زندگی بسر کریں۔

اپریل 83ء میں سکھوں نے ایک اور احتجاجی جلوس کا اہتمام کیا۔ یہ مذہبی جلوس تھا جو پرامن رہا۔ جلوس کا اہتمام کوئین پارک پر ہوا جہاں مذہبی تقاریب منعقد کی گئیں۔ اس مرتبہ جلوس کے اندر تو گڑبڑ نہیں ہوئی لیکن راہ چلتی کاروں سے سکھوں پر آوازے کسی گئے۔ ان کا تمسخر اڑایا گیا۔

کارلٹن سٹریٹ کے ایک اپارٹمنٹ سے آواز بلند ہوئی۔

”ڈائپر اپنے سروں سے اتار دو“

یہ اشارہ سکھوں کی رنگ برنگی پگڑیوں کی طرف تھا۔ اس بات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ عوام الناس میں اب انہیں اچھی نظروں سے نہیں دیکھا جارہا تھا۔ کسی نے گندے انڈے جلوس پر پھینکے لیکن اس مرتبہ پولیس ہوشیار تھی۔ انہوں نے 82ء والے حادثے سے سبق حاصل کر لیا تھا۔ اس مرتبہ سو پولیس افسر جلوس کے ساتھ موجود تھے۔ جنہوں نے کمال ہوشیاری سے کام لے کر بگڑنے سے پہلے ہی حالات پر قابو پالیا۔

اسی سال گریوال اور فوجا سنگھ کے مقدمات جب تک عدالت میں زیر سماعت رہے۔ سیکورٹی والوں نے یونیورسٹی ایونیو کو گھیرے میں لئے رکھا۔ ہر آنے والے کو میٹل ڈیکٹر سے چیک کرنے کے بعد

ہی اندر داخل ہونے کی اجازت ملتی تھی۔ 19 مئی کو جب ہیگ لاک نے مقدمے کے فیصلے کا اعلان کرنا تھا تو وہ عدالت میں گولی پروف جیکٹ پہن کر آیا۔

اس پر بس نہیں، 20ء مسلح پولیس والے عدالت کے کمرے میں موجود تھے انہوں نے ایک سال پہلے اوسگوڈی ہال میں ہونے والے خونی ڈرامے کو ذہن میں رکھتے ہوئے کسی بھی ممکنہ آفت کا سامنا کرنے کے لئے جانے کتنی مرتبہ پہلے ریہرسل کر رکھی تھی۔

حادثہ یہ گزرا کہ پہلے تو کینیڈین سیکورٹی نے سکھوں سے آنکھیں ہی بند کئے رکھیں اور اب اچانک ان کا گھیراؤ کر لیا۔ اس صورت حال نے سکھوں کو مشتعل کر دیا انہوں نے اونٹاریو کے اٹارنی جنرل رائے میک موٹری سے اپیل کی کہ وہ گوردوارہ بل پیش کر کے مذہبی مقدس مقامات کو سیکورٹی کی دست برد سے بچانے کا اہتمام کریں۔ لیکن عدالت نے یہ تجویز رد کر دی۔ ملکی امن وامان کو داؤ پر لگا کر وہ لوگ مذہبی مقامات کا تقدس برقرار رکھنے کے حق میں نہیں تھے۔

سکھوں کی سرگرمیاں اپنے گوردواروں میں بڑھتی چلی گئیں وہ اپنے گوردواروں میں جمع ہو کر پنجاب سے ملنے والی اطلاعات پر تبادلہ خیال کرتے۔ جون 84ء میں مشرقی پنجاب میں حالات بہت زیادہ بگڑ گئے جب بھارتی فوج نے سکھوں کے مقدس ترین مقام دربار صاحب پر حملہ کر دیا جسے دنیا آپریشن بلیو سٹار کے نام جانتی ہے۔ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ بھارتی حکومت کے اس جاہلانہ اقدام نے بھارت کی مستقبل کی تاریخ ہی بدل کر رکھ دی۔ بھارت ہی نہیں بلکہ یورپ اور کینیڈا میں بسنے والے سکھوں کے نظریات اور سوچیں بھی بدل گئیں۔ سیاست کا پہیہ الٹا گھومنے لگا۔ کینیڈا میں رہنے والے سکھوں کی سوچ میں انتہا پسندی آنے لگی اور وہ اس نتیجے پر پہنچ گئے کہ اب صلح کی گنجائش باقی نہیں رہی وہ خود کو ایک لمبی اور تھکا دینے والی جنگ کے لئے تیار کرنے لگے۔

تمام سکھ جگت میں سنت جرنیل سنگھ بھنڈرانوالہ کے نام کے ڈنکے بجنے لگے۔ ایک ایسا مذہبی راہنما جو کبھی بھارتی حکومت کا آدمی تھا اچانک ہندو سامراج کے اس صدی کے سب سے بڑے دشمن کی حیثیت سے شہرت اختیار کر گیا۔ سکھ اسے اپنے گواردوروں کی طرح پوجنے لگے۔ بھارتیوں نے کبھی سوچا نہیں ہوگا کہ جس شخص کو اپنے مخصوص مفادات کے تحت وہ سیاسی میدان میں آگے بڑھا رہے ہیں وہ ان کے لئے نہ ختم ہونے والی مشکلات کا پہاڑ کھڑا کر دے گا۔

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

جرنیل سنگھ 47ء میں جنوبی پنجاب کے ایک غریب سے کاشت کار گھرانے میں پیدا ہوا۔ اپنے سات بھائیوں میں وہ سب سے چھوٹا تھا۔ جرنیل سنگھ کے باپ نے اسے کھیتوں میں مصروف رکھنے کے بجائے مذہبی تعلیم کے حصول کے لئے گوردوارے میں رکھنے کو ترجیح دی۔ یہ گوردوارہ بھنڈران نامی دیہات سے منسلک تھا اسی حوالے سے بعد میں سنت جرنیل سنگھ کی شہرت بھی ہوئی۔ جرنیل سنگھ نے سکول میں صرف پرائمری تک تعلیم حاصل کی تھی لیکن پنجابی زبان پر اس کی دسترس قابل تحسین تھی۔

پرائمری کے بعد اسے دمدمی ٹکسال جو سکھوں کی مذہبی تعلیمات کا سب سے بڑا مرکز ہے میں داخل کروادیا گیا دمدمی ٹکسال امرتسر شہر سے 60 کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ ٹکسال میں سنت کرتار سنگھ نے جرنیل کی مذہبی تربیت شروع کی۔

پنجاب میں سنت چلتے پھرتے مذہبی سکول کا نام ہے۔ سنت لوگ مسلسل سفر میں رہ کر تبلیغ کرتے ہیں۔ اس طرح ان کا رابطہ عوام سے مسلسل رہتا ہے۔ جلد ہی سنت جرنیل سنگھ نے دیہاتوں میں شہرت حاصل کرلی اور جب 77ء میں کار کے ایک حادثے میں ٹکسال کا سربراہ سنت کرتار سنگھ مارا گیا تو سنت جرنیل سنگھ بھنڈرانوالہ کو ٹکسال کا سربراہ بنادیا گیا۔

یہ وہ سال ہے جب مسز اندرا گاندھی الیکشن ہار کر وزارت عظمیٰ سے الگ ہوچکی تھی اس شکست کی ذمہ داری کانگرس نے اندرا گاندھی کے لاڈلے سپوت سنجے گاندھی پر ڈالی تھی جس کے ظالمانہ اقدامات کے باعث ایمرجنسی نافذ کی گئی اور جو بعد میں پھر فضائی حادثے کا شکار ہوکر اپنے انجام کو پہنچا۔ ان دنوں سنجے گاندھی اپوزیشن میں دراڑیں ڈالنے کے لئے اپوزیشن کی لیڈرشپ کے کچھ لوگوں کو اپنے ساتھ ملانے کی مہم شروع کرچکا تھا۔

گیانی ذیل سنگھ نے جو بعد میں بھارت کا صدر بنا سنجے گاندھی سے کہا کہ اگر وہ پنجاب سے بھنڈرانوالہ کے اپنے ساتھ ملالے تو اس کا کام بہت آسان ہوسکتا ہے۔

بھنڈرانوالہ کوئی سیاسی آدمی نہیں تھا۔ لیکن مذہبی لحاظ سے وہ پنجاب کی سب سے مضبوط اور طاقتور شخصیت بن چکا تھا۔ وہ بنیاد پرست سکھ کی حیثیت سے اپنی برادری میں تیزی سے جگہ بنا رہا تھا۔ اس نے سکھوں کو اپنے دھرم پر سختی سے کاربند رہنے کی تلقین کی اور گاؤں گاؤں جا کر "امرت سنچار" کرنے لگا۔

اس نے سکھوں سے کہا کہ وہ شراب اور سگریٹ چھوڑ دیں۔ بال کٹوانے بند کریں اور اپنی مذہبی تعلیمات پر سختی سے کاربند ہوجائیں۔ صرف یہی ایک صورت ہے جو ان کے مذہبی تشخص کو برقرار رکھے گی اور وہ من حیث القوم زندہ رہ سکیں گے بصورت دیگر دنیا سے ان کے مذہب کا نام ونشان مٹ جائے گا۔

سنجے گاندھی نے جلد ہی جرنیل سنگھ سے تعلقات استوار کر لئے اب بھنڈرانوالہ اکالی شپ کے لئے خطرے کی گھنٹی بننے لگا۔ 1980ء میں جب کانگریس نے دوبارہ اقتدار حاصل کرلیا تو بھنڈرانوالہ آزاد حیثیت میں اپنے آپ کو منوا چکا تھا۔ کانگریس کے برسر اقتدار آنے پر اسے جیل سے رہائی بھی مل گئی۔ سنت پر "نرنکاری" سکھوں کے قتل کا الزام تھا۔ یہ نرنکاری سکھ چوک مہتہ میں مارے گئے تھے اور پولیس نے اس قتل عام کی ذمہ داری سنت جرنیل سنگھ پر عائد کرتے ہوئے کہا تھا کہ اس کے حکم سے اس کی پیروگاروں نے نرنکاریوں پر حملہ کیا تھا۔

سنت جی کو جیل سے رہا کروانے کا سہرا گیانی ذیل سنگھ کے سر جاتا ہے۔ رہائی کے بعد ایک مرتبہ پھر سنت کو گرفتار کرلیا گیا۔ اس مرتبہ اس پر ایک ہندو اخبار کے ایڈیٹر کے قتل کا الزام لگایا گیا تھا۔ اسی گرفتاری نے سکھوں کو مشتعل کردیا۔ سنت کی حمایت میں مظاہروں کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہوگیا۔ اس مرتبہ پھر گیانی ذیل سنگھ آڑے آیا اور سنت جی کو جیل سے رہائی مل گئی۔

سنت بھنڈرانوالہ کبھی کانگرس کا ممبر نہیں رہا۔ کانگرس نے "در پردہ" اس کی حمایت میں کبھی کوتائی نہیں کی اور ہمیشہ اس کے مشن کو آگے بڑھانے میں اس کی راہنمائی کرتے رہے۔ اس کی سرگرمیوں کو تحفظ دیتے رہے۔ اسی طرح کانگریس کے خیال میں سنت جی نے ایسی آگ سلگادی تھی جس میں اکالی سیاست بھسم ہوکر رہ جاتی۔ اس بات کا تو کبھی کانگرس کو گمان ہی نہیں گزرا تھا کہ جو آگ انہوں نے پنجاب میں بھڑکائی ہے۔ وہ کانگریس کے دامن کو ہی جلا کر راکھ کردے گی۔

بھنڈرانوالہ کانگرس کے ساتھ داؤ کھیل رہا تھا۔ اس کا کانگرس کو احساس ہی نہ ہوسکا اور جب انہیں علم ہوا تو پانی سر سے گزر چکا تھا۔ کانگرس پنجاب میں برسر اقتدار آئی تو انہوں نے خواہش کی کہ اب یہ کھیل ختم ہوجائے لیکن سنت جرنیل سنگھ نے اس کے برعکس کانگرس سرکار سے پنجاب کو زیادہ صوبائی آزادی دینے کا مطالبہ داغ دیا اس طرح اس نے ایک ہی جھٹکے سے پنجاب میں کانگرس اور اکالی دل کو اوندھے منہ گرادیا۔ پنجاب کے لئے زیادہ آزادی کے مطالبے نے بھنڈرانوالہ کو نوجوانوں کا ہیرو بنادیا اور اسے ایک طرح خالصتانی کمانڈر کی حیثیت حاصل ہوگئی۔ پنجاب بھر سے مسلح نوجوان اس کے گرد اکٹھے ہونے لگے اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ 80ء کے موسم گرما میں سنت بھنڈرانوالہ دربار صاحب

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

منتقل ہو گیا۔ اب دربار صاحب کو ایک مذہبی مقام کے ساتھ ساتھ سکھوں کے جنگی قلعہ کی حیثیت بھی حاصل ہو گئی تھی۔

چار سو جدید ہتھیاروں سے لیس تربیت یافتہ نوجوان اس کے پاس موجود تھے۔ جن کی تعداد میں آئے روز اضافہ ہو رہا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ اسلحے کے ذخائر بڑھنے لگے تھے اور دربار صاحب میں بیٹھ کر سنت جرنیل سنگھ پنجاب پر عملاً بادشاہت کر رہا تھا۔ اس کا سکہ پنجاب میں پوری قوت سے چل رہا تھا۔ کسی کو اس کے حکم سے سرتابی کی مجال نہیں تھی۔

بھنڈرانوالہ اس کے بعد دربار صاحب سے زندہ باہر نہیں نکلا۔ اس کے پیروکار حکومت سے ٹکرا گئے تھے۔ وہ وقتاً فوقتاً اپنی کمین گاہ سے نکلتے اور کارروائی مکمل کر کے واپس اپنے قلعہ میں لوٹ آتے کانگرس کی سلگائی ہوئی چنگاری جنگل کی آگ کی طرح پھیلنے لگی اور وقت آ گیا جب سنت جرنیل سنگھ کی کارروائیوں سے زچ ہو کر بھارتی وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی نے اپنی سیاسی زندگی کا سب سے زیادہ متنازعہ اور تباہ کن فیصلہ کر لیا۔

یہی فیصلہ بعد میں ان کی موت کا باعث بنا۔ مسز اندرا گاندھی نے حالات کی سنگینی کو یکسر انداز کرتے ہوئے دربار صاحب پر حملے کے لئے بھارتی فوج کو حکم دے دیا کہ دربار صاحب کی عمارت کو گھیرے میں لے لے جہاں ممکنہ صورت حال کے پیش نظر سکھوں نے 71ء کے بھارتی فوج کے ہیرو اور مکتی باہنی کے کرتا دھرتا جنرل شوبیگ سنگھ کی کمان میں جنگی صف بندی کر رکھی تھی۔

جنرل شوبیگ سنگھ جو کبھی بھارتی فوج کا ہیرو تھا اب بھارتی فوج کا سب سے بڑا دشمن اور خالصتان کا پہلا کمانڈر انچیف بن چکا تھا۔

خالصتانی سکھوں کے ساتھ بھارتی فوج کی جھڑپوں کا آغاز تو جون میں ہی ہو گیا تھا لیکن آل آؤٹ حملہ بھارتی فوج نے 5 جون 84ء کی صبح کیا۔ پیدل فوج کے جوان کمانڈوز کی معیت میں آگے بڑھے لیکن اندر سے زبردست مزاحمت پر بے شمار لاشیں چھوڑ کر پیچھے ہٹ گئے۔ جس کے بعد جنرل ڈویا نے آرٹلری کو آگے بڑھایا۔ میڈیم بیٹریاں حرکت میں آئیں اور ان کے کور میں ٹینک سوار دربار صاحب میں داخل ہو گئے۔ فوج کو بھنڈرانوالہ اور اس کے تخریب کار ساتھیوں کے ٹھکانے تباہ کر دینے کا مشن سونپا گیا تھا۔ مسز اندرا گاندھی نے انتہائی بہیمیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے حملے کا وہ دن مقرر کیا تھا جس کو

سکھوں کے نزدیک زبردست مذہبی اہمیت حاصل ہے۔

گورو ارجن دیو کا یوم شہادت تھا اور ہزاروں سکھ عورتیں مرد بوڑھے اور بچے گوردوارے کی مذہبی تقریبات میں شرکت کرنے آئے ہوئے تھے۔ مسز اندرا گاندھی کے مشیروں کا خیال تھا کہ اس طرح سکھ عورتوں اور بچوں کی موجودگی میں فوج کا کام آسان ہو جائے گا اور اندر موجود ”تخریب کار“ بھی اس جال میں پھنس جائیں گے۔

بھارتی فوج کو انٹیلی رپورٹوں کے برعکس انتہائی مضبوط اور منظم سکھوں کا سامنا کرنا پڑا اور سرکاری رپورٹ کے مطابق 2 ہزار سے زائد لاشوں کا سمندر عبور کرنے کے بعد انہوں نے دربار صاحب پر بھارتی ترنگا لہرانے میں کامیابی حاصل کی۔ سکھوں کے ذرائع کے مطابق مرنے والوں کی تعداد 5 سے 7 ہزار کے درمیان تھی۔

عمارت مکمل طور پر تباہ ہو گئی سکھوں کے تاریخی عجائب گھر کو آگ لگا کر راکھ کا ڈھیر بنا دیا گیا۔

ہر قابل ذکر مذہبی یادگار کو تہس نہس کر کے بھارتی فوج نے اپنے انتقام کی آگ بجھائی۔

سکھوں کا یہ قتل عام جو آپریشن بلیوسٹار کے نام پر کیا گیا کوئی ایسا سیاسی مسئلہ نہیں تھا جو بھارتی لیڈر شپ کے جوڑ توڑ سے قابو آ جاتا۔ ساری دنیا میں سکھ بھڑک اٹھے اور انہوں نے بھارتی پرچم اور مسز اندرا گاندھی کے پتلوں کو بھارتی سفارتخانوں کے سامنے نذر آتش کر کے اپنا غصہ نکالنا شروع کیا۔

ٹورنٹو میں 19 سالہ جسبیر سنگھ سینی ریڈیو سے خبریں سن رہا تھا جب اس نے چوتھی مرتبہ دربار صاحب کے متعلق رپورٹ سنی تو وہ اپنے جذبات پر قابو نہ رکھ سکا۔ سیاہ پگڑی باندھے ایک بازو سے معذور بارہویں گریڈ کے طالب علم نے سب وے کا رخ کیا اور ٹرین پکڑ کر بلور اور یونگی سٹریٹ پہنچ گیا۔ 27 ویں منزل پر واقع آفس میں داخل ہو کر جوش انتقام سے پاگل ہو کر وہاں موجود مسز اندرا گاندھی کے قیمتی پورٹریٹ کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیا۔

باڈی گارڈوں نے اس پر قابو پانے کی ہر ممکن کوشش کی لیکن اس نے اپنا کام مکمل کر کے چھوڑا۔ جب سیکورٹی کی انچارج کینیڈین خاتون وہاں پہنچی تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ جسبیر سنگھ تو وہاں سے جا چکا تھا لیکن توڑ پھوڑ کا سلسلہ ابھی تک جاری تھا۔

میٹرو پولیس کے سامنے بیان دیتے ہوئے اس نے کہا جب ڈیوٹی پر پہنچی تو میں نے دیکھا

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

کونسل جنرل سریندر ملک اپنے ملازمین کو توڑ پھوڑ کی ہدایات جاری کر رہا تھا۔ اس نے اپنے ہاتھ سے کئی چیزیں توڑی تھیں۔ اس نے کہا میں نے کونسل جنرل کو اپنے ملازمین کو ہدایات دیتے سنا ہے کہ جلدی کرو اور میڈیا کے لوگوں کی آمد سے پہلے پہلے اپنا کام ختم کرلو۔

اس کے حلفیہ بیان کی تصدیق ایک ریڈیو رپورٹر ڈانالیوس نے بھی کی۔ جس نے اپنے ''پولیس مانیٹر'' پر ایمرجنسی کال سنی اور جب وہ بھاگم بھاگ قونصلیٹ پہنچا تو ملک وہ کام ختم کر رہا تھا جس کا آغاز ایک بازو والے جسبیر سنگھ سینی نے کیا تھا۔

گرفتاری کے بعد سینی نے اپنے جرم کا بڑی جرات سے اقبال کیا اور کہا کہ اس نے صرف مسز اندرا گاندھی کا پورٹریٹ توڑا تھا۔ پولیس نے اسے عام سے جرم کی دفعہ کے تحت گرفتار کیا لیکن یہ کیس کبھی عدالت میں نہ جا سکا۔ قونصلیٹ جنرل کو علم ہو گیا کہ اسکی سیکورٹی گارڈ نے پولیس کو کیا بیان دیا ہے۔ لیکن سفارت کار ہونے کے ناطے جو خاص حقوق اسے حاصل تھے ان کی بنیاد پر اس نے پولیس کو اس بیان کی تصدیق کے لئے اپنے آفس آنے کی اجازت دینے سے انکار کر دیا۔

میٹرو پولیس کے علم میں یہ بات آئی کہ ان کے اپنے ایک آفیسر کے ذریعے یہ اطلاع بھارتی قونصلیٹ کو پہنچائی گئی جو اس کا تنخواہ دار آدمی تھا۔ جسبیر سنگھ آپریشن بلیو سٹار کے ردعمل کی ایک عام سی مثال ہے۔ بھارتی مصنف ایم جے اکبر نے اس سانحے پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا تھا کہ اس آپریشن نے سکھوں کے دلوں میں انتقام کی آگ دہکا دی ہے۔ بھارت میں رہنے والا کوئی بھی سکھ خواہ اس کا تعلق کسی پسماندہ دیہات سے تھا یا دہلی کے ماڈرن علاقے کے کسی بنگلے میں رہنے والا۔ اس المیئے کا سب نے یکساں اثر قبول کیا۔

وہ لوگ بھونچکا رہ گئے کہ ان کے ساتھ آخر کیا حادثہ گزر گیا۔ وہ لوگ جن کا کبھی سیاست سے دور کا واسطہ بھی نہیں رہا تھا اور بڑے زبردست ہندو نواز تھے یا لبرل کہلاتے تھے ان کے پاس بھی اس بہیمانہ کارروائی کے حق میں کوئی جواز موجود نہیں تھا۔

۞

بھنڈرانوالہ نے اپنی زندگی میں کبھی یہ نہیں سوچا ہو گا کہ وہ مر کر راتوں رات سکھوں کی محبوب ترین ہستی بن جائے گا۔ ہندوؤں کا ردعمل اس کے برعکس تھا اور ایک مرتبہ پھر وہ مسز اندرا گاندھی کو اس طرح پوجنے لگے تھے جیسے کبھی اس کے ''بنگلہ دیش'' والے کارنامے کے بعد پوجتے تھے۔

اپریشن بلیو سٹار نے ایک کارنامہ یہ بھی انجام دیا کہ ساری دنیا میں بکھرے سکھوں کو ایک لڑی میں پرو دیا۔ لوگ آپس کی دشمنیاں فراموش کر کے خالصتان کے نام پر اکٹھے ہو گئے اور ان سکھوں نے بھی مذہبی چولا پہن لیا جنہوں نے کبھی گوردوارے کا منہ نہیں دیکھا تھا۔ جو مذہب یا سیاست کی الف ب بھی نہیں جانتے تھے۔ کینیڈا میں یہ بات خاص طور سے دیکھنے میں آئی کہ کوئی ایک سکھ بھی ایسا پریس والوں کو نہ مل سکا جو اس حملے کے حق میں ہوتا۔

حملے کے اگلے ہی روز ملک کے کونے کونے سے ہزاروں سکھ اکٹھے ہو کر بھارتی قونصلیٹ کے سامنے پہنچ گئے۔ ٹورنٹو کی بلور اور یانگی سٹریٹ میں چاروں طرف پگڑیاں ہی پگڑیاں دکھائی دیتی تھیں، وہ لوگ کسی ایجنڈے کے ساتھ یا منصوبے کے تحت نہیں آئے تھے یہاں موجود ہر سکھ اپنے غم و غصہ کا اظہار کر رہا تھا۔ بھارتی پرچم جلا کر بھارتی وزیراعظم کو گالیاں دے کر بھارتی حکومت کا ماتم کر کے۔

سکھ عورتیں جو عموماً مردوں کے پیچھے رہتی ہیں۔ اس مرتبہ سب سے آگے تھیں وہ سینہ کوبی کرتے ہوئے چلا رہی تھیں۔ ''اندرا کتیا کی بچی'' سکھ مرد چلا رہے تھے ''خون کا بدلہ خون سے لیں گے'' سکھوں نے سفارت خانے کے سامنے ''اندرا قتل فنڈ'' قائم کرنے کا اعلان کیا اور پلک جھپکتے وہاں 30 ہزار ڈالر کا فنڈ جمع ہو گیا۔ درجنوں سکھ نوجوانوں نے اپنے نام ''خودکشی مشن'' کے لئے پیش کر دیئے۔ یہ لوگ اندرا گاندھی کی موت کی قیمت اپنی جان چکا کر ادا کرنا چاہتے تھے۔

کینیڈا ہی میں سکھوں کے غم و غصے کا یہ عالم نہیں تھا، بلکہ لندن میں بھی ڈاکٹر جگجیت سنگھ چوہان نے بی بی سی پر انٹرویو دیتے ہوئے اعلان کیا کہ سکھ اندرا گاندھی کو بہرصورت مار ڈالیں گے۔ اس کے اعلان کو دنیا بھر میں موجود لاکھوں سکھوں نے حرز جاں بنا لیا۔ ڈاکٹر چوہان نے اپنے مخصوص انداز میں پیش گوئی کرتے ہوئے کہا کہ نومبر سے پہلے پہلے اندرا گاندھی کا کام تمام کر دیا جائے گا۔

۞

سیاسی سطح پر اپنے غم و غصے کے اظہار کے لئے سکھوں نے جولائی 1984ء میں نیویارک کے میڈیسن سکوائر پر جلسہ کیا جس میں کینیڈا اور امریکہ کے چپے چپے سے سکھ اکٹھے ہوئے۔ وہ سیاسی سطح پر کوئی ایسا فورم بنانا چاہتے تھے جس کے ذریعے بھرپور لابی کر سکیں۔ اس جگہ آسٹریلیا، انڈونیشیا، سنگاپور، یورپ، امریکا، میکسیکو اور کینیڈا سے سکھ اکٹھے ہوئے اور 2 ملین کے ابتدائی فنڈ سے انہوں نے ورلڈ سکھ

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

آرگنائزیشن قائم کردی۔ سابقہ کانگریس میں اور امریکہ کے درجہ اول کے وکیل جم کارمن کی خدمات ورلڈ سکھ آرگنائزیشن کی نمائندگی کے لئے حاصل کی گئیں۔ سینٹ اور ایوان نمائندگان میں لابنگ کرنے کیلئے ورلڈ سکھ آرگنائزیشن نے واشنگٹن میں کیپٹل ہلز پر اپنا آفس قائم کرلیا جس کو ایک طرح سے ہیڈ کوارٹر کی حیثیت حاصل ہوگئی۔ اس کے ساتھ ہی امریکا اور کینیڈا کے مختلف ہیومن رائٹس گروپوں کی طرف سے بھارت میں سکھوں کے قتل عام کا مسئلہ اٹھایا جانے لگا۔ ڈبلیو ایس او کا آغاز بڑا ابھرپور اور جاندار تھا۔

ڈبلیو ایس او کو اپنی شاندار شپ کے سبب ابتداء ہی میں زبردست کامیابیاں نصیب ہوئیں۔ پنجاب میں جو اپریشن بھارتی فوج نے کیا اس میں سکھوں کے دربار صاحب کے علاوہ بھی ہر قابل ذکر گوردوارے پر حملہ کیا گیا اور مسز اندرا گاندھی نے یہی باور کیا کہ اب روس نے سکھوں میں موجود خالصتانی عنصر کا قلع قمع کردیا ہے لیکن یہ اسکی بھول تھی۔ بہت سے ایسے لوگ اس حملے میں زندہ بچ رہے جو بعد میں بھارتی سامراج کے لئے مستقل عذاب بن گئے۔

میجر جنرل جسونت سنگھ بھلر جو آج بھی ایک زبردست متنازعہ شخصیت کی حیثیت سے سکھوں میں زیر بحث رہتا ہے۔ 71ء کا نامور جرنیل تھا اور بھارتی فوج میں اسے بھی جنرل شوبیگ کی طرح بہت اہمیت حاصل تھی لیکن ہندوؤں کے متعصبانہ رویئے کے پیش نظر اس نے فوج سے استعفی دے دیا۔ جب سنت بھنڈرانوالہ دربار صاحب میں قلعہ بند ہوکر بھارتی فوج سے جنگ لڑنے کی تیاریاں کررہا تھا تو اس نے جنرل بھلر کو امریکہ اس مشن کے ساتھ بھیجا کہ وہ بیرونی دنیا میں سکھوں کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھے کرکے اپنی آواز یو این او تک پہنچائے۔ جنرل بھلر امریکہ آپریشن بلیو سٹار کے چند روز پہلے ہی پہنچا تھا۔ سکھوں کی اس جماعت نے اسے اپنا جنرل سیکرٹری بنالیا اور امریکہ کا صدر گنگا سنگھ ڈھلوں کو منتخب کرلیا جو امریکی سیاست کاروں کیساتھ اپنے دیرینہ تعلقات کے سبب اپنی ایک شناخت رکھتا تھا۔ جس کے حلقہ احباب میں اس وقت کا سپیکر تھامس ٹپ اونیل اور سابقہ ڈیفنس انٹیلی جنس کا ڈائریکٹر جنرل ڈینیل گراہم شامل تھا۔ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے اپنے اثر رسوخ سے صدر رونالڈ ریگن کو مشہور زمانہ ''سٹار وار پروگرام'' شروع کرنے کے لئے مجبور کردیا تھا۔ حالانکہ ریگن کو اس ضمن میں زبردست مزاحمت کا سامنا بھی کرنا پڑا۔

گنگا ڈھلوں اور جنرل جسونت سنگھ بھلر کی قیادت میں ورلڈ سکھ آرگنائزیشن نے اپنے کام کا آغاز کیا اور جلد ہی امریکی ایوان نمائندگان اور سینٹ میں سکھوں کی حمایت میں بل پاس ہونے لگے۔ بنیادی انسانی حقوق کی حفاظت کے حوالے سے بھارتی حکومت پر زبردست تنقید ہونے لگی اور بھارتی

حکومت کو بھارتی محاذ پر بڑی اذیت ناک صورت حال کا سامنا کرنا پڑا۔

ایسی بات بھی نہیں کہ بھارتی قیادت کو اس صورت حال کا پہلے سے اندازہ رہا ہو۔ وہ جانتے تھے کہ بیرون ممالک میں اثر و رسوخ کے حامل سکھ انہیں کبھی چین سے نہیں بیٹھنے دیں گے اور اس ممکنہ صورت حال سے نمٹنے کے لئے انہوں نے تیاریاں بھی کر رکھی تھیں۔ 1982ء کے آغاز میں ہی بھارت نے اپنے جاسوس ڈپلومیٹ کوز میں غیر ممالک میں بھیجنے شروع کردیئے تھے۔ خصوصاً کینیڈا، لندن اور امریکہ کے سفارت خانوں کا آدھے سے زیادہ عملہ بھارتی جاسوسوں پر مشتمل تھا۔ بھارتی جریدے انڈیا ٹوڈے نے 85 میں ایک مضمون میں انکشاف کیا۔

''بھارت نے گزشتہ دو سال میں اپنے سفارت کاروں میں ڈرامائی حد تک انٹیلی جنس کے لوگ داخل کردیئے ''را'' اور آئی بی'' کے بڑے بڑے دماغ مختلف ڈپلومیٹ کورز کے ساتھ ٹورنٹو، وینکور، نیویارک، واشنگٹن، سان فرانسسکو، لندن اور بون میں منتقل کردیئے گئے ہیں۔''

آپریشن بلیو سٹار کے بعد انٹیلی جنس نے غیر ممالک میں خالصتان تحریک کو ہائی جیک کرنے کا منصوبہ تیار کیا۔ ان کا پہلا ہدف ورلڈ سکھ آرگنائزیشن تھی جس میں اپنے بہت سے آدمی داخل کردیئے گئے۔ یہ لوگ جو بظاہر بڑے زبردست خالصتانی تھے اندرونی طور پر اپنا کام کرتے رہے اور جلد ہی وہ وقت آگیا کہ جب سکھوں کی کثیر تعداد میں اس آرگنائزیشن کا کردار مشکوک ہونے لگا۔ ایک ایسے شخص کو ڈبلیو ایس او کی لیڈر شپ دی گئی جسے پنجاب میں سرگرم عمل حریت پسندوں کی اکثریت رد کرچکی تھی۔ کوئی بھی خالی الذہن آدمی اگر یہ سمجھے کہ وہ محض متشددانہ نعروں کے ذریعے امریکہ کی ہمدردیاں حاصل کرلے گا تو وہ احمقوں کی جنت میں رہتا ہے۔

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

گوریلا کیمپوں کی کہانی

انڈین ائیر لائن کی پرواز کی تباہی میں بے گناہ اور بھارتی انٹیلی جنس کے ملوث کردہ اور مشہور کردہ سکھ لیڈر تلوندر سنگھ پرمار، اور اس کے دو ساتھیوں سرجن سنگھ گل اور عجائب سنگھ باگڑی نے ڈبلیو ایس او کی مجوزہ میٹنگ میں کینیڈا سے امریکہ جانے کا فیصلہ کیا۔ امریکی امیگریشن والوں نے تلوندر سنگھ کو سرحد پر ہی روک لیا۔ تلوندر سنگھ کے متعلق ان کے پاس پہلے سے بے شمار رپورٹیں موجود تھیں اور کینیڈین انٹیلی جنس نے اسے اپنی دانست میں بڑا دہشت گرد بنا رکھا تھا۔ تلوندر سنگھ کی کینیڈا میں 24 گھنٹے نگرانی کی جاتی تھی کیونکہ بھارتی حکومت کو وہ قتل کے مقدمات میں مطلوب تھا اور سمرا والے واقعے کے بعد جب کینیڈا نے اس کی گرفتاری کے لئے بھارتی حکومت سے رجوع کیا تو اس کے بدلے میں حکومت نے تلوندر سنگھ پرمار کو مانگا تھا۔

پرمار کو سرحد سے واپس لوٹا دیا گیا لیکن اس کا پرجوش ساتھی عجائب سنگھ باگڑی نیویارک کے میڈیسن سکوائر تک پہنچنے میں کامیاب ہوا۔ اس نے یہاں موجود سکھوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ کم از کم 50 ہزار ہندوؤں کو قتل کر کے ہم اس بے ادبی کا بدلہ چکا سکتے ہیں ورنہ جب بھارتی فوج کا جی چاہے گا ہماری عبادت گاہوں کا تقدس پامال کرے گی۔

پرمار کی مسلسل نگرانی اور اس کے معمولات پر کڑی نظر رکھنے والے آر سی ایم پی اور سی ایس آئی کے ایجنٹوں نے اس کے متعلق یہی رپورٹ دی کہ اس پر بھارتی حکومت کا آلہ کار ہونے کا شک کیا جا سکتا ہے اور یہ اندازہ لگایا گیا کہ بھارتی حکومت آپریشن بلیو سٹار کے بعد سکھوں کی احتجاجی تحریک کو ہائی جیک کرنے کے لئے تلوندر سنگھ کو استعمال کر رہی تھی۔

بھارتی حکومت کی پلاننگ یہی تھی کہ اگر تلوندر سنگھ خالصتان نواز سکھوں کی قیادت حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے تو وہ اسے اپنی مرضی کے مطابق استعمال کر سکیں گے۔

یہ اندازے غلط تھے۔ تلوندر سنگھ پرمار بھارتی حکومت کا ایجنٹ نہیں تھا۔ اگر ایسا ہوتا تو اسے

ابتدائی مرحلے پر ہی ناکامی کا منہ نہ دیکھنا پڑتا اور ڈبلیو ایس او کی کانفرنس میں اسے ہر صورت بھیجا جاتا اسطرح تو ان کا منصوبہ ابتدا ہی میں فیل ہو چکا تھا۔ اس کے سوا اور اس بات کا کیا مطلب لیا جا سکتا ہے۔

کینیڈا میں ڈبلیو ایس او کے ساتھ ہی انٹرنیشنل سکھ یوتھ فیڈریشن کا قیام بھی عمل میں آ گیا۔ اس تنظیم کا نام سکھ نوجوانوں کی پنجاب میں آل انڈیا سکھ سٹوڈنٹس فیڈریشن سے ملتا جلتا تھا جس کا قیام 1944ء میں عمل میں آیا اور جو اس دور میں سکھوں کی تنظیم اکالی دل کے یوتھ ونگ کا نام تھا۔ اس تنظیم نے بعد میں سکھ نوجوانوں میں بے پناہ مقبولیت حاصل کی اور سکھ نوجوانوں کی پنجاب میں واحد نمائندہ تنظیم ہونے کا اعزاز بھی حاصل کیا۔

80ء میں سکھ سٹوڈنٹس فیڈریشن کی کمان امریک سنگھ کے ہاتھوں میں آ گئی جو دمدمی ٹکسال کے بابا کرتار سنگھ کا بیٹا تھا۔ سنت کرتار سنگھ وہی تھا جس کا سنت جرنیل سنگھ بھنڈرانوالہ کو جانشین مقرر کیا گیا۔ بھنڈرانوالہ امریک سنگھ کو بہت عزیز رکھتے تھے۔ اور یہی باور کیا جاتا تھا کہ وہ ان کا دایاں ہاتھ ہے۔ جب دربار صاحب پر حملہ ہوا تو سنت جرنیل سنگھ بھنڈرانوالہ کے ساتھ امریک سنگھ بھی دلیری سے مقابلہ کرتے ہوئے مارا گیا۔ اسکی بہادری اور جرأت کی داستانیں آج سکھوں میں زبان زد عام ہیں۔ اس تنظیم کی ممبر شپ پر بعد میں بھارتی حکومت نے پابندی عائد کر دی تھی۔

دربار صاحب میں آل انڈیا سکھ سٹوڈنٹس فیڈریشن کا آرگنائزنگ سیکرٹری ہردیال سنگھ گھمن تھا۔ یہی وہ شخص ہے جس نے انٹرنیشنل سکھ یوتھ فیڈریشن کے قیام میں مرکزی کردار ادا کیا اور کینیڈا میں اس کی صف بندی کی۔ گھمن ہرجندر پال سنگھ ناگرا کے نام سے بھی مشہور ہے۔ جب بھارتی فوجوں نے دربار صاحب پر حملہ کیا تو وہ کسی طرح یہاں سے جان بچا کر نکلنے میں کامیاب ہو گیا اور اپنے نئے نام سے زندگی شروع کی۔

گھمن ہی وہ آدمی ہے جو سب سے پہلے سکھوں کے ایک گروپ کے ساتھ سنت جرنیل سنگھ بھنڈرانوالہ کے دو بھتیجوں سے جو متحدہ عرب امارات میں رہتے تھے ان سے ملا ان میں ایک کا نام جسبیر سنگھ روڈے اور دوسرے کا ملکھیر سنگھ براڑ تھا۔ اس نے دونوں کے سامنے اس نئی تنظیم کے قیام کا منصوبہ رکھا۔ اس کے کہنے پر روڈے لندن پہنچا اور وہاں اس نے انٹرنیشنل سکھ یوتھ فیڈریشن کی بنیاد رکھی جس نے جلدی ہی نوجوان سکھوں میں زبردست اہمیت حاصل کر لی یہاں کامیابی سے اپنا کام مکمل کرنے کے

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

بعد روڈے واپس دبئی آگیا۔ گھمن لندن میں اس کا سب سے زیادہ قابل اعتماد آدمی بن گیا۔

31 اکتوبر 1984ء کو بھارتی وزیراعظم اپنے دو سکھ باڈی گارڈوں کے ہاتھوں اپنے بھیانک انجام کو پہنچ گئی۔ اندرا گاندھی کا قتل کوئی ایسا واقعہ نہیں تھا جسے بھارتی ہندو نظر انداز کر دیتے۔ انہوں نے ایسے جرم پر سکھوں کو ایسی وحشت ناک سزا دی جس کے تصور سے بھی انسانیت لرزاں ہے۔

جیسے ہی بھارتی وزیراعظم کے قتل کی خبر عام ہوئی ہندوؤں نے بھارت کے تمام صوبوں خصوصاً دہلی میں سکھوں کا بہیمانہ قتل عام شروع کر دیا۔

ہزاروں کی تعداد میں سکھ عورتوں مردوں اور بچوں اور بوڑھوں کو اس بے رحمی سے قتل کیا گیا کہ ان کی گردنوں میں جلتے ہوئے ٹائر ڈال کر انہیں بھسم کر دیا گیا۔ ہندو بلوائی بے رحمی سے سکھوں کے جسم کے ٹکڑے کرتے اور انہیں کتوں کے سامنے ڈال دیتے۔ سینکڑوں کی تعداد میں لاشیں برآمد ہوئیں جنہیں کتوں نے کھایا ہوا تھا کئی روز تک دہلی کی سڑکوں پر پڑی سکھوں کی بے یارومددگار لاشوں پر سے ٹریفک گزرتی رہی۔ ان کے چہرے اور جسم مسخ ہو کر ناقابل شناخت ہو گئے۔

اس بہیمیت کی پل پل کی خبریں مہذب دنیا تک پہنچ رہی تھیں۔ یورپ میں سکھ غم و غصے کے عالم میں اپنے سر دیواروں سے ٹکراتے تھے۔ وہ کسی طرح اڑ کر بھارت پہنچنا اور ہندوؤں سے اس قتل عام کا انتقام لینا چاہتے تھے۔ ان کے دلوں میں موجود ہندو کے خلاف نفرت پہلے سے دو چند ہو گئی تھی۔

ان حالات میں جسبیر سنگھ دوبارہ لندن پہنچ گیا۔ اس مرتبہ وہ یہ مشن لے کر آیا تھا کہ نفرت اور غصے سے پھنکتی سکھ قوم کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کر کے خالصتان یعنی سکھوں کی آزاد اور اپنی حکومت کے قیام کے مشن پر لگا دے۔

بھارتی انٹیلی جنس روڈے کی سرگرمیوں سے بے خبر نہیں تھی انہوں نے جسبیر سنگھ پر کڑی نظر رکھی ہوئی تھی۔ جیسے ہی وہ لندن کے لئے روانہ ہوا بھارتی ایجنٹ متحرک ہو گئے اور جسبیر سنگھ کو ہیتھرو ایئر پورٹ پر ہی برطانوی پولیس نے گرفتار کر لیا برطانوی پولیس اپنی روایات کے مطابق لمبے چھڈے

میں پڑنے کی قائل نہیں تھی انہوں نے سکھوں کے احتجاج کو یکسر انداز کر کے جسبیر سنگھ روڈے کو "ڈی پورٹ" کرنے کا حکم دیا۔

یہ روڈے کی ابتلا و آزمائش کا آغاز تھا۔ وہ دبئی پہنچا جہاں گزشتہ 8 سال سے اس نے اپنی کنسٹرکشن کمپنی بنا رکھی تھی اور کبھی مقامی قوانین کی خلاف ورزی نہیں کی تھی۔ اپنی کمپنی کا مالک ہونے کے باوجود دبئی نے اسے قبول کرنے سے معذرت کر دی۔ یہاں سے جسبیر سنگھ پاکستان کی طرف فرار ہو گیا۔ اسے یہی امید تھی کہ شاید پاکستانی اس کی جان بچانے میں اس کے مددگار ہوں گے لیکن وہ بھونچکا ہو کر رہ گیا جب اسے علم ہوا کہ کراچی ائرپورٹ پر بھی اسے اترنے کی اجازت نہیں اور پاکستانی حکومت نے بھی اسکی آمد پر بندش لگا رکھی ہے۔

کراچی نے انکار کے بعد بددل اور ستم رسیدہ جسبیر سنگھ روڈے فلپائن کی طرف نکلا۔ بھارتی انٹیلی جنس سائے کی طرح اس کے پیچھے تھی۔ انہیں جسبیر سنگھ کے پل پل کی خبر رہتی تھی۔ جیسے ہی وہ منیلا کے ہوائی اڈے پر اترا۔ اسے فلپائنی پولیس نے مسز اندرا گاندھی کے قتل کی سازش کے الزام میں گرفتار کر لیا۔

بالآخر اس اعصاب شکن اور تھکا دینے والی دوڑ کا یہ بھیانک انجام ہوا۔ اس کے ساتھ گرفتار ہونے والا دوسرا سکھ موہن اندر سنگھ تھا۔ جس کے متعلق باور کیا جاتا ہے کہ وہ دراصل گھمن ہی تھا جو اپنی شناخت بدل کر اس کے ساتھ سفر کر رہا تھا۔

منیلا سے ملنے والے عدالتی کاغذات جو بعد میں سکھ وکلاء نے حاصل کئے ان کے مطابق روڈے کو ہر قدم پر ناکامی کا سامنا ہوا کیونکہ بھارتی گورنمنٹ ہاتھ دھو کر اس کے پیچھے پڑ گئی تھی۔ بھارتی حکومت نے اس پر الزام لگایا کہ مسز اندرا گاندھی کے قتل کی جو سازش تیار کی گئی اس میں روڈے نے اہم رول ادا کیا تھا۔

24 دسمبر 84ء کو جب روڈے فلپائن ایئر لائن کی پرواز نمبر پی آر 741 پر منیلا کی طرف محو پرواز تھا تو فلپائن کی وزارت خارجہ کو بھارتی وزارت خارجہ کی طرف سے "فوری توجہ" کا حامل ایک ٹیلکس موصول ہوا۔ اس میں لکھا تھا۔

"مسٹر جسبیر سنگھ بھارتی حکومت کو بہت سی تخریبی اور خلاف ملک کارروائیوں کے سلسلے میں

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

مطلوب ہے۔ علاوہ ازیں اس پر وزیراعظم مسز اندرا گاندھی کے قتل کی سازش تیار کرنے کا الزام بھی ہے"۔

فلپائن کی انٹیلی جنس اس ٹیلکس کے موصول ہوتے ہی حرکت میں آئی اور اس نے روڈے کو گرفتار کر کے منیلا کی سب سے خطرناک قلعہ نما جیل "فورٹ نونی فیسٹو" میں نظر بند کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی بھارتی انٹیلی جنس کے لوگ جہاز لے کر منیلا پہنچ گئے اور اسے گرفتار کر کے اپنے ساتھ لے آئے۔

مارچ 88ء تک جسبیر سنگھ روڈے کو بغیر مقدمہ چلائے بھارت میں قید رکھا گیا۔ جس کے بعد اسے یہ کہہ کر رہا کر دیا گیا کہ مسز اندرا گاندھی کے قتل کی سازش میں اس کا کوئی ہاتھ ثابت نہیں ہو سکا۔

موہن اندر سنگھ جو روڈے کا ہم سفر تھا اسے منیلا سے مختصر سی نظر بندی کے بعد رہا کر دیا گیا۔

رہائی کے فوراً بعد وہ برٹش کولمبیا پہنچ گیا جہاں گھمن اس کا منتظر تھا۔ گھمن نے کینیڈا میں "ریفیوجی سٹیٹس" کی درخواست دائر کر رکھی تھی اور اب وہ یہاں انٹرنیشنل سکھ یوتھ فیڈریشن کے قیام کیلئے سرگرم عمل تھے۔ گھمن کی طرح موہن اندر جیت سنگھ نے بھی پشپندر سنگھ کے نام سے ریفیوجی سٹیٹس کے لئے درخواست دائر کر رکھی تھی۔ کینیڈا میں آئی ایس وائی ایف کی سربراہی لکھبیر سنگھ براڑ کر رہا تھا جو روڈے کا بڑا بھائی ہے۔ اس نے بمشکل دبئی سے بھاگ کر جان بچائی۔ کسی نہ کسی طرح وہ کینیڈا پہنچ گیا جہاں لکھبیر سنگھ نے اس بنیاد پر سیاسی پناہ طلب کی تھی کہ اسے اپنی جان کا خطرہ اور یہ خوف دامن گیر ہے کہ جس طرح بھارتی حکومت نے اس کے بھائی کو اغوا کر لیا وہی سلوک اب اس کے ساتھ بھی کیا جائے گا۔

گھمن سکھوں کے نزدیک مشتبہ ٹھہرا تھا۔ اس نے آئی وائی ایف کے قیام کے لئے جب بھی کسی گوردوارے سے رجوع کیا اس پر یہی الزام لگا کہ روڈے کی گرفتاری میں اس کا ہاتھ ہے اور اس نے بھارتی حکومت سے ایک خطیر رقم اس کے عوض حاصل کی ہے۔ گھمن کی لندن میں ڈیوٹی لگائی گئی تھی کہ وہ اعلیٰ سطح پر اس بات کا بندوبست کرے کہ روڈے کو لندن سے "ڈی پورٹ" نہ کیا جا سکے۔

سکھوں نے اسے بہت مہنگا وکیل بھی لندن میں فراہم کیا تھا۔ اب سکھ اس پر الزام لگا رہے تھے کہ اس نے جان بوجھ کر وکیل کی خدمات سے استفادہ نہیں کیا۔ گھمن اپنی صفائی میں بہت چیخا چلایا۔ اس نے سکھوں کو بتایا کہ روڈے کو جس چالاکی سے برطانوی حکومت نے ڈی پورٹ کیا ہے اس کا کوئی علاج نہیں تھا۔ اس نے کہا میں نے بہت ہاتھ پاؤں مارے لیکن ہم روڈے کو نہیں بچا سکے۔ سکھوں نے اس کی کوئی بھی دلیل ماننے سے انکار کر دیا اور اس کے متعلق یہی باور کیا جانے لگا کہ خالصتان کی علیحدگی پسند تحریک میں گھمن دراصل روپ دھار کر داخل ہوا ہے اور اصل میں وہ انڈین انٹیلی جنس کا آدمی ہے۔

گھمن دربار صاحب پر حملے سے تھوڑی ہی دیر پہلے بڑے پراسرار انداز میں فرار ہوا تھا اس

کا فرار آج تک ایک معمہ بنا ہوا ہے۔ اس کا دعویٰ ہے کہ وہ سنت بھنڈرانوالہ کے حکم سے فرار ہوا تھا جس نے اسے غیر ممالک میں خالصتان تحریک کو منظم کرنے کا مشن سونپا تھا۔

"سنت جی نے ہمیں کہا تھا جن لوگوں کے پاس اسلحہ ختم ہو چکا ہے وہ اپنی جانیں بچا کر نکل جائیں اور غیر ممالک میں پہنچ کر تحریک کے ہاتھ مضبوط کریں۔ میری گولیاں ختم ہو چکی تھیں۔ ہم لوگ تین دن سے حالت جنگ میں تھے اس لئے مجھے بھاگنا پڑا"

اس نے لوگوں سے کہا دربار صاحب میں اسلحے کے محفوظ ذخائر ختم ہو چکے تھے جس کے باوجود بھارتی فوج نے 48 گھنٹوں میں حالات پر قابو پایا۔

گھمن نام کا ایک آدمی جو کبھی بھنڈرانوالہ کا ساتھی رہا تھا۔ اطلاعات کے مطابق اب "را" کے ایجنٹ کی حیثیت سے خالصتان تحریک میں داخل ہو چکا تھا۔ بی بی سی کے سٹیشن جیکب نے اس شخص کے ساتھ دربار صاحب میں ایک انٹرویو بھی کیا تھا اور اس نے بعد میں کسی کے ساتھ مل کر ایک کتاب بھی اس المیے پر لکھی تھی۔

1985ء میں جب جیکب نے کینیڈا میں اپنی کتاب سے متعلقہ ایک تقریب میں شرکت کی تو اس نے اپنے بیان میں کہا تھا کہ وہ گھمن نام کے جس شخص سے دربار صاحب میں ملا تھا وہ بظاہر تو بھنڈرانوالہ کا حمایتی اور جانثار ساتھی شمار ہوتا تھا لیکن اصلیت میں وہ بھارتی انٹیلی جنس بیورو کا ملازم تھا جسے یہ مشن دے کر دربار صاحب میں داخل کیا گیا تھا کہ انتہا پسندوں کے پل پل کی خبر دے اور ان پر کڑی نظر رکھے۔ جیکب نے یہ کہا کہ وہ جس گھمن سے ملا تھا اس کا ایک اور نام ہرجندر ناگرا بھی تھا۔

گھمن نے ان الزامات سے انکار کیا اور یہ بات تسلیم کی کہ وہ جیکب کو آل انڈیا سکھ سٹوڈنٹس فیڈریشن کی ایک خفیہ میٹنگ میں لے کر گیا تھا لیکن وہ غدار نہیں بلکہ خالصتان کا پکا سپاہی ہے۔

اگر گھمن جیسا کوئی بھی آدمی آئی ایس وائی ایف میں داخل ہو چکا تھا تو اس کا یہی مطلب لیا جا سکتا تھا کہ بھارتی سیکورٹی چوکس تھی اور ابتدا ہی میں انہوں نے غیر ممالک میں قائم ہونے والی خالصتان نواز تحریکوں کی قیادت پر یا تو اپنے ایجنٹوں کا قبضہ کروا دیا تھا یا پھر ہر بڑی جماعت کی ہائی کمان میں اپنے لوگ داخل کر دیئے تھے۔ ایک طرف تو گھمن بھارتی حکومت کا آلہ کار بنا ہوا تھا اور دوسری طرف وہ کینیڈا حکومت کو ترغیب دے رہا تھا کہ وہ علیحدگی پسند سکھوں کی تحریک کو "کیش" کروائے۔

اس نے جب دیکھا کہ آئی ایس وائی ایف میں اس کی دال نہیں گلتی تو کینیڈا گورنمنٹ کے کان اس کے کرتا دھرتا ممبران کے خلاف بھرنے لگا۔ اس کی ان شکایات کو مزید تقویت ایک اور حادثے سے ملی جب بھارت کے ایک وزیر نے کینیڈا کا دورہ کیا اور اس پر 4 سکھوں نے فائرنگ شروع کر دی

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

جس سے وزیر سخت زخمی ہوا۔ گرفتار ہونے والے 4 سکھوں میں دو کے پاس آئی وائی ایف کے ممبر شپ کارڈ تھے یہ حادثہ ڈینکور میں پیش آیا۔

اپنی خفیہ سرگرمیوں کیساتھ ساتھ بھارتی حکومت نے سفارتی سطح پر بھی اپنی سرگرمیوں میں زبردست اضافہ کیا۔ بھارت سے مختلف سرکاری عہدیداروں نے ان ممالک کے دورے کرنا شروع کئے جہاں سکھ آباد تھے۔

بھارت سے آنے والے وزیر صاحبان مقامی سکھ آبادی سے رابطہ کرتے اور ان کے سامنے آپریشن بلیوسٹار کی وجوہات کا رونا رو کر انہیں قائل کرنے کی کوشش کرتے کہ یہ آپریشن بالکل صحیح تھا۔ اس سلسلے میں ایک وڈیو فلم بھی بھارتی وزارت اطلاعات کی طرف سے جاری کی گئی جس میں اس حملے کی توقع سے بڑھ کر طاقت کا استعمال تو تسلیم کیا گیا لیکن اس کے ساتھ ہی یہ کہا گیا کہ حملہ دہشت گردی کو ختم کرنے کے لئے بالکل جائز تھا اور یہ حالات بھی دہشت گردوں کے اپنے پیدا کردہ تھے۔ اس کیسٹ میں بہت سے سکھ نام نہاد لیڈروں کے تاثرات تھے جنہوں نے اس حملے کو جائز قرار دیا تھا۔

بھارتی حکومت کی بدقسمتی کہ اس کیسٹ کی کوالٹی کچھ زیادہ بہتر نہ تھی لاپروائی سے کی گئی ایڈیٹنگ نے کئی فنی خرابیوں کی نشاندہی کر دی اور یوں لگتا تھا جیسے سچ کو توڑ مروڑ کر یہ کیسٹ بطور خاص پراپیگنڈا مقصد کے لئے تیار کی گئی ہے۔ مثلاً ایک منظر میں اس واقعے کے کئی روز بعد ایک فوجی افسر کا انٹرویو دکھایا گیا ہے جو کیمرے کو بتا رہا ہے کہ اندر زبردست فائرنگ ہو رہی ہے جس پر قابو پانا دشوار ہے اور یہ تاثر دینے کی بھی کوشش کی گئی کہ جیسے فوجی افسر میدان جنگ میں کھڑا ہے۔ یہ عجیب بیہودہ حرکت تھی۔ پس منظر میں زبردست گولہ باری اور فائرنگ بھی جاری رہی۔ خالصتان کے جن مورچوں کی طرف وہ اشارہ کر رہا تھا وہاں پس منظر میں فائرنگ تو ہو رہی تھی لیکن کیمرے کی آنکھ سے معاملات بالکل پر سکون دکھائی دے رہے تھے۔

اوٹاوہ کے بھارتی ہائی کمیشن اور واشنگٹن کے بھارتی سفارت خانے نے ہر اس سکھ کے گھر یہ وڈیو کیسٹ بھیجی جس کا ٹیلیفون نمبر اور ایڈریس ڈائریکٹری میں موجود تھا۔ اس طرح ہر گوردوارے، سوسائٹی اور بھارتی ہندوؤں کے گھروں میں بھی یہ وڈیو کیسٹ پہنچائی گئی۔ اس کا نام تھا۔

The Siksh in their Homeland

50 ہزار سے زیادہ وڈیو کیسٹ تقسیم کئے گئے۔ جن میں سکھوں کی بھارت کے لئے عظیم خدمات کا اعتراف اور خالصتان تحریک شیطانی ذہن کی پیداوار قرار دے کر اسے بھارت ماتا کے ٹکڑے ٹکڑے کرنے کی غیر ملکی سازش قرار دیا گیا تھا۔

اس وڈیو کیسٹ کے اجراء پر سکھوں نے قیامت کھڑی کر دی یہ تو ان کے زخموں پر ایک طرح سے نمک چھڑکنے والی بات تھی۔ فلم کا اثر الٹا ہوا اور بھارت کے خلاف سکھوں کی نفرت اور غصہ عروج کو چھونے لگا۔ سکھوں نے امریکہ اور کینیڈا حکومت سے اپیل کی کہ وہ جو خیرات بھارت کی غربت پر رحم کھا کر اسے دے رہے ہیں وہ فوراً بند کر دیں کیونکہ بھارت جیسی غریب حکومت جہاں عوام کی کثیر تعداد کو ایک وقت کا پیٹ بھر کر کھانا بھی نصیب نہیں ہوتا ایک جھوٹے پراپیگنڈے کے لئے پانچ لاکھ ڈالر سے زیادہ رقم ضائع کر رہی ہے۔

ان وڈیو کیسٹوں پر کم از کم اتنا خرچ اٹھا تھا۔ اس نقطہ نظر کی نفی کرتے ہوئے کینیڈا کے قائم مقام ہائی کمشنر پی کے فبین نے کہا کہ یہ پیسوں کا ضائع ہرگز نہیں بلکہ بھارتی حکومت کی طرف سے اس کے خلاف ہونے والے پراپیگنڈے کا ایماندارانہ جواب ہے۔ جس میں حکومت نے اپنی پوزیشن صاف کرتے ہوئے آپریشن بلیوسٹار کو ناگزیر قرار دیا ہے۔

1984ء کے اواخر میں کینیڈین سیکورٹی ایجنسی سروس اس نتیجے پر پہنچی کہ اب آر سی ایم پی سے سکھوں کا چارج براہ راست اپنے ہاتھوں میں لے لیا جائے کیونکہ صورت حال ان کی توقع سے زیادہ پریشان کن اور خطرناک ہو رہی تھی اور اب سکھوں پر قابو پانا آر سی ایم پی کے بس کا روگ نظر نہیں آ رہا تھا۔

سی ایس آئی ایس کے لئے خالصتان نواز سکھ مستقل دردِ سر بن چکے تھے۔ ان لوگوں نے ایک ایک کر کے کینیڈا کے گوردواروں پر قبضہ کرنا شروع کر دیا تھا۔ اپریشن بلیوسٹار نے تو جیسے سکھوں کے تن مردہ میں نئی روح دوڑا دی تھی۔ اس جاسوس ایجنسی کے سامنے دو مقاصد تھے۔ پہلا ہدف تو یہ تھا کہ وہ اس امر پر کڑی نظر رکھیں کہ کہیں انتہا پسند خالصتان نواز سکھ جوش میں آ کر کوئی ایسا قدم نہ اٹھالیں جو کینیڈا کے امن و امان کے لئے مسئلہ بن جائے اور دوسرا مقصد تھا کہ بھارتی سفارت کاروں کی سرگرمیوں پر کڑی نظر رکھیں اور اس بات کا کھوج لگائیں کہ وہ سکھوں میں اپنے ایجنٹ داخل کر کے ان سے تخریبی

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

کارروائیاں کروائے تاکہ سکھوں کو بدنام کر کے اپنا الو سیدھا کرتے رہیں۔

بھارتی حکومت کینیڈا پر مسلسل دباؤ ڈال رہی تھی کہ وہ خالصتان نواز سکھوں کو کچلنے میں اس کی مدد کرے۔ بھارتی حکومت کی طرف سے ان سکھوں کو دہشت گردوں کے روپ میں پیش کیا جارہا تھا۔ جب کینیڈا کی حکومت ملکی قوانین کا حوالہ دے کر خود کو کسی بھی غیر قانونی کارروائی سے معذور ظاہر کرتی تو بھارت کا اصرار بڑھنے لگتا کہ کم از کم کینیڈا حکومت تحریک کے روح رواں لوگوں پر سنگین نوعیت کے الزام لگا کر عدالت میں تو لے آئے۔

بھارتی حکومت کو یقین تھا کہ اگر وہ کینیڈا میں خالصتان نواز تحریک کو ختم کرنے میں کامیاب ہوگئی تو بھارتی پنجاب میں تحریک کی کمر خود بخود ٹوٹ جائے گی۔ کیونکہ سکھ حریت پسندوں کو سب سے زیادہ مدد کینیڈا ہی سے روانہ کی جارہی تھی اور یہاں سے فراہم ہونے والے پیسے سے ہی وہ عالمی منڈی سے اسلحہ خرید کر بھارتی فوج سے مقابلہ کررہے تھے۔ اگر یہاں سے پنجاب کے سکھوں کو مالی اور اخلاقی امداد بند ہو جاتی تو ایک طرح سے ان کی ''لائف لائن'' کٹ کر رہ جاتی۔

کینیڈا حکومت کو اب اس بات کا یقین تو ہو چلا تھا کہ بھارتی سفارت خانہ یہاں سکھوں کے معاملات میں پوری طرح ملوث ہے اور سکھوں کی ہنگامہ آرائی کے پیچھے بھارتی انٹیلی جنس کا دماغ ہی کار فرما ہے۔ وہ اس وقت کو پچھتا رہے تھے جب آج سے دو سال پہلے آر سی ایم پی سیکورٹی سروسز میں دو میٹروپولیٹن کے ملازمین نے بھارتیوں کے ملوث ہونے کا عندیہ ظاہر کیا تھا اور کسی نے ان کی بات پر کان دھرنا بھی مناسب نہیں جانا تھا۔

84ء کے بعد اب حالات ایسے نہیں رہے تھے کہ پنجاب اور کینیڈا کے سکھوں کے بھارتی حکومت سے تعلقات کو نظر انداز کیا جاتا۔ سی ایس آئی ایس کا قیام عمل میں آیا تو بطور احتیاط کچھ لیڈروں کے خلاف تحقیقات ہونے لگیں تھیں۔

1985ء کے آغاز میں سی ایس آئی ایس نے اپنی فائلوں میں ایک اور اضافہ کیا یہ ''جی او آئی کنکشن'' انڈین گورنمنٹ کی ایک ایجنسی تھی جو دولت مشترکہ کے معاملات میں کینیڈا کی معاونت کرتی تھی۔ کینیڈین انٹیلی جنس نے جلد ہی پتہ لگا لیا کہ اس کی آڑ میں بھارتی انٹیلی جنس نے خفیہ آپریشن کینیڈا کی سرزمین پر سکھوں کے خلاف شروع کر رکھا ہے۔

1984ء کے آخر تک بھارتی حکومت کے ایوانوں پر اس خوف سے لرزہ طاری ہونے لگا تھا کہ بھارت اور بیرونی دنیا میں موجود سکھ بھارت کی سلامتی کے لئے زبردست خطرہ بن چکے ہیں۔ دربار صاحب نے خالصتان تحریک کو اتنا مضبوط کر دیا تھا جس کا عام حالات میں تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ وہ

لوگ اخلاقی قانونی اور مالی طور پر پنجاب ہی میں نہیں آزاد دنیا میں بھی بہت مضبوط اور متحد ہو رہے تھے۔ اس سے پہلے دنیا میں کسی ملک نے خالصتان کے مطالبے پر کان نہیں دھرے تھے۔

لیکن اب امریکی کانگریس اور کینیڈین پارلیمنٹ میں بھارتی فوج کے اس ظالمانہ اقدام پر کھلے بندوں تنقید کی جارہی تھی اور اسے انسانیت سوز اور بے رحمانہ اقدام قرار دے کر بھارت کی مذمت کی جارہی تھی، دونوں ممالک میں ورلڈ سکھ آرگنائزیشن بڑی کامیابی سے خالصتان کے حق میں لابنگ کررہی تھی اور انہیں ہر روز نئے ممبران کی ہمدردیاں حاصل ہو رہی تھیں۔

یہ لوگ صرف ایک ہی مسئلے کو لے کر آگے چل رہے تھے جو امریکہ اور کینیڈا کے عوام کے دلوں میں اپنی جگہ بنا چکا تھا اور وہ تھا ہیومن رائٹس کا مسئلہ.........ڈبلیو ایس او نے آزاد دنیا کے مکینوں کو باور کروایا کہ بنیادی انسانی حقوق کو پنجاب میں بری طرح پامال کیا جارہا ہے۔

ٹوری ایم پی لورنی گرینوے نے 13 جون 85ء کو کینیڈا کے ہاؤس آف کامن سے خطاب کرتے ہوئے کہا۔

جناب سپیکر!....گزشتہ ایک سال سے بھارتی پنجاب میں عملاً مارشل لاء نافذ ہے کسی سکھ کی عزت اور جان کو تحفظ حاصل نہیں۔ بھارتی فوج جب چاہے اور جہاں چاہے اپنی مرضی کے احکامات نافذ کر دیتی ہے۔ عورتوں کی آبروریزی کی جارہی ہے۔ مردوں کو جھوٹے پولیس مقابلوں میں مارا جارہا ہے۔ نوعمر اور بچوں پر عقوبت خانوں میں تشدد جس میں جنسی تشدد بھی شامل ہے معمول کی بات بن کر رہ گئی ہے۔ کسی غیر ملکی کو پنجاب میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی جارہی۔ ڈاک تار کا سلسلہ منقطع ہے۔

''بین الاقوامی ریڈ کراس اور ایمنسٹی انٹرنیشنل کو داخلے کی اجازت نہیں دی جارہی اور آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ ان حالات سے کینیڈا میں رہنے والے سکھوں کے دلوں پر کیا گزر رہی ہوگی۔ ان کے جذبات کس طرح مجروح ہو رہے ہوں گے۔ میرے حلقہ نیابت میں زیادہ تعداد سکھ ووٹرز کی ہے اور میرا فرض ہے کہ ان کے جذبات آپ تک پہنچاؤں۔''

اگلے ہی روز امریکی سینٹ سے خطاب کرتے ہوئے ری پبلکن سنٹر جیسی ہیلمز نے کہا۔

مذہبی بنیاد پر ہی برصغیر کی تقسیم کا عمل وقوع پذیر ہوا اور پاکستان اور بھارت کے نام سے دو ملک وجود میں آئے۔ اس کے بعد لسانی بنیادوں پر بنگلہ دیش کا قیام عمل میں آیا۔ جس میں لاکھوں بے

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

گناہ لوگوں کو اپنے جان و مال سے ہاتھ دھونے پڑے۔ اب اگر بھارتی حکومت نے سکھوں کو ان کا جائز حق یعنی انہیں اپنا الگ گھر بنانے کی اجازت نہ دی اور صلح صفائی سے اس معاملے کو حل نہ کیا تو ایک مرتبہ پھر برصغیر میں زبردست خون خرابہ ہوگا۔ مجھے یہ سن کر شدید صدمہ پہنچا ہے کہ گزشتہ دنوں ایک امریکن شہری کو جو یہاں ہیومن رائٹس کے لئے بہت کام کر رہا ہے اور سکھوں کے ایک مذہبی راہنما کی حیثیت رکھتا ہے۔ واشنگٹن کے پریس کلب میں بھارتی حکومت کے اپنا نقطہ نظر بیان کرنے سے روکنے کی کوشش کی ہے اور بھارتی وزیراعظم راجیو گاندھی نے دھمکی دی ہے کہ اگر گنگا ڈھلوں کو پریس کلب میں داخل ہونے کی اجازت دی گئی تو وہ پریس کلب میں نہیں آئیں گے۔ میں نے پریس سے ملحقہ لوگوں سے کہا ہے کہ وہ کسی دھمکی کو خاطر میں نہ لائیں اور آزادی اظہار پر کسی پابندی کو برداشت نہ کریں۔ اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو اس کا ڈٹ کر مقابلہ کیا جائے۔

امریکی عوام برصغیر پاک و ہند کے حالات جاننے کا حق رکھتے ہیں اور انہیں یہ بھی حق حاصل ہے کہ وہ بھارت کی اقلیتوں پر بھارتی حکومت کی طرف سے ڈھائے جانے والے مظالم کے خلاف احتجاج کریں بھارتی حکومت نے بھارتی پنجاب کو سیل کر دیا ہے اور وہاں کسی غیر ملکی کو گھسنے کی اجازت نہیں دی جا رہی اب بھارتی حکومت نیشنل پریس کلب امریکہ بھی سیل کرنے کی دھمکی دے رہی ہے۔

واشنگٹن کی بھارتی ایمبیسی کا سیاسی کونسلر وجے کمار بہت ہوشیار آدمی تھا اس نے اپنی ذاتی کوشش سے سکھ علیحدگی پسند لیڈروں اور امریکی سیاست دانوں کے تعلقات کا کھوج لگایا۔ اس لمحے اس نے کہا تھا کہ امریکی میں دائیں بازو کے 30 سینٹرز سکھوں کے حمایتی ہیں اور ان کے کہنے پر بھارتی پر تنقید بھی کرتے ہیں۔

''اگر انہوں نے اپنا یہی طرز عمل جاری رکھا تو بھارت کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے ہی دم لیں گے۔ سکھ ان سینٹرز کو بیوقوف بنا رہے ہیں۔ وہ یہ بھول رہے ہیں کہ امریکی عوام کبھی دہشت گردوں کا ساتھ نہیں دیں گے اور ہم دیکھیں گے کہ سکھوں کے حمایتی یہ سینٹرز کہاں تک جا سکتے ہیں۔ یہ سینٹرز اور ان کے حمایتی ایک حقیقت کو کبھی نظر انداز نہیں کر سکتے اور وہ ہے دہشت گردی۔''

✪

بھارت کے لئے جائے رفتن نہ پائے ماندن والے حالات پیدا ہو رہے تھے اور اس کا ایک ہی حل تھا کہ وہ نارتھ امریکہ میں سکھوں کے ذریعے تشدد کی کارروائیاں کروائے تا کہ مقامی لوگوں کے

خیالات ان کے متعلق تبدیل کئے جا سکیں۔ اگر سکھوں کو احساس دلایا جاتا اور ان کے جذبات کو بڑی مکاری سے ایکسپلائٹ کیا جاتا تو عین ممکن تھا کہ وہ بھارت کی توقعات پر پورا اترتے اور یہ مقصد اپنے ایجنٹ خالصتانی سکھوں کے روپ میں سکھوں میں داخل کر کے ہی حاصل کیا جا سکتا تھا۔ جن کے ذریعے بھارتی حکام اپنی مرضی کے نتائج حاصل کر سکتے تھے۔

بھارتی حکام چاہتے تھے کہ جس طرح 82ء میں انہوں نے کینیڈا میں گھناؤنا کھیل رچا کر ''اوسکوڈی ہال'' والا ڈرامہ سٹیج کروایا تھا اور اسے مغربی میڈیا نے ان کی توقعات سے بڑھ کر پذیرائی بخشی تھی۔ اسی طرح اگر سی نوعیت کے ایک دو مزید گھناؤنے کھیل وہ برطانیہ اور یورپ کے دیگر ممالک میں بھی کھیل سکیں جہاں کی سوسائٹی میں سکھوں کو باعزت مقام حاصل ہے تو سکھوں کو عوام الناس کی نظروں سے گرا کر وہ پنجاب میں سرگرم خالصتانیوں کی کمر ضرور توڑ سکتے ہیں کیونکہ خالصتانی حریت پسندوں کی مالی اور اخلاقی امداد یہاں سے ہی بھیجی جا رہی تھی۔

بھارتی انٹیلی جنس نے نیا پلان تیار کر لیا تھا اور اب وہ اس پر عمل کرنے جا رہے تھے۔ کینیڈا میں دہشت گردی کی تربیت کے باقاعدہ ادارے کام کرتے ہیں جہاں ''مرسنریز'' کو تربیت دی جاتی ہے۔ اگر کسی ایسے دہشت گردی کے تربیتی ادارے سے کسی سکھ گروپ کا تعلق جوڑ دیا جاتا تو عین ممکن تھا کہ مغربی میڈیا اس خبر کو لے اڑے اور سکھوں کو اچھی بھلی بدنامی مل سکے۔ اس طرح وہ یورپی اقوام میں محنت اور قربانی سے حاصل کردہ سکھوں کے کئے کرائے پر پانی پھیر سکتے تھے۔

برٹش کولمبیا کے انتہائی آخری کونے میں سٹی آف پرنس جارج کا طویل و عریض جنگل موجود ہے جہاں دنیا کا سب سے بڑا دہشت گردی کی تربیت کا سکول قائم ہے۔ اسی سے بھارتی انٹیلی جنس نے اپنی کہانی کا آغاز کیا۔

1985ء میں سکھ نوجوانوں میں یہ جنون زور پکڑتا جا رہا تھا کہ وہ کسی نہ کسی طرح بھارت جا کر اپنے بھائی بندوں کے قتل عام کا بدلہ لیں اور خالصتان کے لئے لڑی جانے والی جنگ میں عملی کردار ادا کریں۔ اس مقصد کے حصول کے لئے وہ اپنی جانیں تلی پر رکھ کر کمانڈو ٹریننگ سکولوں کی تلاش میں مارے مارے پھرتے تھے۔ سٹی آف پرنس جارج کی مسلح پہرے داروں کے کنٹرول میں جہاں دو بدو مقابلہ کرنے اور دنیا کا جدید ترین اسلحہ چلانے کی تربیت کے دوران ہونے والی فائرنگ کی آواز کو درختوں کے پتے اور تنے روک نہیں سکتے تھے۔

اسی کیمپ کو بھارتی انٹیلی جنس نے اپنی شرارت کی بنیاد بنایا اور مغربی میڈیا میں بڑے پراسرار طریقے سے ایک ہی کیمپ کی اطلاع پہنچائی گئی جہاں سکھوں کو دہشت گردی کی تربیت دی جا رہی تھی۔

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

اطلاع ایسے پراسرار طریقے سے میڈیا تک پہنچائی گئی کہ مرچ مصالحہ لگا کر شائع کرنے میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی ایک دوڑ سی لگ گئی۔

اس ضمن میں یہاں تک خبریں شائع ہوئیں کہ بھارتی سفارتکاروں نے اپنی جان پر کھیل کر اس کے تصویری ثبوت کینیڈین حکام کو بہم پہنچائے ہیں اور اب کینیڈا حکومت بڑی سنجیدگی سے اس بات کا نوٹس لے رہی ہے۔

حقیقت میں یہ سارا ڈرامہ تھا......!

جس کیمپ کی کہانی گھڑی گئی تھی اس کا تو کہیں وجود ہی نہیں تھا اور یہ بھارتی سفارت خانے کے ''ڈس انفارمیشن سیل'' کا کارنامہ تھا اور اس مہم کا حصہ جو انہوں نے سکھوں کو بدنام کرنے کے لئے چلا رکھی تھی۔ سفارت خانے کی اس ذہنی اختراع نے سکھوں کو ایک مرتبہ پھر عوام الناس میں مشتبہ کر دیا اور لوگس نے 82ء کے واقعات کو دوہرانا شروع کیا۔

اس باخبر دنیا میں اور ایسے پڑھے لکھے معاشرے میں کسی افواہ کو اتنی کامیابی سے پھیلانا کہ اخبارات بھی اسے سچ ماننے پر تیار ہو جائیں کوئی معمولی بات نہیں ہے اس کے پس پردہ کتنے شیطانی ذہن کارفرما تھے اس کا اندازہ کوئی بھی صاحب الرائے لگا سکتا ہے۔

اس مہم میں بھارتی میڈیا کے کردار کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ دنیا کو یہ تاثر دیا جاتا ہے کہ بھارت میں پریس آزاد ہے لیکن اس آزادی کا کتنا بھیانک استعمال کیا جاتا ہے اس کا اندازہ اس بات سے لگا لیجئے کہ ٹریننگ کیمپ والی جو کہانی سفارت کاروں نے مغربی اخبارات تک پہنچائی تھی اس میں سب سے زیادہ اہم کردار بھارت کے بین الاقوامی شہرت یافتہ انگریزی ہفت روزہ انڈیا ٹوڈے نے ادا کیا۔

انڈیا ٹوڈے نے کینیڈا ویسٹ کوسٹ میں واقع اس ''ٹریننگ کیمپ'' کی نہ صرف کہانی بیان کی بلکہ اسکی تصاویر بھی چھاپ دیں۔ 15 ستمبر 1985ء کی اشاعت میں انڈیا ٹوڈے نے دعوی کیا کہ کینیڈا میں ببر خالصہ کا سربراہ تلوندر سنگھ ببر اس کیمپ کو چلا رہا ہے اور اس کے گروپ کے لوگ یہاں ہیں۔ انڈیا ٹوڈے نے اپنے قارئین کے لئے اپنی دانست میں بڑا سنسنی خیز انکشاف کرتے ہوئے بتایا کہ تلوندر سنگھ ببر نے یورپ میں موجود سکھوں کو عسکری تربیت دے کر خالصتان لبریشن آرمی قائم کرنے کا پروگرام بنایا

ہے۔

اس فوج کو وہ یورپ ہی میں تربیت دلا کر مسلح کرے گا پھر یہ بھارت میں داخل ہو کر خالصتان کو بھارتی فوجوں سے آزاد کروائیں گے۔ اس رپورٹ میں انکشاف کیا گیا کہ اس مقصد کے لئے فروری 82ء میں مشہور ''مرسنریز'' چوہان وینڈر ہورسٹ کی خدمات بھی حاصل کی گئی ہیں جو رہوڈیشیا میں ایک عرصے تک جنگ میں حصہ لے چکا ہے اب یہی چوہان برٹش کولمبیا کے سکھوں کا ٹریننگ کیمپ چلا رہا ہے۔

انڈیا ٹوڈے اور دور کی کوڑی لایا اور یہ انکشاف بھی داغ دیا کہ چوہان نے اس سلسلے میں کینیڈا کے مختلف اخبارات میں مرسنریز (کرائے کے فوجیوں) کی تربیت کرنے والے انسٹرکٹروں کی خدمات کے حصول کے لئے بھی اشتہار دیا ہے جس میں انہیں 1250 امریکی ڈالر ماہانہ تنخواہ کی پیش کش کی گئی ہے۔ ایسے انسٹریکٹرز سے درخواستیں مانگی گئی ہیں جو جدید اسلحہ چلانے اور مارشل آرٹس کی تربیت دینے پر قدرت رکھتے ہوں اور رپورٹ میں یہ دعوی بھی کیا گیا کہ بھارتی سفارت خانے نے ان تربیتی کیمپوں کی خفیہ تصاویر اتار کر کینیڈین حکام کو پیش کی ہیں تاکہ اس پر مناسب کارروائی کی جا سکے۔

اس رپورٹ کو انڈیا ٹوڈے کے حوالے سے بہت سے غیر ملکی اخبارات نے بھی شائع کیا۔

چوہان اور اس کے نام نہاد تربیتی کیمپ کا افسانہ 1985ء میں ایگزیکٹو انٹیلی جنس ریویو کے ایڈیٹر نے ''اندرا گاندھی کو کس نے قتل کیا'' نامی کتاب میں دہرایا! اس کتاب میں دعوی کیا گیا کہ خالصتانی تحریک کی کمان ان لوگوں کے ہاتھوں میں چلی گئی ہے جنہوں نے روسی انٹیلی جنس کی بین الاقوامی نوعیت کی تخریب کاری کی تربیت حاصل کر رکھی ہے اس کا ثبوت یہ ہے کہ ساؤتھ افریقہ کا مشہور مرسنریز چوہان جو سکھوں کا تربیتی کیمپ چلا رہا ہے۔ کے جی بی کا بین الاقوامی نوعیت کا تربیت یافتہ کرائے کا فوجی ہے اور اس نے سکھوں کی تربیت میں بھی بالکل وہی طریق کار اختیار کیا ہے۔

کتاب میں دعوی کیا گیا کہ اس کے کیمپ میں ببر خالصہ، دل خالصہ دشمیش رجمنٹ اور سکھ سٹوڈنٹس فیڈریشن کے سکھ ریڈ بریگیڈیر، آرمینین اے ایس اے ایل اے اور فلسطینی دہشت گردوں کے شانہ بشانہ تخریب کاری کی تربیت حاصل کرتے ہیں اور چوہان جو اس کیمپ کا کرتا دھرتا ہے۔ جب جی چاہے حکام کی آنکھوں میں دھول جھونک کر کینیڈا امریکہ کی سرحد عبور کر جاتا ہے اس کا قائم کردہ تربیتی

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

کیمپ مرسز یز ٹریننگ کیمپ کے نام سے برٹش کولمبیا کے شہر پرنس جارج ٹاؤن میں قائم ہے۔

آیئے اس رپورٹ کا ایک ایماندارانہ جائزہ لے لیں جس کے بعد ڈھول کا پول کھل کر سامنے آجاتا ہے۔

ایگزیکٹو انٹیلی جنس ریویو وائیں بازو کی نمائندگی کرنے والا اور کیمونسٹ دشمن پرچہ امریکہ میں شمار ہوتا ہے اس کا پبلشر لندن لاروش اس ضمن میں خصوصی شہرت کا حامل ہے۔ لاروش اور اس کے ساتھیوں نے 1980ء میں اس وقت شہرت حاصل کی جب انہوں نے اپنے مخصوص مفادات کا پرچار کرنے کے بعد اس نقطہ نظر کی تشہیر کے لئے باقاعدہ فنڈ کے قیام کا اعلان کیا۔ لاروش کے ساتھی بڑے اثر ورسوخ کے مالک تھے اور ایوان اقتدار میں ان کا خاصا اثر ورسوخ پایا جاتا تھا۔ یہ باور کیا جاتا ہے کہ یہی وہ لوگ تھے امریکی صدر کا دفتر چلا رہے تھے۔

سی ایس آئی اور آر سی ایم پی نے ان فرسودہ خبروں کی اشاعت کے بعد برٹش کولمبیا (کینیڈا) میں اس نام نہاد افسانوی تربیتی کیمپ کی تلاش شروع کر دی، انہوں نے ہر قابل ذکر سکھ کے پیچھے سیکورٹی لگا دی کہ کسی نہ کسی کے ذریعے تو وہ اس کیمپ تک پہنچ ہی جائیں گے اور ان کو ان خطرناک تربیتی کیمپوں کا سراغ مل سکے گا۔

کینیڈا کی دونوں خفیہ ایجنسیوں نے اس کام کا بیڑہ بھارتی حکومت کے دباؤ پر کینیڈین وزارت خارجہ کے حکم سے اٹھایا تھا۔ انہیں حکم دیا گیا تھا کہ ان کیمپوں کا سراغ لگا کر فوری طور پر انہیں تباہ کر دیا جائے بھارتی حکومت کی طرف سے کینیڈا کے دوسرے افسران پر الگ دباؤ ڈالا جا رہا تھا جس میں یہ الزام بھی لگایا جاتا تھا کہ کینیڈین حکومت لاشعوری طور پر ہی سہی دہشت گرد سکھوں کی پشت پناہی کر رہی ہے اور بھارتی حکومت کی بار بار درخواست کے باوجود ان پر مقدمات قائم نہیں کئے جا رہے۔ متعدد مرتبہ اس نوعیت کی درخواستیں دی گئی تھیں کہ جتنی جلدی ممکن ہو فوری کارروائی کر کے ان کیمپوں کا صفایا کیا جائے۔

جیسے جیسے افسانوی کیمپوں کی کہانیاں اخبارات میں شائع ہو رہی تھیں کینیڈا حکومت پر خواہ مخواہ سے اخلاقی دباؤ بڑھتا جا رہا تھا اور کینیڈا کے مختلف حلقوں کی طرف سے حکومت پر تنقید کے ساتھ ساتھ یہ الزام بھی عائد کیا جا رہا تھا کہ حکومت دہشت گردی کو فروغ دینے کا باعث بن رہی ہے اور بھارتی حکومت کی واضح نشان دہی کے باوجود ابھی تک اس نے کسی سکھ پر مقدمہ نہیں چلایا۔

بھارتی حکومت نے تو آسمان سر پر اٹھا رکھا تھا لیکن دوسری طرف سی ایس آئی ایس کے ایجنٹ پٹ اولسن کو یقین تھا کہ یہ جھوٹا اور بے بنیاد پراپیگنڈہ ہے اور بھارتی ہائی کمشن میں بیٹھے انٹیلی

جنس کے ڈس انفارمیشن سیل کے لوگوں کا کارنامہ ہے۔ اس طرح وہ لوگ ایک مرتبہ پھر اپنی اوچھی حرکات کے ذریعے سکھوں کو بین الاقوامی سطح پر بدنام کر کے مہذب دنیا کو ان کی اخلاقی امداد سے باز رکھنا چاہتے ہیں۔

دینکور میں موجود سی ایس آئی ایس کے دو اعلیٰ ترین عہدوں پر فائز ایجنٹوں نے جنہیں ان کیمپوں کی تلاش کا فریضہ سونپا گیا تھا۔ اپنی تفتیش و تحقیق کے بعد یہی نتیجہ اخذ کیا تھا کہ پٹ اولسن کا اندازہ بالکل درست ہے کیمپوں کی کوئی حقیقت نہیں یہ بھارتی ڈس انفارمیشن سیل کا کارنامہ ہے۔ اس صورت حال سے عاجز آ کر سی ایس آئی ایس کے این سی آئی ایس ونگ جو دہشت گردی۔ جو دہشت گردوں کی طرف سے دی گئی دھمکیوں وغیرہ کی تحقیق کا ذمہ دار تھا کے ایک کارپول نے کہا۔

تم لوگ اگر کینیڈا کے کسی کونے سے جو جوہان ولینڈر رہورسٹ کو ڈھونڈ لاؤ تو میں تمہیں ایک ملین ڈالر انعام دے دوں گا اس نام کا کوئی آدمی تو برٹش کولمبیا میں نہیں ملے گا البتہ ویند رہوف نام کا ایک قصبہ ضرور مل جائیگا۔ ویند رہوف نامی یہ قصبہ پرنس جارج ٹاؤن کے مغرب میں سو میل کے فاصلے پر واقع ہے اور یہاں سکھ خاصی تعداد میں قیام پذیر ہیں۔

سی ایس آئی اس کیمپ کو تلاش ہی کرتی رہی لیکن اس کا کبھی سراغ نہ مل سکا۔ جب مسز اندرا گاندھی کا قتل ہوا تو کینیڈا میں بھارتی ڈپلومیٹس نے کینیڈین وزارت خارجہ پر پھر دباؤ ڈالا اور ان کے کان بھرنے لگے کہ کینیڈا کو خالصتانی سکھوں نے اپنا ''بیس کیمپ'' بنا رکھا ہے اور یہاں سے عسکری تربیت حاصل کرنے کے بعد یہ خالصتانی سکھ پنجاب جا کر حکومت کے خلاف زیر زمین کارروائیاں کرتے ہیں۔

1984ء کے آخری دنوں میں ٹورنٹو کے سی ایس آئی آفس کو بھارتی حکومت کا ایک شکایتی مراسلہ موصول ہوا کہ بھارتی سفارت خانے نے اپنی کوششوں سے نیاگرا کے علاقے میں سکھوں کے ایک مسلح اور تربیت یافتہ تخریب کار گروپ کا پتہ لگایا ہے۔

بھارتی ہائی کمیشن نے بتایا کہ ان کی اطلاعات کے مطابق سکھوں نے نیاگرا کے علاقے

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

"وائی نونا" کے ایک اسلحہ ڈیلر کو آفر کی ہے کہ وہ بھارت کو ایکسپورٹ کی جانے والی پیٹیوں میں ایک جدید اسلحہ کی پیٹی بھی رکھ دے اور انہوں نے اسلحے کی اس پیٹی کو پنجاب تک پہنچانے کے عوض اسے خطیر رقم کی پیش کش کی ہے۔

فریڈ گبسن کو جی او آئی کی طرف سے تحقیقات پر مامور کیا گیا اسطرح یہ کوشش کی گئی کہ جیسے بھی ممکن ہو اپنے دولت مشترکہ کے دوست بھارت کو مطمئن کیا جا سکے اس کے ساتھ ہی آر سی ایم پی نے اپنی الگ تفتیش شروع کی۔ بعد از خرابی بسیار دونوں ایجنسیاں اس نتیجے پر پہنچیں کہ بھارتی حکومت نے ان کے ساتھ بھونڈا مذاق کیا ہے یا پھر بھارتی حکومت سکھوں سے اسقدر خوف زدہ ہے کہ وہ رائی کا پہاڑ بنا کر پیش کر رہی ہے۔

جو واقعات ان ایجنسیوں کے علم میں آئے وہ کچھ یوں تھے کہ جس اسلحہ ڈیلر کی نشاندہی کی گئی تھی وہ ایک لائسنس یافتہ اسلحہ برآمد کرنے والا ڈیلر ہے۔ دو سکھوں نے اس سے دو قیمتی شکاری بندوقیں خریدیں جو اپنے بھارتی عزیزوں کو تحفے میں روانہ کر دیں۔ یہ اسلحہ کینیڈین پوسٹ کے ذریعے بھیجا تھا جسے انڈین پوسٹ آفس نے وصول کرنا تھا جہاں باقاعدہ کسٹم ہونے کے بعد اور بندوقوں کا معائنہ کرنے کے بعد متعلقہ لوگوں تک یہ خطرناک اسلحہ انڈین پوسٹ آفس کے ذریعے پہنچتا۔

یہ تھی وہ کہانی جسکو بھارتی حکومت نے خطرناک ہوا بنا کر پیش کیا تھا۔ بھارتی حکومت کے دباؤ پر کینیڈین انٹیلی جنس نے تلوندر سنگھ پرمار، اور اس کے ساتھیوں کا ناطقہ بند کر رکھا تھا۔ ان کیلئے اپنے گھر سے نکلنا دوبھر ہو چکا تھا۔ جب گبسن اور پٹ اولسن کے سروں پر بھارتی ہائی کمیشن نے ایک اور پہاڑ گرا دیا۔

اس مرتبہ ایک لمبی لسٹ انٹیلی جنس کو فراہم کی گئی جسمیں بہت سے مقامی ہندوؤں کے نام، بھارتی مفادات کے مراکز جن میں سفارتی اور تجارتی مراکز کے علاوہ ائر انڈیا کے آفس بھی شامل تھے۔ اور کہا گیا کہ ان کی سلامتی کو سکھ دہشت گردوں کے ہاتھوں زبردست خطرہ لاحق ہے۔

1985ء کا آغاز ہوتے ہی بھارتی حکومت نے کینیڈا کی وزارت خارجہ کو نوٹ لکھنے شروع کر دیئے کہ آپریشن بلیو سٹار کی سالگرہ پر سکھوں کی طرف سے بھارتی تنصیبات کو غیر ممالک میں شدید خطرہ لاحق ہونے لگا ہے اور اس کا ابھی سے تدارک ضروری ہے۔ اس سلسلے میں یہ بھی کہا کہ جون کے پہلے ہفتے ہی میں سکھ کوئی ایسی کارروائی کر سکتے ہیں۔ بھارتی خوفزدہ تھے انہیں یقین تھا کہ غیر ممالک میں

ضرور بھارت کے خلاف سکھ کوئی سازش کر رہے ہیں۔

کینیڈین حکومت نے بھارتی ہائی کمیشن اور قونصلیٹ کے گرد حفاظتی بندوبست مزید بڑھا دیئے۔ پہرے داروں کی تعداد میں اضافہ ہو گیا۔ اس طرف آنے اور جانے والے راستوں پر سیکورٹی کا جال بچھا دیا گیا اور مشتبہ سکھوں کی حرکات پر کڑی نظر رکھی جانے لگی۔ بھارتی حکومت کا ایک خاص نوٹ ایئر انڈیا کی اس ہفتہ وار پرواز سے متعلق تھا جو دہلی سے مانٹریال کے راستے ٹورنٹو آئی تھی اور پٹرول لینے کے لئے لندن میں اترنا ہوتا تھا۔ یہ نئی سروس تھی۔ جس کا آغاز 19 جنوری 1985ء کو ہوا تھا اور اسے فلائٹ نمبر 182 کا نام دیا گیا تھا۔

یہ فلائٹ ہر ہفتے کے دن پرسن انٹرنیشنل ائرپورٹ کے ٹرمینل نمبر 2 پر آتی تھی اور رات دیر گئے پھر واپس جاتی تھی۔ آر سی ایم پی والوں نے اس پرواز کے لئے خصوصی اہتمام کیا تھا، ایک کانسٹیبل تو ٹرمینل کے داخلے والے دروازے پر موجود رہتا تھا۔ دو کانسٹیبل جہاز کے لینڈ کرنے سے پرواز کرنے تک اس کی نگرانی کرتے تھے اور مسافروں کی حرکات شارٹ سرکٹ کیمروں کے ذریعے الگ مانیٹر کی جاتی تھیں۔ ائرلائن کے کاونٹر پر آر سی ایم پی اور سی ایس آئی ایس بیک وقت موجود رہتی تھی۔ جب سے بھارتی حکومت نے سکھوں کی ممکنہ دہشت گردی کا شک ظاہر کیا تھا اس کے بعد سے نگرانی اور سخت کر دی گئی اور آپریشن بلیو سٹار کی پہلی سالگرہ پر تو کینیڈین حکام ضرورت سے زیادہ ہی محتاط اور چوکنے تھے۔ کسی بھی ممکنہ دہشت گردی سے نمٹنے کے لئے ٹرمینل پر خصوصی انتظامات موجود تھے۔

کینیڈین حکام نے سکھ کا سانس لیا جب آپریشن بلیو سٹار کی سالگرہ والا دن بخیر و عافیت گزر گیا۔

بھارتی حکومت کی شکایات پر جب تفتیش کا سلسلہ شروع ہوا تو ایک سراغ امریکن انٹیلی جنس والوں کے ہاتھ لگا کہ کچھ سکھوں نے امریکہ میں "کمفر مرسنریز کیمپ" میں تربیت ضرور حاصل کی ہے۔ نومبر 84ء میں سکھوں کے ایک گروپ نے ویت نام کے سابقہ فوجی افسر فرینک کمفر سے ٹریننگ حاصل کرنے کے لئے رابطہ کیا تھا۔ کمفر کے بعد میں 87ء میں کیلیفورنیا میں کسی جگہ بم پھینکنے کے الزام میں گرفتار ہوا اور آج کل امریکہ میں جیل کاٹ رہا تھا۔

لال سنگھ اور امند سنگھ نامی دو سکھ جو کہ حال ہی میں فلوریڈا کی بندرگاہ پر ایک بحری جہاز کے ذریعے پہنچے تھے۔ دونوں امریکہ میں جو کاغذات لے کر داخل ہوئے تھے ان کے مطابق انہیں یہاں

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

سے دوسرے جہاز پر منتقل ہونا تھا۔ لیکن یہ تو صرف بہانہ تھا دونوں یہاں سے بھاگ کر نیویارک پہنچے اور اب یہیں قیام پذیر تھے۔

کمفر جب الباما میں سکھوں کا ٹریننگ کیمپ چلا رہا تھا تو اسے اطلاع ملی کہ سکھ بھارتی وزیر اعظم راجیو گاندھی کو قتل کرنے کا منصوبہ بنا رہے ہیں اس منصوبے کے مطابق راجیو گاندھی کو دورہ امریکہ کے دوران جون 85ء میں نیویارک میں قتل کرنا طے پایا تھا۔ کمفر نے فوراً یہ اطلاع بی آئی کو پہنچائی۔

کمفر کی اطلاعات کی روشنی میں ایف بی آئی حرکت میں آئی اور انہوں نے مئی 85ء میں گرو پرتاب سنگھ ورک اور اس کے چار ساتھیوں کو گرفتار کر لیا۔ ورک کمپیوٹر سائنس کا ماسٹر سمجھا جاتا تھا اور نیویارک کے کمپیوٹر سے متعلقہ حلقوں میں اس کی اہلیت اور اہمیت کو تسلیم کیا جاتا تھا۔ بڑی بڑی کمپنیاں اس کے قیمتی مشوروں کی محتاج رہتی تھیں۔

ورک اور اس کے ساتھیوں کو اس الزام کے تحت گرفتار کیا گیا کہ وہ ہریانہ کے وزیر اعلیٰ بھجن لال کو جو ان دنوں نیو اولینز میں آنکھوں کے علاج کے سلسلے میں داخل تھا قتل کرنے کا منصوبہ بنا رہے ہیں۔ ورک اور اس کے دوسرے ساتھی پر اس کے علاوہ ایک اور بڑا الزام یہ بھی تھا کہ دونوں نے بھارتی وزیر اعظم راجیو گاندھی کے قتل کا منصوبہ بھی بنا رکھا ہے۔

کمفر ان دنوں ایف آئی بی کے لئے کام کرتا تھا اور اس نے اپنی خدمات انڈین لوگوں کی جاسوسی کے لئے پیش کی تھیں۔ اب وہ ایف بی آئی کے ایجنٹ کی حیثیت سے سکھوں کے درمیان موجود تھا۔ بھارتی ذرائع کا دعویٰ ہے کہ کمفر کا یہ معاہدہ مئی میں گرفتاریوں کے بعد ختم ہو گیا تھا۔ اس کے برعکس کمفر کا دعویٰ ہے کہ اس نے ہی بھارتیوں کو خبردار کیا تھا کہ سکھ ایئر انڈیا کے جہاز کو بم سے اڑانے کی سازش کر رہے ہیں۔ اس نے کہا۔

”میں نے اس کے علاوہ بھی سکھوں کی ممکنہ کارروائیوں اور اہداف سے بھارتیوں کو پیشگی آگاہ کر دیا تھا۔ انہوں نے میری اطلاعات پر کان نہیں دھرے۔ نتیجہ سب کے سامنے ہے۔ شاید میری باتوں پر وہ صرف بیورو کریٹس کی طرح غور کرتے رہے پھر فائلیں اٹھا کر ایک طرف رکھ دی گئیں۔ میں نے ایف بی آئی اور بھارتیوں کو ایسی اہم اطلاعات دی تھیں جو ان کے وہم و گمان میں نہ آئیں اور جو میں بتاتا رہا وہی کچھ ہو کر رہا۔ حیرت کی بات ہے کہ اس کیلئے پہلے ہی سے بندوبست کیوں نہ کر لیا گیا۔ شاید بھارتی صرف اپنی انٹیلی جنس ایجنسیوں کی فراہم کردہ اطلاعات پر ہی عمل اور انحصار کرتے تھے۔“

کمفر کی اطلاعات کو خاطر میں کیوں نہ لایا گیا؟

اس کی ایک ہی وجہ سمجھ میں آتی ہے کہ بھارتی چاہتے تھے کہ سکھ ایسا کریں شاید سکھوں میں داخل کردہ ان کے ایجنٹ انڈین انٹیلی جنس کے پلان کے مطابق اپنا کام کر رہے تھے۔ عام سکھوں کو وہ اپنے مقاصد کے لئے استعمال کرتے رہے اور بھارتی انٹیلی جنس کا خفیہ آپریشن کامیابی سے جاری رہا۔

فی الوقت یہ کہنا مشکل ہے کہ کمفر کے اس دعوے میں کہاں تک سچائی ہے کہ اس نے ایئر انڈیا کی فلائٹ نمبر 182 کی تباہی کی پہلے سے نشاندہی کر دی تھی اور بھارتیوں کو آگاہ کر دیا تھا کہ کوئی ایسا منصوبہ زیر غور ہے۔ 23 جون 85ء کو پھر یہ حادثہ رونما ہو کر رہا جب ایئر لینڈ کے سمندر پر دوران پرواز ایئر انڈیا کی فلائٹ ایک زوردار دھماکے سے تباہ ہوئی اور اس میں 329 مسافر مارے گئے۔

اس تباہی کی ذمہ داری کیا بھارتی حکومت پر عائد نہیں کی جا سکتی جو ایک طرف تو کینیڈین حکومت کے پاس واویلا کرتی رہی کہ ایئر انڈیا کا جہاز تباہ ہونے والا ہے اور دوسری طرف اس نے کمفر کی اطلاع پر کان دھرنے کی زحمت ہی نہ کی؟ کیا بھارتی سفارت کار ”ڈس انفارمیشن“ پلان میں اتنے ہی زیادہ مگن ہو گئے تھے کہ انہوں نے شیر آیا کا اتنا واویلا مچایا کہ پھر جب واقعی شیر آ گیا تو کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو سکی؟

اس امر کے شواہد موجود ہیں کہ بھارتی اگر چاہتے اور ذمہ داری کا ثبوت دیتے تو عین ممکن ہے کہ یہ سانحہ ٹل جاتا۔ کینیڈا میں دو ایجنٹ آر سی ایم پی کے لیے کام کر رہے تھے جنہوں نے ایئر انڈیا کی تباہی سے متعلق بعض اہم نوعیت کی اطلاعات بہم پہنچائی تھیں۔

ان میں سے ایک تو نیوی کا سابقہ ملازم 21 سالہ پال بیسو تھا۔ پال جو دھماکہ خیز مواد کی تیاری کی تربیت حاصل کر چکا تھا وینکوور کے سکھوں کے ایک ایسے حلقے میں داخل ہونے میں کامیاب ہو گیا جن کا رابطہ کیلیفورنیا کے ایک انتہا پسند سکھ گروپ سے تھا۔ ان لوگوں کے اکثر کام بیسو کے ذریعے انجام پانے لگے۔ بیسو کی ملاقات اس سلسلے میں کیلیفورنیا کے ایک سکھ سے ہوئی جو یہاں انٹرنیشنل سکھ یوتھ فیڈریشن کا صدر بھی تھا۔ بیسو کا دعویٰ ہے کہ یہ گروپ جدید ترین خود کار ہتھیار اور 75 فیصد خالص ڈولو مائیٹ پلاسٹک ایکسپلوسو حاصل کرنے میں لگا ہوا تھا جس کے ذریعے بھارت میں پلوں کو اڑایا جا سکے۔ بیسو کا کہنا ہے کہ وینکوور میں اس کا ساتھی گورمیل سنگھ اس کے ساتھ ایک بک شاپ میں گیا تھا جہاں اس نے سیلز مین لڑکی سے پوچھا تھا ”آپ کے پاس بموں کی تیاری سے متعلق کوئی کتاب موجود

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

ہے؟" جب لمبی ڈاڑھی اور سر پر پگڑی باندھنے والا سکھ ایسی کتاب مانگے تو اس کا مطلب آپ جانتے ہیں کیا ہو سکتا ہے؟

بیسو کا کہنا ہے کہ جب میں نے سکھوں سے دریافت کیا کہ آپ دھماکہ خیز مواد اور جدید ترین اسلحہ کس طرح بھارت منتقل کریں گے تو ان میں موجود ایک سکھ جس کو وہ ہرجیت سنگھ کی حیثیت سے جانتا تھا بولا کہ میں انڈین انٹیلی جنس کے ساتھ کام کر چکا ہوں اور اب میرا چاچا ان میں موجود ہے۔ مجھے علم ہے کہ ہم اپنا کام کیسے کر سکتے ہیں۔ بیسو کو بعد میں آر سی ایم پی نے اپنی ملازمت سے الگ کر دیا کیونکہ وہ ان کے لئے مطلوبہ شہادت فراہم نہیں کر سکا تھا۔ آر سی ایم پی والے چاہتے تھے کہ بیسو کے ذریعے ایسا ثبوت حاصل ہو جس کے ذریعے وہ یہ ثابت کر سکیں کہ تحریک خالصتان کو سرمایہ "ڈرگ مافیا" کے ذریعہ فراہم کیا جاتا ہے۔

اگلی ملازمت کے حصول کے لئے بیسو نے 86ء میں ٹورنٹو میں بھارتی قونصلیٹ سے رابطہ کیا اور اسے اپنی خدمات کی پیش کش کی۔ بھارتی وائس قونسل برج موہن لال کے ساتھ اپنی ڈیڑھ گھنٹے کی ملاقات میں اس نے موہن لال کو آفر دی کہ وہ بھارتی مفادات کے حصول کیلئے سکھوں کی جاسوسی کرنے کو تیار ہے۔ موہن لال نے اس کی پیشکش قبول کر لی اور دونوں کے درمیان معاہدہ بھی طے پا گیا لیکن دوسری ہی ملاقات میں وائس قونسل نے اسے دھتکار دیا۔ بیسو کا کہنا ہے اس کی وجہ آر سی ایم پی اور سی ایس آئی ایس کے لوگ تھے جنہیں میں نے اس ملاقات کے دوران بھارتی قونصلیٹ کے گرد منڈلاتے دیکھ لیا تھا۔

بیسو نے آر سی ایم پی کو بھی خبردار کیا تھا کہ ایئر انڈیا کے جہاز کو تباہ کرنے کا منصوبہ بنایا گیا ہے۔ ایسی ہی ایک اطلاع وینکوور میں قید ایک سکھ کی طرف سے اس کے وکیل کے ذریعے پہنچائی گئی۔ اس وکیل کو امید تھی کہ فراڈ، چوری اور جان سے مارنے کی دھمکی دینے کے جرم میں 12 سال قید پانے والے اس کے موکل کو اس اطلاع کے عوض کراؤن پراسیکیوٹر کچھ معافی دلا دے گا۔ شاید اسی سودے بازی کے نتیجے میں اس کی جان چھوٹ جائے گی۔

[illegible]ر کے وکیل جارج نے بتایا کہ اس کے موکل ہرمیل سنگھ گریوال جو شراب کی ایک دوکان پرسیا[illegible]ھ نے آر سی ایم پی اور سی ایس آئی ایس کو خبردار کیا تھا کہ ایئر انڈیا کے جہاز کو تباہ کرنے کا منصوبہ بنایا جا رہا ہے۔ وکیل کا کہنا تھا کہ میرے موکل کو جیل کے ساتھی قیدی سے اطلاع ملی تھی کہ

مانٹریال کے ایئر پورٹ جہاں پر جہاز تھوڑی دیر کے لئے رکے گا یہاں سے سامان میں ایک بم اس میں پہنچا جائے گا۔ اس وکیل کا کہنا تھا کہ آر سی ایم پی اخلاقی طور پر اس کی سزا معاف کروانے کی پابند ہے اور جب تک وہ اس کو معافی نہیں دلاتی اس کا موکل اس سلسلے میں کوئی بات نہیں کرے گا جب گریوال اپنی اطلاع کے مصدقہ ہونے کا دعویٰ کر رہا تھا تو پولیس اسے جھوٹا بتا رہی تھی۔ کچھ بھی ہو کینیڈین سیکورٹی پر اس الزام کا بوجھ بڑھتا جا رہا تھا کہ انہیں جہاز کی تباہی کی پیشگی اطلاع مل چکی تھی۔

جہاں تک کینیڈا کی انٹیلی جنس کا سوال ہے اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ انہیں شک تو تھا کہ آپریشن بلیوسٹار سے جس طرح سکھوں کے مذہبی جذبات مجروح ہوئے اور پھر پنجاب سے اپنے بھائی بندوں کے ساتھ بھارتی فوج کے ظلم وستم کی جو کہانیاں ان تک پہنچ رہی ہیں ان کے بعد یہ بات ناممکن نہیں کہ طیش میں آ کر کوئی انتہائی قدم اٹھالیں۔ لیکن یہ طے نہیں تھا کہ ان کا ہدف کیا ہو گا۔

اولسن نے اپنی یادیں دہراتے ہوئے کہا "ہم ہر چیز پر نظر رکھتے تھے۔ کڑی نگرانی، تلاشی، اچانک چھاپہ، ہم نے ہر حربہ آزمایا تھا۔ ٹھیک ہے انڈین اطلاعات دے رہے تھے لیکن اس بات کا تو علم کسی کو نہیں تھا کہ سکھوں کا اگلا نشانہ کون سا ہے؟ معلوم نہیں وہ ایئر انڈیا کا جہاز گرانا چاہتے تھے؟ بااثر ہندوؤں کو مارنا چاہتے تھے؟ بھارتی تجارتی سنٹروں یا قونصلیٹ پر حملہ کرنا چاہتے تھے؟ ان کا نشانہ کوئی واضح تو نہیں تھا۔ آر سی ایم پی اور سی ایس آئی ایس کے لئے یہ دھماکہ خیز خبر تھی۔ حیرت انگیز اور چونکا دینے والی۔ وہ تو کبھی سوچ نہیں سکتے تھے کہ یہ کچھ بھی ہو جائے گا" اطلاعات تو تھیں لیکن ہم لوگ ہی سمجھ رہے تھے کہ جیسے اسلحے والی بات ٹریننگ کیمپوں والی بات بعد میں غلط ثابت ہوئی اسی طرح ممکن ہے اب بھی بھارتی حکام رائی کا پہاڑ بنا کر پیش کر رہے ہوں۔ اس بات کا تو ہمیں اندازہ ہی نہ ہو سکا کہ شیر آیا شیر آیا چلاتے چلاتے ایک دن سچ مچ کا شیر بھی آ جائے گا۔

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

تباہی کی منصوبہ بندی

4 جون 85ء کی شام تھی جب ایک فورڈ وین وینکور آئس لینڈ کے قصبے ڈنکن کے جنگلی سلسلے کے نزدیک آ کر رکی۔ وین سے دو آدمی اتر کر باہر آئے جن میں ایک تلوندر سنگھ پر مار تھا اور دوسرا اندر جیت سنگھ۔ دونوں وین سے اتر کر پیدل چلتے ہوئے ڈنکن کے جنگل کی طرف چلے گئے جب کہ ان کا تیسرا ساتھی جس کی شناخت نہیں ہوسکی وین کے پاس ہی کھڑا رہا۔

اپریشن بلیو سٹار کی سالگرہ کو 2 دن باقی تھے اور ایئر انڈیا کی فلائٹ 182 کی تباہی سے 19 روز پہلے کی بات ہے۔ اندر جیت سنگھ ریائٹ ببر خالصہ کا سرگرم رکن اور تلوندر سنگھ پر مار کا زبردست پیروکار تھا۔ اندر جیت ڈنکن میں موٹر مکینک کی حیثیت سے قیام پذیر تھا جن چیزوں کی مدد سے ان لوگوں نے یہاں تجربہ کرنا تھا وہ اندر جیت سنگھ نے ہی تیار کی تھیں۔

اس سامان میں 12 وولٹ کی ایک بیٹری بھی تھی ان لوگوں نے درختوں کے گھنے سلسلے میں دور اندر جا کر بیٹری نصب کی تھی۔ اندر جیت کا کہنا ہے کہ وہ لوگ ایک خود ساختہ بم کا تجربہ کرنے جا رہے تھے۔ یہ بم تلوندر سنگھ پر مار کی ہدایت پر اندر جیت نے تیار کیا تھا۔

ڈنکن اور کووچن کے درمیانی علاقے میں واقع یہ جنگل جسے دونوں نے اپنے لئے محفوظ پناہ گاہ سمجھ لیا تھا، دراصل اتنی ہی غیر محفوظ تھی جتنی ان کی رہائش گاہیں ہیں۔ دونوں اس امر سے بے خبر تھے کہ سی ایس آئی ایس اور آر سی ایم پی کے ایجنٹ سائے کی طرح ان سے چمٹے ہوئے ہیں بعد میں یہ دونوں ایئر انڈیا کے جہاز کی تباہی کے ضمن میں کینیڈین انٹیلی جنس کے نزدیک سب سے زیادہ مشکوک قرار پائے۔

ٹوکیو کے نارٹیا ایئر پورٹ پر ایک گمنام سامان کے بکس میں ہونے والے دھماکے کا شک بھی ان دونوں پر ہی کیا جاتا ہے۔ یہ سامان دوسرے جہاز میں لادا جانا تھا جس میں وقت سے پہلے دھماکہ ہوگیا۔ خیریت یہ گزری کہ دھماکہ ایئر پورٹ کی حدود سے باہر ہوا ورنہ بہت جانی اور مالی نقصان ہوتا۔

تیسرا آدمی جس کی شناخت ممکن نہیں ہوسکی اس روز علی الصبح تلوندر سنگھ ببر کی رہائش گاہ پر ''برنے'' پہنچا جہاں سے دونوں دینکور کے ''فیری ڈیک'' کی طرف روانہ ہوئے۔ سی ایس آئی ایس کے دو ایجنٹ لیری اور میک ایڈم ان کے تعاقب میں تھے، انہوں نے دیکھا سکھوں والی فیری کا رخ ''نانائے موٗ'' کی طرف تھا جہاں ان دونوں سکھوں نے اپنے ایک ساتھی جوگندر سنگھ گل سے ملاقات کی جو یہاں کا رلئے ان کا منتظر تھا۔ کار کا رخ اب ڈنکن میں اندر جیت سنگھ کے گھر کی طرف ہوگیا تھا۔

سیکورٹی ایجنٹوں کو پر مار اور اندر جیت کو پہچاننے میں کوئی مشکل پیش نہیں آئی لیکن وہ ان کے تیسرے ساتھی کو نہ پہچان سکے۔ پتلا لمبا اور چھوٹی چھوٹی داڑھی والا سکھ جس نے اپنے سر پر سلیقے سے پگڑی باندھ رکھی تھی پہلی مرتبہ ان کے ساتھ دکھائی دے رہا تھا۔

دونوں سیکورٹی ایجنٹ ہاتھ ملتے رہ گئے کہ ان کے پاس اس وقت کیمرہ نہیں تھا ورنہ وہ تلوندر سنگھ پر مار کے حلقے میں آنے والے اس نوجوان کی تصویر ہی اپنے ریکارڈ میں محفوظ کر لیتے

اب ان کے لئے ایسا ممکن نہیں تھا اگر وہ بھاگ دوڑ کر کے کیمرہ حاصل کر بھی لیتے تو فیری میں موجود بے شمار مسافروں میں سے کسی ایک کی واضح اور صاف تصویر حاصل کر لینا ان کے لئے ممکن ہی نہ رہتا۔

بہر حال دونوں ان سے چمٹے رہے۔ اب یہ لوگ اندر جیت کی کار میں سوار ہو کر کسی طرف جا رہے تھے۔ اس مرتبہ ان کی منزل ڈنکن آٹو الیکٹرک میرین شاپ تھی جہاں اندر جیت ملازمت کرتا تھا یہاں سے اندر جیت نے کوئی شے اٹھائی اور اس کار کا رخ کوڈیکن جھیل کی طرف ہوگیا تھا۔

جب کار کا رخ ہل کریسٹ روڈ کی طرف ہوا اور اچانک چوراہا آ گیا تو دونوں جاسوسوں کے لئے ان کی مسلسل نگرانی مشکل ہوگئی۔ وہ دونوں ایک جگہ چھپ کر بیٹھ رہے۔ تینوں کو جنگل کی طرف جاتے انہوں نے دیکھا تھا لیکن اتنے گھنے جنگل میں ان کی ہر حرکت دکھائی نہیں دے سکتی تھی

تھوڑی دیر بعد دھماکے کی آواز نے انہیں چونکا دیا۔

دونوں اندازہ نہیں لگا سکے کہ دھماکہ کس چیز کا تھا۔ اس روز اپنی نگرانی کی رپورٹ میں لیری نے لکھا کہ دھماکہ کی آواز کسی شکاری رائفل کا فائر معلوم ہوتی تھی۔

تھوڑی دیر بعد انہوں نے پر مار اور اندر جیت کو جنگل سے نکل کر کار کی طرف آتے دیکھا۔ دونوں کار میں بیٹھ گئے اور وہاں پہلے سے موجود انکے ساتھی نے کار کا رخ دوبارہ ڈنکن کی طرف موڑ دیا۔ ان کے وہاں سے ہٹتے ہی لیری بھاگم جنگل میں پہنچا جہاں ناکامی اس کا منہ چڑا رہی تھی۔ وہ دھماکہ والی جگہ سے کوئی اس سلسلے کی شہادت حاصل کرنے میں ناکام رہا۔ یہاں زیادہ دوگنا مشکل تھا۔ دونوں

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

ایک مرتبہ پھر مار سے چمٹ گئے۔

دونوں پر مار کا تعاقب کرتے دوبارہ اس کے گھر تک پہنچ گئے۔ ان کا تیسرا ساتھی جس پر دونوں جاسوسوں کی نظریں جمی تھیں بڑے پراسرار طریقے سے غچہ دیکر نکل گیا، دوبارہ کبھی سی ایس آئی ایس کے لوگ اس کی گرد کو بھی نہ پاسکے۔ کسی کو معلوم ہی نہ ہوسکا کہ وہ کدھر سے آیا تھا اور کس طرف چلا گیا۔

ایئر انڈیا اور کیتھی پیسفک والے دھماکوں کی تفتیش وینکوور میں جاری رہی، سیکورٹی کے علم میں یہ بات آئی کہ یہاں سے کیتھی پیسفک کے لئے دو ٹکٹ خریدے گئے تھے۔ دونوں پروازیں متضاد سمتوں میں جانے والی تھیں اور ٹکٹیں 22 جون کی تھیں۔

19 جون کو کیتھی پیسفک کے مقامی ایجنٹ مارٹینی کو ایک شخص کا فون موصول ہوا جس نے اپنی شناخت مسٹر سنگھ کہہ کر کروائی تھی۔ آدھ گھنٹے کے بعد دوبارہ اس نے 22 جون کے لئے دو اور سکھوں کے نام سے دو ٹکٹ بک کروائے۔

ایک ٹکٹ مہندر بل سنگھ کے نام سی پی ایئر کی فلائٹ نمبر 003 پر بک کروایا گیا جس کا روٹ وینکوور سے ٹوکیو تھا۔ اس فلائٹ کے مسافر نے یہاں سے ایئر انڈیا کی فلائٹ نمبر 301 لینی تھی جو ٹوکیو سے بنکاک جاتی ہے دوسری ٹکٹ جسونت سنگھ کے نام سے فلائٹ 086 کی تھی جو مانٹریال کے ڈرول ایئرپورٹ پر رکتی ہے۔ یہاں سے جسونت سنگھ نے خود مانٹریال کے دوسرے ایئرپورٹ مائی ریبل پہنچنا تھا۔ جہاں سے اسے ایئر انڈیا کی فلائٹ نمبر 182 میں سوار ہونا تھا۔ ایئر لائن ریزرویشن کے اصولوں کے مطابق ٹریول ایجنٹ کے پاس ٹکٹوں کے ساتھ ایک رابطہ نمبر چھوڑ دیا گیا۔

مارٹینی بتاتا ہے کہ بکنگ کرنے والا خاصا باخبر آدمی دکھائی دیتا تھا اسے وینکوور کے فلائٹ شیڈول اور ایئر انڈیا کی بین الاقوامی پروازوں کا مکمل علم تھا کہ کون سی فلائٹ کس ایئرپورٹ سے کب روانہ ہوگی اور اس کی منزل کون سی ہے۔ اس شخص کو علم تھا کہ ایئر انڈیا کی فلائٹ نمبر 301 حاصل کرنے کے لیے بہترین رابطہ فلائٹ کے پی نمبر 003 تھی جو ٹوکیو جاتی ہے۔ مارٹینی نے تفتیشی افسران کو بتایا کہ اس بات کا علم تو اس کے ٹکٹ کمپیوٹر کو بھی نہیں تھا۔

دو گھنٹے بعد سی پی ایئر لائن کے ایک اور ایجنٹ کو فون ملا جس میں جسونت سنگھ کے نام پر کی

جانے والی وینکوور مانٹریال ریزرویشن کو کینسل کرنے کی درخواست کی گئی تھی۔ اس کے بجائے سی پی ایئر فلائٹ نمبر 60 جو ٹورنٹو سے روانہ ہوتی تھی پر ریزرویشن کروادی گئی۔ ٹکٹ ہولڈر نے اس کے بعد ایئر انڈیا کی فلائٹ نمبر 182 لینی تھی جو مکمل بک تھی لیکن چانس پر اسکو جگہ مل سکتی تھی۔

20 جون کو سی پی ایئر لائن وینکوور کے ڈاؤن ٹاؤن آفس میں ایک موٹا تازہ سکھ آیا جس نے دونوں ٹکٹوں کے پیسے ادا کردیئے چونکہ سی ایس آئی ایس کینیڈا کے تمام سکھوں کی نگرانی نہیں کرسکتی تھی اس لئے اس شخص کی شناخت بھی معمہ بنی رہی۔

ٹکٹ ایجنٹ جیرالڈ ڈنکن نے اسکی شناخت کچھ اس طرح بتائی تھی۔ گول چہرہ قد قریباً 5 فٹ 10 انچ اور وزن دو سو پاؤنڈ سے زیادہ ہی رہا ہوگا۔ اس نے گہرے رنگ کی پگڑی بہت سخت کر کے باندھی ہوئی تھی اور اس کی داڑھی کو ہلکا ہلکا خضاب لگا تھا۔ نیچے کے بال سفید نظر آرہے تھے۔ داڑھی کے بالوں کو شاید باندھا ہوا تھا۔

اس نے سب سے پہلے ریزرویشن پر نام تبدیل کروائے۔ اب کسی ایل سنگھ کے نام سے ٹوکیو اور پھر بنکاک کی ٹکٹ بک کروائی گئی۔ اس کے ساتھ ایک ویسٹرن ٹکٹ اوپن بک کروائی گئی۔ دوسری ٹکٹ پر ایم سنگھ کا نام لکھوایا گیا تھا جو ٹورنٹو جارہا تھا۔ جہاں ایئر انڈیا کی ویٹنگ لسٹ میں اس کا نام شامل تھا۔ اس نے جیب میں ہاتھ ڈالا بٹوا نکالا اور سو اور پچاس ڈالر کے ترتیب سے رکھے ڈالر اس کی طرف بڑھادیئے۔ ایک ہیرے کی انگوٹھی اس کے دائیں ہاتھ میں تھی۔

"اس کے پاس کچھ زیادہ پیسے نہیں تھے"..... ڈنکن نے بعد میں آر سی ایم پی کے افسران کو بتایا۔

اس سے زیادہ افسران کو کچھ نہ بتاسکا کہ نووارد نے 3 ہزار پانچ ڈالر ٹکٹوں کا کرایہ ادا کیا۔ دونوں ٹکٹ اپنے جیب میں ڈالے اور دفتر سے باہر نکل گیا۔ جاجیا سٹریٹ میں انسانوں کے سمندر نے اسے نگل لیا۔ بہر حال ٹکٹ کا خریدار ایک کلو اپنے پیچھے چھوڑ گیا تھا۔ اس نے اپنا ٹیلی فون نمبر تبدیل کروالیا تھا۔

پہلا ٹیلی فون نمبر جو لکھوایا، ہرادیال سنگھ جوہل کا تھا جو اپنی روشن دماغی اور مغربی اطوار کی وجہ سے وینکوور کے سکھوں میں خاصا معروف اور جانا پہچانا شخص تھا۔ ہردیال سنگھ کو خالصتان نواز سکھوں نے ایک مرتبہ بہت بری طرح پیٹا، جب اس نے اپنے سکول کی عمارت پر جہاں وہ کام کرتا تھا کینیڈین پرچم لہرانے کی کوشش کی تھی۔

تفتیش کرنے والے افسران اس نتیجے پر پہنچے کہ انتہا پسندوں نے آر سی ایم پی کی تفتیش کو غلط

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

رخ پر موڑنے کیلئے جوہل کا ٹیلی فون نمبر دیا تھا اس کے باوجود سیکورٹی والوں نے اسکی جان نہ چھوڑی۔ جولائی، اگست اور نومبر میں انہوں نے یکے بعد دیگرے اس کے گھر پر چھاپا مارا، گھر کا کونہ کونہ چھان مارا، اس کی ذاتی ڈائریاں، ٹیلیفون نمبر کی کتاب غرض کہ ہر قابل ذکر شے کی چھان بین کی گئی۔

دوسرا نمبر سٹی روز سٹریٹ کے گوردوارے کا تھا جو کینیڈا کا سب سے پر رونق گوردوارہ سمجھا جاتا تھا۔ اس گوردوارے کے ممبران پکے خالصتانی اور زبردست بھارت مخالف شمار ہوتے تھے۔ آر سی ایم پی کے لوگ چکرا کر رہ گئے۔ دھوکہ دینے والوں نے انہیں دونوں نقطہ نظر کے حامل لوگوں کے ایڈریس پر پہنچا دیا تھا۔

22 جولائی کی صبح کو سی پی ایئر کے آفس میں منجیت سنگھ نامی ایک شخص کا فون آیا اس نے مقامی ایجنٹ عزیز پریم جی سے پوچھا...... ''کیا ابھی تک فلائٹ ایئر انڈیا نمبر 182 پر وہ سٹینڈ بائی ہی ہے یا اس کی سیٹ کنفرم ہو چکی ہے''

عزیز پریم جی نے بتایا کہ ابھی تک اس سلسلے میں کوئی کامیابی نہیں ہوئی۔ جس پر وہ بضد ہوا کہ اس کی ٹکٹ فوراً اسی فلائٹ پر کنفرم کی جائے۔ ایجنٹ نے اس سے درخواست کی کہ وہ اسے ٹوکیو کے راستے کسی بھی دوسرے فلائٹ سے دہلی بھیج دے گا لیکن منجیت سنگھ کا کہنا تھا کہ اس کے کچھ دوست بھی 182 پر جا رہے ہیں اور وہ بھی اسی فلائٹ پر جائے گا۔

دوران گفتگو اس نے انگریزی، پنجابی، ہندی میں اس طرح لہجہ بدل بدل کر بات کی کہ اس کی صحیح زبان کا علم ہی نہ ہو سکا۔ اس نے پریم جی سے کہا چاہے اس کی ٹکٹ کنفرم ہوتی ہے یا نہیں اس کا سامان سی پی ایئر سے انڈین ایئر لائن میں منتقل کر دیا جائے۔

عزیز پریم جی نے کہا ''سٹینڈ بائی'' کا سامان جہاز میں نہیں جا سکتا جب تک اسکی ٹکٹ کنفرم نہ ہو۔

چند گھنٹے بعد ہی سی پی کی چیک ان کلرک جینی ایڈم نے دو اشخاص کو دیکھا جنہوں نے واقعی جہاز میں بم پہنچایا تھا لیکن بعد میں اس نے آر سی ایم پی کو جو اطلاعات پہنچائیں وہ مجرم کی گرفتاری کے لئے بالکل ناکامی اور نامکمل تھیں۔

22 جون ہفتے کی صبح جینی ایڈم کی ڈیوٹی دراصل وینکوور انٹر ایئر پورٹ پر سی پی چیک ان کلرک

کی نہیں تھی۔ وہ اپنی ایک ساتھی کی جگہ کاؤنٹر پر موجود تھی جو آج چھٹی پر تھی اور اس کی درخواست پر ہی جینی نے اس کی جگہ کام کرنا منظور کیا تھا۔ ایئر لائن نے اسے 26 نمبر سٹیشن دیا تھا جہاں ایمپرلیس کلاس کے مسافر چیک ان کر رہے تھے۔ ایمپرلیس کلاس اکانومی سے ایک درجہ زیادہ بہتر تھی لیکن اسے فسٹ کلاس نہیں کہا جا سکتا۔

اسی روز سی پی ایئر کے چیک ان کلرک بہت مصروف تھے۔ فلائٹ مکمل پیک تھی۔ تمام لائنیں مسافروں سے اٹی ہوئی تھیں حتی کہ ایمپرلیس کلاس کے مسافروں کو بھی چیک کرنے میں 20 منٹ لگ جاتے تھے۔ جینی کے پاس پہنچنے کے بعد ہر مسافر سب سے پہلے تاخیر کا شاکی ہوتا لیکن وہ بڑے صبر و سکون کے ساتھ مسکرا کر انہیں مطمئن کر دیتی۔

جینی کو آج تک وہ شخص یاد ہے جس کے پاس ایم سنگھ کے نام کا ٹکٹ تھا اس نے اپنا سامان اس ایئر انڈیا کی ٹوکیو سے منسلک پرواز پر بک کروایا تھا۔

''بہت مصروف صبح تھی''۔ ''جینی نے بعد میں آر سی ایم پی کے ایجنٹوں کو بتایا۔'' میرے کاؤنٹر پر ابھی تک 30 مسافروں کی لائن لگی تھی اور ہر شخص پریشان اور کھچا کھچا نظر آ رہا تھا۔ اس وقت میری ایک ہی خواہش تھی کہ جتنی جلدی ممکن ہو سکے تمام لوگ چیک ان کر جائیں۔

ایم سنگھ کے پاس حالانکہ ایمپریس کلاس کی ٹکٹ نہیں تھی اس کے باوجود وہ جینی والے کاؤنٹر کی لائن میں کھڑا تھا۔ اس کے ایک ہاتھ میں بریف کیس پکڑا رکھا تھا جبکہ اس کے قدموں میں ایک زنجیر والا بیگ دھرا تھا۔ جیسے ہی ایم سنگھ کی باری آئی اس نے اپنا سوٹ کیس اٹھایا اور جینی کے سامنے والی سامان کی بیلٹ پر رکھ دیا۔

جیسے ہی اس کا سوٹ کیس جینی کے سامنے رکا اس نے معمول کے مطابق ٹکٹ کی اطلاعات کمپیوٹر پر منتقل کرنا شروع کر دیں لیکن یہ دیکھ کر وہ حیران رہ گئی کہ سامان ایئر انڈیا کی فلائٹ 182 کے لئے بک نہیں کیا جا سکتا تھا۔ ایسا تب ہی ممکن تھا اگر ایم سنگھ کا ٹکٹ کنفرم ہوتا۔ اس نے کمپیوٹر سے ''کلیم ٹکٹ'' والا مارک برآمد کیا جس پر ''وائی وائی زیڈ'' کے کالے الفاظ لکھے یہ ٹورنٹو کے لئے کوڈ تھا۔ جس میں مسافر کی ٹکٹ ایئر انڈیا فلائٹ 182 کیلئے ''سٹینڈ بائی'' کی اطلاع دی گئی تھی۔ سٹکر سوٹ کیس سے چپکا کر اس کو بیگج ٹکٹ تھما دیا۔

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

ایم سنگھ اپنی جگہ سے ایک قدم پیچھے ہٹا۔ اس نے جینی سے بحث شروع کردی وہ مسلسل جھوٹ بولتا رہا۔ بالآخر اس کے سامنے سے یہ کہتا ہوا ہٹ گیا وہ اپنے ''بھائی'' سے مشورہ کرلے۔

''جینی نے فیصلہ کیا کہ اسے مزید مغز ماری کرکے وقت ضائع کرنے کے بجائے اب دوسرے مسافروں کی طرف توجہ دینی چاہیے۔

جینی نے آر سی ایم پی کے تفتیشی افسر کو اپنے ذہن پر زور دیتے ہوئے اپنے اور اس کے درمیان ہونے والی گفتگو سنائی جو کچھ اسطرح تھی۔ وہ اپنا بیگ دہلی کی فلائٹ میں چیک ان کروانا چاہتا تھا۔

میں نے کہا......

سر میں اس کی مجاز نہیں کیونکہ آپ کی فلائٹ کنفرم نہیں ہے''

اس نے کہا.....

میں کنفرم ہوں اور یہ رہا میرا ٹکٹ''

میں نے کہا......

''آپ کے ٹکٹ پر یہ نہیں لکھا کہ سیٹ کنفرم ہے اور میں آپ کا بیگ فلائٹ 182 کے لئے چیک ان نہیں کر سکتی۔''

اس نے کہا.....

اگر میری ٹکٹ کنفرم نہیں تو میں ٹورنٹو سے اپنا سامان وصول کرلوں گا۔ اور اسے خود ایئر انڈیا کی فلائٹ میں ٹرانسفر کردوں گا۔

میں نے کہا.....

''میں آپ کی بات مانتی ہوں لیکن یہاں سے براہ راست میں آپ کا سامان ایئر انڈیا کی فلائٹ پر نہیں بک کر سکتی۔''

اس نے کہا.....

''لیکن میں نے ایئر انڈیا کو فون کیا ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ میری سیٹ کنفرم ہے'' میں نے سوچا ممکن ہے یہ سچ کہہ رہا ہو۔ عموماً ایسی بات وہی لوگ کرتے ہیں جو ایئر لائن کا طریق کار نہیں جانتے۔ میں نے سوچا اگر اس کا ٹکٹ ایئر انڈیا نے اپنے فائل میں کنفرم کر بھی دیا ہے تو ممکن ہے ان کے

کمپیوٹر پر اس کا نمبر ہو ہمارے کمپیوٹر پر ابھی رپورٹ نہیں آئی تھی۔

میں نے کہا....

''جب تم ٹورنٹو پہنچو تو وہاں چیک کرلینا اور اپنا سامان ایئر انڈیا میں بک کروالینا''

اس پر اس نے بحث کرنا شروع کردی وہ کہہ رہا تھا کہ ٹورنٹو ایئرپورٹ بہت مصروف ہوتا ہے اور اس کے لئے سامان کی منتقلی ایک مسئلہ بنی رہے گی جب اس نے ایئر انڈیا کو فون کرکے اپنی سیٹ کنفرم کروالی ہے آخر اس کا سامان ایئر انڈیا کے لئے چیک ان کیوں نہیں ہو رہا۔

میں نے اسے فائل کے متعلق سمجھایا اور بتایا کہ ابھی ہمارے کمپیوٹر پر اس کا نمبر نہیں لگا۔

اس پر اس نے کہا....

''اچھا تم میرے بھائی سے بات کرلو۔ میں اسے بلاتا ہوں۔''

قطار کے مسافر خاصے بے چین نظر آرہے تھے اور یہ شخص میرا وقت ضائع کر رہا تھا۔ میں نے سوچا کوئی پاگل آدمی ہے اور اس سے کہا میرے پاس تمہارے سے بات کرنے کیلئے وقت نہیں ہے۔

اس سے پہلے وہ اپنا ٹکٹ اور سامان وہاں رکھ کر اپنے بھائی کو بلانے کے لئے پیچھے ہٹا میری آواز پر وہ لوٹ آیا۔

میں نے کہا....

''او کے۔ میں تمہارا سامان تھرو کر رہی ہوں۔ لیکن تم ٹورنٹو آکر دوبارہ ایئر انڈیا سے بات کرلینا.....

مجھے یاد ہے میں نے اس کے سامان سے ''ایکس وائی زیٹ'' کا ٹیگ اتار دیا۔ اور اسے کہا...

''تم نے بہت وقت ضائع کیا۔''

جینی ایڈم نے بتایا' اس شخص کی عمر 35 سال اور 40 سال کے درمیان تھی لیکن نہ تو اس کی ڈاڑھی تھی نہ ہی اس نے پگڑی باندھ رکھی تھی۔ وہ سوٹ اور ٹائی میں ملبوس تھا اور سر کے بال خاصے بڑھے ہوئے اس کے کانوں کو ڈھانپ رہے تھے۔ چھوٹا سا خوبصورت چہرہ اور مسکراتی ہوئی آنکھیں۔

ایم سنگھ کے پیچھے کھڑے مسافر نے جو ٹورنٹو ایئرپورٹ کا سابقہ جنرل منیجر تھا' بتایا کہ وہ شخص چہرے سے ایسٹ انڈیا کا کوئی تاجر نظر آرہا تھا اور اس کا سامان بھی ایک بیگ اور سوٹ کیس پر مشتمل تھا۔

جینی ایڈم بتاتی ہے اس سامان کا وزن کچھ زیادہ نہیں تھا اور 70 پونڈ سے کم ہی تھا۔ اس نے اپنی یادداشت پر زور دیتے ہوئے بتایا کہ بیگ کا رنگ شاید کریمی تھا اور یہ بیگ شاید سکریننگ مشین سے گزرے بغیر یہاں تک پہنچا تھا کیونکہ اس دور میں صرف مسافر کے ساتھ جانے والے سامان کی ہی سکریننگ کی جاتی تھی۔

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

جینی کی ملاقات آرسی ایم پی کے ایک آرٹسٹ سے کروائی گئی۔اس نے اپنی معلومات کی حد تک آرٹسٹ کوایم سنگھ کے چہرے کی تفصیلات سے آگاہ کیا۔

ارسی ایم پی کے ایک اورافسر کے ساتھ اپنے ٹیپ ریکارڈ انٹرویو میں اس نے اپنی یادداشت پر زور دیتے ہوئے کہا کہ آرٹسٹ کی طرف سے ایک اور انکشاف نے چونکا دیا۔جب ایم سنگھ کی تصویر مکمل ہوئی تو اچانک ہی آرٹسٹ نے پوچھا۔

''کیا تمہیں اس کے دوسرے ساتھی ایل سنگھ کی شکل یاد ہے؟''

میں نے کہا...

''کون سا دوسرا ساتھی؟''

اس نے کہا.....

''ایل جس نے اس کے ساتھ ہی صرف وینکوور سے ٹوکیو تک جاتا تھا''

میں نے کہا....

''میں اس کا چہرہ کیوں کر یاد رکھ سکتی تھی''

''کیونکہ تم نے اسے چیک ان کیا تھا''...اس نے الفاظ چباتے ہوئے کہا۔

میں اچانک اٹھ کھڑی ہوگئی اور اسے کہا...

''تم مجھے بچی سمجھتے ہو؟''

اس وقت واقعی جینی ایڈم کو یہ علم نہیں تھا کہ اس نے ایک کے بجائے دوسوٹ کیس چیک ان کیے ہیں۔دوسرا ایل سنگھ کے نام سے تھا۔وہ یاد بھی کیسے رکھتی۔ہزاروں مسافروں سے اس کا واسطہ زندگی میں رہا تھا۔ہر ایک کا چہرہ یاد رکھنا اس کے لئے کیسے ممکن تھا۔پھر ایسے آدمی کو کون یاد رکھ سکتا ہے جس کے ساتھ کوئی حادثہ بھی نہ گزرا ہو۔

فلائیٹ سی پی 182

سی پی ایئر فلائٹ 003 وینکوور سے شیڈول کے مطابق سوا ایک بجے دن ٹوکیو کے لئے روانہ ہوئی۔18 منٹ لیٹ۔روانگی کے وقت مسافروں میں ایل سنگھ موجود نہیں تھا۔

سی پی ایئر فلائٹ 60 جو ٹورنٹو کے راستے ٹوکیو جا رہی تھی۔شیڈول کے مطابق 9 بجے روانہ ہوئی لیکن اس میں ایل سنگھ موجود نہیں تھا۔

دونوں پروازیں اپنی اپنی منزل پر بخیر و عافیت پہنچ گئیں۔فلائٹ نمبر 60 مقررہ وقت سے 12 منٹ لیٹ تھی جبکہ فلائٹ نمبر 003 مقررہ وقت سے 14 منٹ پہلے ہی ٹوکیو پہنچ گئی۔

ایئر پورٹ کے بیگیج سارٹنگ کرنے والے عملے نے ٹورنٹو سے آنے والی فلائٹ کا سامان چیک کیا تاکہ متعلقہ منسلک فلائٹوں پر وہ سامان بھیج سکیں اور انہوں نے ایل سنگھ کا سامان جو ایئر انڈیا میں منتقل ہونا تھا اسے الگ کر لیا اس کو 21 دیگر مسافروں کے سامان کے ساتھ جو اسی فلائٹ سے آئے تھے اور انہوں نے پھر فلائٹ 182 سے جانا تھا سیکورٹی کلیرنس کے لئے بھیج دیا گیا تاکہ 747 جمبو جیٹ میں سامان رکھنے سے پہلے اس کی معمول کی جانچ پڑتال کر لیں۔یہ معمول کی کارروائی تھی۔

ایئر انڈیا کی یہ پالیسی تھی کہ جہاز میں داخل ہونے والا تمام سامان خواہ وہ دستی ہو چیکنگ کروایا جائے چیکنگ کے بغیر جہاز میں داخل نہیں ہو سکتا تھا۔ہمہ قسم کے سامان کو سیکورٹی کے مراحل سے گزرنا پڑتا تھا کسی بھی ممکنہ کارروائی سے نمٹنے کے لئے جس کا خدشہ ایئر انڈیا کو لاحق تھا 22 جون کو ایئر انڈیا نے نیویارک سے اپنا ایک سیکورٹی آفیسر بطور خاص ٹورنٹو روانہ کر دیا تھا تاکہ مانٹریال اور ٹورنٹو کے درمیان سفر کرنے والے سامان کی کڑی نگرانی کی جا سکے۔اس کے باوجود ابھی تک مسافر کے متعلق کنفیوژن موجود تھا۔

ایئر انڈیا کا ٹورنٹو کا سٹیشن منیجر چھٹی پر تھا اور کینیڈین ایوی ایشن کے سیفٹی بورڈ کی رپورٹ کے مطابق اس بات کی کوئی شہادت نہیں مل سکی کہ سٹیشن منیجر کو کس نے چھٹی پر بھیجا اور اس کے متبادل کی

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

حیثیت سے کس نے ڈیوٹی دی۔

سامان جمع کرنے والے سٹور ڈیپارٹمنٹ میں ایئر انڈیا کے منیجر کی طرف سے پرائیوٹ سیکورٹی گارڈ متعین کئے گئے تھے۔ جنہیں یہ ہدایت تھی کہ تمام ایکسرے مشینوں کے ذریعے گزار کر چیک کیا جائے۔ برنس سیکورٹی کمپنی کی خدمات ایک کنٹریکٹ کے ذریعے ٹرانسپورٹ کینیڈا نے حاصل کی ہوئی تھیں جن کا خرچہ ان ٹرمینلز استعمال کرنے والی ایئر لائنوں کے تعاون سے ادا کیا جاتا تھا۔ برنس سیکورٹی کمپنی ایئرپورٹ سیکورٹی کے لئے گارڈ فراہم کرتی تھی۔

ان گارڈز کو بہت کم معاوضے پر حاصل کیا جاتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ان میں سے بیشتر کو سیکورٹی کی الف۔ ب کی شدھ بدھ بھی نہیں تھی اور انہوں نے ٹرانسپورٹ کینیڈا کی طرف سے ڈیزائن کردہ سیکورٹی ٹریننگ کا کورس بھی نہیں کیا ہوا تھا۔

اس روز ایکسرے مشین کی کارکردگی بھی تسلی بخش نہیں تھی چنانچہ ایک مرحلے پر اس نے کام کرنا چھوڑ دیا تھا۔ مشین کی کارکردگی کبھی مشکوک نہیں رہی تھی لیکن اس روز وقتی طور پر تھوڑی دیر کے لئے اس لئے خراب ہوگئی کیونکہ مشین کو یہاں سے اکھاڑ کر کہیں اور لے جایا جا رہا تھا۔

اس مرحلے پر سیکورٹی گارڈ جمی پوسٹ نے پی ڈی 4 نامی دستی مشین کے ذریعے سامان کی چیکنگ شروع کر دی لیکن ایئر انڈیا کے سیکورٹی چیف جان ڈی سوزا نے اس پر عدم اطمینان ظاہر کیا۔ ڈی سوزا نے دوبارہ سارا سامان اپنی نگرانی میں چیک کروایا کئی دفعہ تو وہ ماچس کی تیلی جلا کر متعلقہ سامان سے کچھ فاصلے پر رکھ کر دیکھتا کبھی سامان کو سونگھنے کی کوشش کرتا بالآخر سامان کنویئر بیلٹ پر رکھ دیا جاتا۔

جیمز فریڈرک پوسٹ کو برنس سیکورٹی کمپنی کے ساتھ کام کرتے 8 ماہ گزر رہے تھے جب اسے پرسن ایئرپورٹ پر ڈیوٹی سنبھالنے کا حکم ملا۔ اس نے ٹرانسپورٹ کینیڈا کا ایئرپورٹ سیکورٹی پروگرام پاس نہیں کیا تھا۔

"مجھے ان لوگوں نے معمول کے پہرے سے اٹھایا اور یہاں لا کر اس حکم کے ساتھ پھینک دیا کہ میں سامان کی چیکنگ کروں گا۔ مجھے ایئرپورٹ سے متعلق کوئی تربیت حاصل نہیں تھی۔"

اس نے آر سی ایم پی کے سامنے بیان دیتے ہوئے کہا اس بیان پر پوسٹ نے دستخط کرنے سے انکار کر دیا تھا۔

پی ڈی فور پر اس کی ڈیوٹی تھی۔ اس کے ایک اور ساتھی سیکورٹی گارڈ نسیم کا کہنا ہے کہ جب میرون رنگ کا ایک بیگ ایکسرے مشین سے گزر رہا تھا تو ہم نے ہلکی سی آواز سنی تھی جس پر میں بھی چونکا اور پوسٹ نے میرے سامنے دوبارہ بیگ کو ایکسرے مشین سے گزارا۔ اس مرتبہ آواز وہ نہیں آئی اور ہم

مطمئن ہوگئے۔ یہی طریقہ ہمیں ایئر انڈیا کے چیف سیکورٹی آفیسر نے بتایا تھا۔

بیگ کا جو رنگ بتایا گیا تھا ایسے رنگ کا بیگ ہی جینی ایڈم کے خیال میں ایل سنگھ نے چیک ان کیا تھا۔

پی ڈی فور نامی سنائفر مشین کی کارکردگی ہمیشہ شک کی نظر سے دیکھی جاتی رہی ہے 19 جنوری 85ء جب سے ایئر انڈیا نے پرسن ایئرپورٹ پر فلائٹ شروع کی تھی اسی روز سے ہی وہ لوگ پی ڈی فور سے مطمئن نہیں تھے۔ حیرت کی بات تو یہ ہے کہ حادثے سے ایک روز قبل ہی آر سی ایم پی کینیڈا ٹرانسپورٹ اور ایئر انڈیا کی مشترکہ میٹنگ میں اس سیشن کو تبدیل کرنے کی سفارش کی گئی تھی۔

کینیڈین ایوی ایشن کی رپورٹ کے مطابق آر سی ایم پی کے افسر نے بھی متعلقہ مشین کو چیک کیا تھا اور اس ٹیسٹ رپورٹ کے مطابق کہ گن پاؤڈر کی معمولی سی مقدار اگر اس "سنائفر" سے گزاری جائے تو اس کا علم نہیں ہوتا تھا اگر گن پاؤڈر "سنائفر" سے کم از کم ایک انچ کے فاصلے پر موجود ہو تو اس کی موجودگی کا علم ہوتا تھا۔

اس کے علاوہ اگلے ہی روز اس "سنائفر" سے جب سی فور دھماکہ خیز پلاسٹک بم گزارا گیا تو وہ نہیں پکڑا جا سکا۔ حتیٰ کہ جب اس دھماکہ خیز مواد کو مشین کی رینج کے اندر بھی لایا گیا تب بھی مشین خاموش رہی۔ سیفٹی بورڈ کی رپورٹ میں بتایا گیا کہ اس بات کا علم نہیں ہو سکا کہ 22 جون 85ء کو یہی "سنائفر" ہوئی یا کوئی اور؟

فلائیٹ 182 کو پرسن ایئرپورٹ سے اڑنے میں کچھ دیر ہوگئی۔ اس کی وجہ چند روز پہلے ایئر انڈیا کے ایک جہاز کے انجن کی خرابی تھی۔ یہ پرواز ٹورنٹو آ رہی تھی۔ جس کا ایک انجن فیل ہوگیا۔ انجن بعد میں تبدیل کر دیا گیا۔ خراب انجن جو ایئر کینیڈا کے ہینگر میں پڑا تھا۔ انڈین ایئر کی درخواست پر اس بوئنگ میں نصب کر دیا گیا تا کہ بھارت پہنچا کر اس کی مرمت کی جا سکے۔ بوئنگ 747 نے یہ فالتو انجن بڑی آسانی سے اپنے اندر سمیٹ لیا۔ اب اس کے ایک پر کے نیچے دو اور دوسرے کے نیچے 3 انجن نصب تھے لیکن یہ خدشہ بہرحال موجود تھا کہ اس کی رفتار اور سمت میں فرق پڑ سکتا ہے۔

بہت سی قباحتوں کے بعد فلائٹ نمبر 182 پرسن ایئرپورٹ سے سوا آٹھ بجے ایسٹرن ڈے لائٹ ٹائم کے مطابق روانہ ہوئی۔ پرواز ایک گھنٹہ 40 منٹ لیٹ تھی۔

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

دوسری طرف میرابل ایئر پورٹ پر جب 182 منتقل کرنے والا سامان چیک کیا گیا تو 3 سوٹ کیس مشتبہ ہونے کی بنیاد پر روک لئے گئے لیکن جب انہیں کھول کر تلاشی لی گئی تو ان میں کوئی مشتبہ شے نظر نہ آئی۔ کوئی دھماکہ خیز مواد ان میں موجود نہیں تھا۔ ان سوٹ کیسوں میں جو سب سے زیادہ مشتبہ چیز ہو سکتی تھی وہ بجلی کی ایک استری تھی۔

فلائٹ 182 یہاں معمول کی کارروائی سے گزری، پانچویں انجن کی تھوڑی بہت ری چیکنگ ہوئی اور 10 بج کر 18 منٹ پر مقامی وقت کے مطابق روانہ ہو گئی۔ اب اسے بحراوقیانوس عبور کرنا تھا۔

جیسے جیسے جہاز آئرلینڈ کے ساحلوں کے نزدیک ہو رہا تھا اس پر دن کے سورج کی روشنیاں بڑھتی جا رہی تھیں۔ جب ان لوگوں نے کینیڈا سے اڑان کی تھی تو تقریباً آدھی رات ہو رہی تھی جہاز کا عملہ مسافروں کے لئے ناشتے کی تیاری میں مصروف ہو گیا۔ آئرلینڈ کے شینن ائر پورٹ نے جہاز کی طرف سے معمول کے سگنل وصول کئے۔

فلائٹ نمبر 182 اپنے ری فیولنگ سٹیشن لندن سے ایک گھنٹے کی دوری پر تھی جب جہاز سمندر پر دھماکے سے پھٹ گیا۔ گرین وچ ٹائم کے مطابق 7 بجکر 14 منٹ پر جہاز میں بم کا دھماکہ ہوا۔ اسوقت ٹورنٹو میں 3 بجکر 14 منٹ ہوئے تھے۔ دھماکے کے ساتھ ہی جہاز کا برقی نظام تباہ ہو گیا اور جہاز کا رابطہ فضائی کنٹرول سے ٹوٹ گیا۔

سامان کے اگلے حصے میں ہونے والے دھماکے نے کیبن فلور کا فرش اکھاڑ دیا اور فرش پر جمی کرسیاں اپنی جگہ سے اکھڑ گئیں۔ پہلے ہی ہلے میں 12 مسافر اپنی جگہ سے تقریباً اڑ کر سامنے دیوار سے جا ٹکرائے۔

31 ہزار فٹ کی بلندی پر اڑتے جہاز کے لئے سنبھلنے کو کوئی گنجائش ہی باقی نہیں رہ گئی تھی۔ بے جان پرندے کی طرح جہاز سمندر کی طرف گرنے لگا۔ ڈگمگاتے اور دائیں بائیں لڑکھڑاتے جہاز کے درمیان میں سے دو حصے ہو چکے تھے اور اس خلا میں سے مسافر یکے بعد دیگر سمندر میں گرنے لگے۔ سطح سمندر سے قریباً 5 میل کی اونچائی پر اڑنے والے جہاز سے جب آکسیجن کا ذخیرہ اچانک ختم ہوا بیشتر مسافر اپنا ذہنی توازن ہی کھو بیٹھے۔

کئی مسافر جہاز کے سمندر میں گرنے سے پہلے ہی مر چکے تھے۔ ایک رپورٹ کے مطابق مرنے والوں میں کم از کم دس ایسی لاشیں بھی ملیں جو سمندر میں گرنے تک زندہ تھے اور ان کی موت پانی میں ڈوبنے سے واقع ہوئی۔

سبز ہیرے کی طرح چمکنے والا نقطہ جو فلائٹ 182 کی صورت شینن کی ریڈار سکرین پر ٹمٹما رہا تھا اچانک ہی اندھیروں میں ڈوب گیا۔ جہاز میں سوار 329 مسافر اور جہاز کا عملہ 120 میل دور آئرلینڈ کے مغرب میں سمندر کا رزق بن گئے۔

کینیڈین ایوی ایشن کی تحقیقاتی رپورٹ کے مطابق جہاز کے اگلے حصے میں ہونے والا دھماکہ اس کی تباہی کا سبب بن گیا۔ چونکہ یہ صرف واقعاتی شہادت سے اخذ کردہ نتیجہ تھا اس لئے سیفٹی بورڈ نے اپنی رپورٹ میں لکھا کہ ہمیں جہاز کی تباہی کی کوئی دوسری وجہ جاننے سے متعلق کوئی شہادت نہیں مل سکی۔

فلائٹ نمبر 182 کی تباہی سے 55 منٹ پہلے ٹوکیو کی ناریتا ائر پورٹ کی ٹرانزٹ بیگج بلڈنگ میں ایک زوردار دھماکہ ہوا جس سے دو ورکز موقع پر ہی مارے گئے۔ دھماکہ اس سامان میں ہوا جو سی پی ائر فلائٹ نمبر 003 سے اتار کر اب ائر انڈیا کی فلائٹ نمبر 301 میں جو بنکاک جا رہی تھی منتقل کیا جا رہا تھا۔

جاپانی ماہرین پوسٹ مارٹم نے بڑی احتیاط سے دھماکے والی جگہ سے مرنے والوں کے جسمانی اعضا اکٹھے کئے۔ لاشوں سے ابھی تک پلاسٹک اور لوہے کے ٹکڑے چپٹے ہوئے تھے، دھماکہ خیز مواد ایک سٹیریو ٹیپ میں موجود تھا جو ایک اٹیچی کیس میں بند تھی۔ جاپانی ماہرین نے ٹیپ کا پرزہ پرزہ جوڑ کر یہ حیرت انگیز کامیابی بھی حاصل کر لی کہ یہ سٹیریو ٹیپ ریکارڈ سانیو کمپنی کا ''ایف ایم ٹی 116'' ماڈل تھا۔

اندرجیت سنگھ نے سانیو کے اس ماڈل کی ایک ٹیپ ڈولورتھ سٹوڈنکن سے 5 جون کو خریدی تھی لیکن یہ زیادہ دیر اس کے پاس نہیں رہی۔ اندرجیت نے یہ سٹیریو ٹیپ تیسرے گمنام سکھ کو دی تھی۔ یہ وہی شخص تھا جو تلوندر سنگھ اور اندرجیت سنگھ کے ساتھ جنگلی علاقے میں گیا اور کار کے باہر کھڑا رہا تھا۔ اور جس کی پہچان آر سی ایم پی اور سی ایس آئی ایس والے نہیں کر سکے تھے۔

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

6 نومبر 1985ء کو اندر جیت سنگھ کو آر سی ایم پی نے ڈنکن سے اس وقت گرفتار کر لیا جب وہ اپنے کام سے چھٹی کر کے گھر واپس جا رہا تھا۔ اس دوران سیکورٹی والوں نے کریڈٹ کارڈ کے ذریعے خرید کردہ سٹیریو ٹیپ کی رسید وولورتھ سٹور سے اندر جیت کے نام بھیجی گئی تھی اپنے قبضے میں لے لی تھی۔

پہلے سات گھنٹے کی تفتیش کے دوران اندر جیت نے آر سی ایم پی والوں کے ہر سوال کا جواب نفی میں دیا۔ اس دوران اس پر ہر ممکنہ تفتیشی حربہ آزما لیا گیا تھا۔ پہلے مرحلے پر تو اس نے یہ بات ماننے سے ہی انکار کر دیا کہ اس نے ڈنکن کے جنگلی علاقے میں کسی دھماکے کا تجربہ کیا تھا جبکہ اس کے ساتھ پرمار اور ایک گمنام سکھ بھی موجود تھا۔ اندر جیت سنگھ نے یہ بھی ماننے سے انکار کر دیا کہ وہ کسی پرمار نام کے آدمی کو جانتا ہے اس نے یہ بھی شکایت کی کہ اسے آر سی ایم پی والوں کے انگریزی لہجے کی ٹھیک سے سمجھ نہیں آرہی۔

لیکن.........

اس نے یہ ماننے سے کبھی انکار نہیں کیا کہ اس نے ایک سٹیریو ٹیپ بھی خریدی تھی۔ اندر جیت کی تفتیش کرنے والے آر سی ایم پی کے دونوں کارپورل ڈاگ ہنڈرسن اور گلین راکول اس سے کوئی کام کی بات معلوم نہیں کر سکے۔ جس بات کی انہیں تلاش تھی وہ اطلاعات انہیں اندر جیت سے نہیں مل سکیں۔

''میں چاہتا ہوں کہ تم صورت حال کی سنگینی کو مدنظر رکھ کر مجھے ایک ایک بات سچ سچ بتا دو، کچھ چھپانے یا مجھے دھوکہ دینے کی کوشش نہ کرنا۔ مجھے علم ہے تم سچ بولنا چاہتے ہو اور میں بھی یہاں سچ سننے آیا ہوں''، تفتیش کی ابتداء ہی میں ہنڈرسن نے اسے خبردار کیا۔

ہنڈرسن جس کی ڈیوٹی آر سی ایم پی نے اندر جیت کی تفتیش پر لگائی تھی اس نے پہلے پہل اندر جیت جیسے ٹیڑھے سکھ کو بڑا آسان لیا۔ اس کے برعکس وینکوور کے آفیسر راکول کا رویہ بالکل الٹ تھا۔

''مسٹر سنگھ۔ میں تمہارے پیچھے بیٹھا ہوں اور میں صرف یہ نوٹ کروں گا کہ تم نے کتنے سوالات کے غلط جوابات دیئے ہیں تمہیں اندازہ ہو جائے گا کہ تم ہمیں دھوکہ نہیں دے سکتے۔ اگر تم بہت ہوشیار ہو تو کوشش کر دیکھو.....''

اس نے پھاڑ کھانے والے لہجے میں کہا۔

آدھی رات تک دونوں اندر جیت سے مغز ماری کرتے رہے لیکن کوئی ڈھنگ کی بات اس کے منہ سے نہ نکلوا سکے۔ بالآخر انہوں نے اندر جیت پر ائر انڈیا کے جہاز کی تباہی اور ٹوکیو ائرپورٹ پر ہونے والے دھماکے کی ذمہ داری ڈال دی۔

''اندر جیت۔ میں بھی اپنے عقیدے کے مطابق خدا کی عبادت کرنے والا انسان ہوں''

راکول نے بولنا شروع کیا.....

''مجھے شدت سے اس بات کا یقین ہے کہ ائر انڈیا کے جہاز کی تباہی میں یقیناً تمہارا ہاتھ بھی ہے اور تم جاپان میں بھی ایسی ہی تباہی لانے جا رہے تھے۔ ٹوکیو میں ہونے والے دھماکے میں بھی تم ملوث ہو..... میں تم سے کوئی وضاحت طلب نہیں کر رہا میں صرف تمہیں مطلع کر رہا ہوں کہ میری سوچ یہ ہے کہ میں اس لئے یہاں موجود ہوں کہ تم سے حقائق کا اقرار کروا سکوں''

ہنڈرسن نے فوراً ہی راکول کے جارحانہ انداز پر اندر جیت سے معذرت کر لی اور اسے نرمی سے سمجھاتے ہوئے کہا کہ وہ اسے سچ سچ بتا دے۔ اندر جیت نے چند لمحے کے لئے کچھ سوچا پھر اچانک ہی اس نے نفی میں جواب دے دیا۔

''میں...... میں نے یہ سب کچھ نہیں کیا''

دوران تفتیش ہنڈرسن اپنے دوسرے ساتھی کو یہی باور کرواتا رہا کہ اندر جیت کو اس سازش کا علم نہیں تھا۔ اسے یہ علم نہیں تھا کہ اس کے ساتھی ائر انڈیا کا جہاز تباہ کرنا چاہتے ہیں۔ وہ اندر جیت سے یہی امید کر رہا تھا کہ اس کی مدد سے کم از کم وہ اس سازش کی تہہ تک پہنچنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ وہ اندر جیت کے بالکل نزدیک ایک اور سٹول پر بیٹھ گیا۔ اور اپنا منہ اس کے کان کے نزدیک لے جا کر کہا۔

''ان لوگوں نے تباہی کا ایک گھناؤنا منصوبہ تیار کیا تھا انہیں اس سلسلے میں رہنمائی درکار تھی۔ وہ کسی کی معاونت چاہتے تھے..... ممکن ہے تمہیں اس بات کا علم نہ رہا ہو کہ ان کے حقیقی عزائم کیا ہیں...... وہ لوگ کیا کرنے جا رہے ہیں...... لیکن وہ تمہاری مدد چاہتے تھے اور تم نے ان کی مدد کی...... تم نے ان کی معاونت کی اور ان کی مدد کر کے تم بے گناہ لوگوں کی موت میں معاونت کے مرتکب ہو گئے ہو''

اندر جیت چند لمحے تک ٹکٹکی باندھے اس کی طرف دیکھتا رہا اس نے قریباً چلاتے ہوئے کہا۔

''میں نے ان کی کوئی مدد نہیں کی نہیں کی، میں نے مسافروں کو قتل کرنے میں کوئی حصہ نہیں لیا..... مجھے ایسا گھناؤنا قدم اٹھانے کی کیا ضرورت تھی؟.....

جس وقت اندر جیت کی تفتیش ہو رہی تھی عین ان لمحات میں آر سی ایم پی کے افسران کی ایک ٹیم چھاپہ مار چکی تھی۔ انہوں نے اندر جیت کے گھر کا کونہ کونہ چھان مارا اور وہاں دھماکہ خیز مواد اور بارود کی ٹیوبیں برآمد کر لیں۔

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

جب اندر جیت کو اس کے متعلق بتایا گیا تو اس نے کہا کہ پستول بازی اس کا شوق ہے اور متعلقہ ڈائنامائیٹ بھی اسی شوق کا حصہ ہے۔

یوں بھی اس آئس لینڈ میں جہاں وہ رہتا ہے بارود کی سلاخیں اپنے پاس رکھنا کچھ ایسا معیوب نہیں سمجھا جاتا لیکن وہ ڈنکن کے ایک اور رہائشی کیتھ سلیڈ کے اس الزام کا کوئی جواب نہ دے سکا جو اس نے اندر جیت پر لگایا تھا۔ سلیڈ نے آر سی ایم پی کو بتایا کہ مئی 1985ء کے آخری ہفتے میں اندر جیت نے اس سے ڈائنامیٹ کی آٹھ سلاخیں خریدی تھیں اور سینکڑوں کی تعداد میں دھماکہ خیز بلاسٹنگ کیپ اس کے سوا تھے۔ کیا یہ وہی ڈائنامائیٹ تھا جس کا اندر جیت اور اس کے ساتھی پرمار نے جنگل میں تجربہ کیا تھا اور ان کا تیسرا ساتھی باہر ان کا منتظر کھڑا رہا۔

اندر جیت بضد تھا کہ 4 جون کو اس نے دھماکہ خیز مواد کا کوئی تجربہ نہیں کیا۔ بڑی ردو کد کے بعد وہ یہ بات ماننے پر تیار ہوا کہ وہ پرمار کے لئے ایک دھماکہ خیز آلہ تیار کرنے جا رہا تھا اور یہ تجربہ بھی اسی سلسلے کی کڑی تھی۔ اندر جیت نے بتایا کہ پرمار کوئی ایسا دھماکہ خیز آلہ تیار کروانا چاہتا تھا جس کے اثرات بڑے تباہ کن ہوں وہ یہ ہتھیار پنجاب میں سرگرم اپنے خالصتان نواز گوریلوں کو بھیجنے کا خواہش مند تھا۔ پرمار کوئی ایسا دھماکہ خیز آلہ تیار کروانا چاہتا تھا جس کی مدد سے کسی پل، گاڑی یا بلڈنگ کو دھماکے سے بھارت میں تباہ کیا جا سکے اور اس دھماکے خیز آلہ کو ریموٹ کے ذریعے کنٹرول کیا جائے اس نے اندر جیت سے اسی نوعیت کی کوئی چیز بنانے کی خواہش کا اظہار کیا تھا۔ اس ضمن میں ان لوگوں نے بیٹری اور گن پاؤڈر کی مدد سے تجربہ کرنا چاہا جو ناکام رہا اور ایک مرحلے پر جب اس نے دو تاروں کو آپس میں ملایا تو بیٹری بھی دھماکے سے تباہ ہو گئی۔ جس کی آواز سیکورٹی والوں نے سن لی۔

اندر جیت نے بتایا کہ اس ناکام تجربے سے پرمار جھلا اٹھا اور اس نے ناراضگی کا اظہار بھی کیا تھا۔

"میں نے اس کے لئے کوئی شے بنانے کی ہامی بھری۔ تجربہ ناکام رہا میں تیار نہ کر سکا۔ اب میری جان چھوڑو۔ میں نے پرمار کو کہہ دیا تھا۔"

یہ وہ اقبالی بیان نہیں تھا جو آر سی ایم پی کو درکار تھا۔ یہ تو اندر جیت کی طرف سے معمول کی وضاحت تھی جس کے ذریعے وہ اپنے تفتیش کنندگان کو مطمئن کرنا چاہتا تھا۔ انہیں تو ٹھوس ثبوت درکار تھا جس کو عدالت اور دنیا کے سامنے پیش کیا جا سکے۔ اس ضمن میں پولیس حکام نے تین مرتبہ اندر جیت کے ہمراہ "تجربہ گاہ" کا دورہ کیا لیکن وہ کوئی ثبوت اس جنگل سے تلاش نہ کر سکے جس کی بنا پر یہ کہا جا سکتا کہ یہاں کوئی دھماکہ کیا گیا تھا یا پھر کسی دھماکہ خیز مواد کا تجربہ کیا گیا ہے۔

حیرت کی بات تھی نہ تو وہاں جلی ہوئی گھاس تھی نہ ہی کوئی جلا ہوا درخت تھا۔ پولیس کے وہ تربیت یافتہ کتے جنہیں خاص طور سے بارود کی بو سونگھنے کی تربیت دی جاتی ہے وہ بھی پولیس کے لئے کوئی ثبوت تلاش کرنے سے قاصر رہے۔

جہاز کی تباہی کے نو دن کے بعد تک تفتیشی افسران کوئی معمولی سا ثبوت بھی یہاں سے حاصل نہ کر سکے۔ اتفاق سے دسویں دن ان کے ہاتھ ایک بہت ہی معمولی ثبوت آ گیا۔ یہ جلے ہوئے کیپ کا ایک ٹکڑا تھا جو دھماکے میں استعمال کیا گیا تھا۔ اس پر بھی انہوں نے سجدہ شکر گزارا لیکن اندر جیت نے یہ ماننے سے انکار کر دیا کہ اس نے کوئی اس نوعیت کا تجربہ کیا تھا جن میں ایسے کیپ استعمال کئے جاتے ہیں۔ اس تفتیش کے بعد پولیس نے پرمار اور اندر جیت پر دو الزامات عائد کئے ایک الزام دھماکہ خیز مواد رکھنے کا تھا اور دوسرا اس مواد کے ذریعے پبلک پراپرٹی کو نقصان پہنچانے کا تجربہ کرنا۔

یہ الزامات جنگلی علاقے میں ان کے تجربے کے حوالے سے لگائے گئے تھے لیکن جیسا کہ لوگوں کا خیال ہے اس میں ایئر انڈیا کے جہاز کو تباہ کرنے یا ناریٹا ائیرپورٹ پر دھماکے میں ملوث ہونے کے الزامات شامل نہیں تھے۔ جہاں تک ان دونوں معاملات کا تعلق ہے آر سی ایم پی ان کے خلاف کوئی بھی ثبوت حاصل کرنے میں ناکام رہی جس کے بغیر اس الزام کی حیثیت محض الزام سے زیادہ اور کچھ نہ رہ جاتی۔

سرکاری وکیل بارودی چھڑیوں کی خریداری کے معاملے کو عدالت میں زیر بحث نہیں لا سکا۔ تلونڈر سنگھ پرمار کے خلاف لگائے گئے الزامات حکومت کو واپس لینے پڑے جبکہ اندر جیت کے خلاف غیر قانونی ہتھیار رکھنے اور غیر قانونی دھماکے کا تجربہ کرنے کے الزامات عائد کئے گئے جسے عدالت کی طرف سے 2 ہزار ڈالر جرمانہ کیا گیا۔ بعد میں آر سی ایم پی نے پرمار کے ٹیلیفون کی ریکارڈنگ سے یہ ثبوت بھی حاصل کر لیا کہ یہ جرمانہ اندر جیت کی طرف سے ببر خالصہ نے ادا کیا تھا۔

اس سب کچھ کے باوجود آر سی ایم پی نے اپنی تفتیش جاری رکھی۔ خصوصاً اندر جیت پر انہوں نے نظر رکھی اور اس کے خلاف ثبوت حاصل کرنے کے لئے کوشاں رہے تفتیش کنندگان کے لئے دو الزامات اس پر عائد کرنا بڑا دشوار تھا۔ خاص طور سے نومبر میں اندر جیت کی تفتیش کرتے ہوئے وہ اس کے خلاف ثبوت حاصل کرنے میں ناکام رہے تھے۔ تفتیشی افسر جانتے تھے کہ اندر جیت ایک سٹیریو

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

کلاک بنانے میں دلچسپی لے رہا تھا۔

لیری ویلر جو فیکٹری ساؤنڈ وکٹوریہ میں کام کرتا تھا۔ نے پولیس کو بتایا کہ اندر جیت نے اس کے سٹور سے یکم جون 85ء کو سٹیریو کلاک خریدا تھا کچھ عرصہ بعد یہ کہہ کر واپس لوٹا دیا کہ وہ اس سٹیریو کلاک کی کارکردگی سے مطمئن نہیں۔ آٹو میرین الیکٹرک سٹور برن بے کے ایک مکینک ریمونڈ وائڈ آوٹ نے پولیس کو بتایا کہ 22 جون 85ء کو اندر جیت نے ان کے سٹور سے 12 وولٹ کی دو بیٹریاں خریدی تھیں۔

یہ وہی دن ہے جس روز سی پی ائر لائن کے دو جہازوں میں وینکوور میں بم رکھے گئے تھے۔

86ء کے موسم گرما میں اندر جیت ڈنکن کینیڈا سے انگلینڈ کی ایک کاؤنٹی میں منتقل ہو گیا جہاں اس نے جیگوار آٹو موبائل فیکٹری میں ملازمت کر لی۔

5 فروری 88ء کو دوبارہ اسے برٹش کانسٹیبلری نے گرفتار کر لیا اور اسے بتایا گیا کہ آر سی ایم پی نے اس پر الزام لگایا ہے کہ ناریٹا ائر پورٹ پر ہونے والا دھماکہ جس میں دو کارکن مارے گئے تھے اسی کی کارستانی ہے۔ اس مرتبہ بھی اسی ائر انڈیا کے جہاز کی تباہی کا الزام لگایا گیا۔ ولیم رابنسنز مجسٹریٹ نے اس کے خلاف پراسیکیوٹر کی طرف سے پیش کردہ کیس پر غیر اطمینانی ظاہر کی اور اپنے پہلے فیصلے میں یہی کہا کہ کیس کمزور ہے لیکن اگست 88ء میں بالآخر برطانوی عدالت عالیہ نے حکم دیا کہ اندر جیت کو کینیڈا پولیس کے حوالے کر دیا جائے جہاں وہ اپنے خلاف مقدمات کا سامنا کر سکے۔ اس فیصلے کے خلاف اندر جیت نے اپیل کی جو جنوری 89ء کو نامنظور ہو گئی اور بالآخر وہ دوبارہ کینیڈین پولیس کی حراست میں پہنچ گیا۔

یہ بظاہر بہت بڑا اقدام تھا جو کینیڈین پولیس نے اٹھایا۔ کسی شخص کے خلاف محض اس الزام کی تصدیق سے کہ اس نے ایک جنگلی علاقے میں دھماکہ خیز مواد کا تجربہ کیا تھا یہ نتیجہ اخذ کر لیا کہ وہی ایک جہاز کی تباہی اور ناریٹا ائر پورٹ پر دھماکے میں ملوث ہے قرین انصاف نہیں۔ آر سی ایم پی کے افسران کے پاس اپنے آفیسر راک ویل کی اس تصدیق کا کوئی جواز موجود نہیں تھا کہ اندر جیت نے ایک طاقتور بم سانیو کے سٹیریو ٹیونرز میں نصب کیا اور اسے تیسرے آدمی کے حوالے کر دیا۔ یہ وہ رپورٹ تھی جو راکویل نے اندر جیت کی تفتیش کے بعد لکھی تھی۔ اندر جیت نے آر سی ایم پی کو بتایا کہ بے شک تیسرے آدمی نے

ایک ہفتے تک اس کے گھر قیام کیا اور اندر جیت نے اسے تربیت بھی دی۔ اس نے کہا میں اس الزام سے انکار نہیں کرتا۔

تیسرے آدمی کی پہچان اس نے سرجیت سنگھ کے نام سے کی تھی اور بتایا کہ 25 سالہ یہ نوجوان بھارت میں ٹیچر تھا اور اب کچھ عرصے سے وہ یہاں کینیڈا میں رہائش پذیر ہے۔ یہ باتیں بھی اس نے اپنے انداز سے بتائی ہیں اس شخص کے متعلق اس کی معلومات غلط بھی ہو سکتی تھیں۔

اندر جیت کی تیسرے آدمی کے متعلق معلومات کو بھی ایسی ہی معلومات پر منطبق کیا جا سکتا تھا۔ جیسی کہ اس ٹیلیفون نمبر سے متعلق تھیں جو سی پی ائر لائن پر ٹکٹ بک کروانے والے نے وینکوور میں چھوڑا تھا۔ تفتیشی افسران کا خیال تھا کہ جس طرح ان کو گمراہ کرنے کے لئے ٹیلیفون نمبر غلط اور ایک دوسرے سے متضاد لکھائے گئے تھے اسی طرح اندر جیت نے بھی تفتیش کو غلط رخ پر موڑنے اور ائر انڈیا کو تباہ کرنے والے کی حقیقی شناخت چھپانے کے لئے "تیسرے آدمی" کا ڈرامہ رچایا تھا۔

نومبر 85ء کی تفتیش کے دوران آر سی ایم پی نے یہی نتائج اخذ کئے تھے کہ اندر جیت حالات سے بے خبر ہونے کا ڈرامہ رچا کر دراصل خود کو بے گناہ ثابت کرنا چاہتا ہے۔ اپنی تفتیش سے مایوس ہینڈرسن اور راکویل نے بالآخر اندر جیت کے سچ جھوٹ کا نتارا کرنے کے لئے اسے جھوٹ پکڑنے والی مشین پولی گراف کے ٹسٹ سے گزارنے کا فیصلہ کر لیا۔

"اس کا مطلب ہے کہ تم نے سچ نہ بولنے کا تہیہ کر رکھا ہے۔"

مایوس تفتیشی افسران نے اس سے کہا جب وہ لوگ اندر جیت کو ہیلی کاپٹر کے ذریعے وینکوور لے جانے کی تیاریاں کر رہے تھے جہاں اسے پولی گراف ٹسٹ سے گزارنے کا فیصلہ ہوا تھا۔

"میں جو کچھ جانتا تھا تمہیں بتا دیا۔ میں نے تمہیں سچ سچ بتا دیا ہے اب تمہاری مرضی جو جی چاہے کرتے پھرو۔"

اندر جیت نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

''را'' کی بھیانک سازش

سی ایس آئی ایس کے ایجنٹ جو ٹورنٹو اور وینکور میں سرگرم عمل تھے ان کی حالت میدان جنگ میں کسی بھی حملے کے منتظر سپاہیوں جیسی ہوگئی تھی۔ 23 جون 85ء کو اتوار کا دن تھا لیکن ان لوگوں کی چھٹیاں منسوخ کر کے انہیں ہنگامی حالت میں رکھا گیا تھا۔ حالانکہ دربار صاحب پر حملے کی سالگرہ کا دن بخیر و عافیت گزر جانے کے بعد وہ خود کو خاصا ہلکا پھلکا محسوس کر رہے تھے۔

اتوار کا وہ ناقابل فراموش دن سی ایس آئی ایس کے ایجنٹس پٹ اولسن اور فریڈ گسبن کی یادداشت میں اب تک گزرے ہوئے کل کی طرح موجود ہے ان کا کہنا ہے۔

سی ایس آئی ایس کے دفتر میں اس روز کوئی خاص ہنگامہ آرائی دیکھنے میں نہیں آرہی تھی کیونکہ آپریشن بلیو سٹار کی سالگرہ بخیر و عافیت گزرنے پر ہم خاصے مطمئن تھے ہمارے اذہان پر ایک عجیب سا دباؤ تھا۔ آپ اسے تناؤ سے بھی تشبیہ دے سکتے ہیں دن پر دن گزرتا جا رہا تھا لیکن ابھی تک کوئی خاص سرگرمی سکھوں کی طرف سے ہمارے نوٹس میں نہیں آرہی تھی۔

کیا سی ایس آئی ایس والوں نے یہ سمجھ لیا کہ اب سب اچھا ہے؟

کیا مختلف ذرائع سے حاصل ہونے والی اطلاعات کو درخور اعتنا ہی نہیں سمجھا گیا؟ کیا کوئی اطلاع ان تک پہنچ نہیں سکی یا پھر ان لوگوں نے ایسی اطلاعات اور بھارتی حکومت کی طرف سے مسلسل یاد دہانیوں کا نوٹس نہیں لیا۔

اس ضمن میں سی ایس آئی ایس نے اپنے آپریشن کی وضاحت کی ہے۔

''ہمیں جو اطلاعات ملیں وہ سب کمپیوٹر کو منتقل کی گئیں'' اولسن بتاتا ہے۔

''اتوار کے روز ہمارے علم میں یہ بات آچکی تھی کہ ائر انڈیا کے جہاز کو واقعی تباہی کا خطرہ لاحق ہے اور عین ممکن ہے کہ اسے دھماکے سے تباہ کر دیا جائے ہم سرگرم عمل تھے۔ ہم نے حالات پر نظر رکھی۔''

اس کے باوجود آخر سی ایس آئی ایس نے بھارتی حکومت کی اطلاعات کو نظر انداز کیسے کیا؟ اور یہ حادثہ کیسے گزرا؟

اولسن کہتا ہے۔

''ہمیں بھارتی حکومت کی طرف سے گزشتہ لمبے عرصے سے بے بنیاد اور من گھڑت اطلاعات مل رہی تھیں ان کے تمام اندازے اور رپورٹیں غلط ثابت ہو رہی تھیں، ممکن ہے ہمارے ایجنٹوں کے لاشعور میں یہ بات رہی ہو اور انہوں نے اس معاملے کو بھی زیادہ سیریس نہیں لیا''

درحقیقت اس معاملے پر سی آئی ایس اور آرسی ایم پی میں معاصرانہ چشمک اتنی زیادہ بڑھ گئی تھی کہ اس نے ایک طرح مخالفت کا روپ دھار لیا۔ دونوں ایک دوسرے کی تفتیش سے نامطمئن تھے اور دونوں پرمار اور اندر جیت کی دم سے چپٹے رہے۔ اب یہ احساس محسوس کرتی ہیں کہ دراصل پرمار اور اندر جیت نے انہیں مصروف اور الجھائے رکھنے کے لئے ہی یہ سارا کھڑاگ پھیلایا تھا بات کچھ بھی رہی ہو لیکن اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ دونوں ایجنسیوں کی معاصرانہ چشمک اور ایک دوسرے کے ساتھ پیشہ ورانہ مخالفت کی وجہ سے وہ اس قابل نہ رہے کہ مل کر کوئی بہتر لائحہ عمل اختیار کرتے اور کامیاب رہتے۔

یہ دونوں ایجنسیوں کی آپس کی مخالفت ہی تھی جس نے انہیں اس قابل ہی نہ رہنے دیا کہ وہ ملزمان کے خلاف مکمل ثبوت حاصل کر کے انہیں عدالت کے سامنے پیش کر سکتے۔ آرسی ایم پی کی ایک ٹیم پرمار اور ببر خالصہ کے خلاف کیس کی تیاری کی ذمہ دار ہے۔ ان لوگوں کے پاس دو دلیلیں ایسی تھیں جن کی بنیاد پر وہ کیس تیار کر رہے تھے ایک تو یہ کہ پرمار اور اندر جیت نے مل کر جنگلی علاقے میں دھماکہ کیا اور دوسرا یہ ثبوت کہ اندر جیت نے ڈائنامائیٹ کی چھڑیاں اور سٹیریو ٹیونر خریدا اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا گیا کہ ٹوکیو ائر پورٹ پر ہونے والے دھماکے کی ذمہ داری اندر جیت پر ڈالی جا سکتی ہے۔ اس کے باوجود پھر دونوں ایجنسیوں نے اکٹھے ہو کر تفتیش کرنی شروع کی وہ عدالت کے سامنے ایسے شواہد پیش کرنے سے قاصر رہے جس کی بنا پر دونوں کو مجرم ٹھہرایا جا سکتا۔

آرسی ایم پی پر زبردست سیاسی دباؤ تھا کہ وہ جلد از جلد اس کیس کو ختم کرے دہلی کی طرف سے آئے روز احتجاجی مراسلوں کی بھرمار نے ان کا ناطقہ بند کر رکھا تھا خصوصاً جہاز کی تباہی کے بعد سے بھارتی بضد تھے کہ اس ضمن میں ہونے والی انکوائری سے انہیں باخبر رکھا جائے۔ اب صورت حال ایسی

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

ہو گئی تھی کہ بھارت کی فرمائشوں پر کینیڈین ،وزارت خارجہ قانونی راہنمائی کے لئے مرکزی سولیسٹر جنرل کی طرف دیکھتی تھی اور سولیسٹر جنرل آر سی ایم پی کے کمشنر کی جان کو آیا رہتا تھا۔

پٹ اولسن اور فریڈ گبسن کو آج بھی وہ بحرانی دور یاد ہے اب مرکزی سولیسٹر جنرل کے آفس کی طرف سے آر سی ایم پی کمشنر رابرٹ سائمونڈ پر دباؤ بڑھتا جا رہا تھا ہر نئے حکم کے ساتھ اس پر فوراً اور سختی سے عمل درآمد کی ہدایت کی جاتی تھی۔ آر سی ایم پی کے ایجنٹوں کو بتایا جا رہا تھا کہ بھارت کی طرف سے کینیڈین وزارت خارجہ پر دباؤ ڈالا جا رہا ہے کہ کینیڈا حکومت جان بوجھ کر ائر انڈیا کی تباہی میں ملوث سکھوں کو کیفر کردار تک نہیں پہنچا رہی اور اس مسئلے کی آڑ میں کینیڈا کی بدنامی ہو رہی ہے۔

اصل میں یہی وہ دباؤ تھا جس نے آر سی ایم پی کے لوگوں کو اس حد تک جانے پر مجبور کر دیا کہ ثبوت جائیں جہنم میں ملزمان کے وارنٹ جاری کر کے کم از کم بھارتی حکومت کو مطمئن کر دیا جائے۔

ٹاسک فورس نے نومبر 85ء میں کیس تیار کر کے پرمار اور اندر جیت کے خلاف عدالت میں کیس پیش کر دیا جس میں ان پر دھماکہ کرنے کے الزامات لگائے گئے تھے جب دنیا میں ٹیلی ویژن کی سکرینوں پر عوام الناس نے دونوں ببر خالصہ کے ممبران کو ڈنکن کی برفیلی سڑکوں پر عدالت میں پیش ہوتے دیکھا تو یہی سمجھا جانے لگا کہ ائر انڈیا کی تباہی والا معمہ حل ہو گیا لیکن یہ سچائی نہیں تھی۔

اس کا اقرار برٹش کولمبیا کے پراسیکیوٹر نے عدالت عالیہ میں کیا۔ اس نے اقرار کیا کہ پرمار اور اندر جیت پر لگائے گئے الزامات کی تصدیق نہ تو دوران تفتیش ہو سکی ہے اور نہ ہی اس بات کا کوئی ثبوت عدالت کے سامنے پیش کیا جا سکا کہ یہ دونوں سکھ ائر انڈیا اور ناریٹا ائر پورٹ میں دھماکے والے واقعات میں ملوث ہیں۔

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ آر سی ایم پی کو اس مقصد میں مکمل ناکامی ہو گئی تھی اور ایک اندازے کے مطابق اس آپریشن پر کینیڈا حکومت کا 60 ملین ڈالر خرچ اٹھ گیا۔ کہا جاتا ہے کہ سی ایس آئی ایس نے اس گرفتاری کی زبردست مخالفت کی تھی وہ لوگ ان دونوں کو نامکمل ثبوت اور محض بھارتی حکومت کی خوشنودی کرنے کیلئے گرفتار کر کے عدالت میں پیش کرنے کے مخالف تھے۔

اس طرح ان کے خیال میں نہ صرف یہ کہ کیس کمزور ہو جاتا بلکہ اس کے بعد پھر مزید شواہد کا حصول بھی دشوار ہوتا۔ سی ایس آئی ایس کو یقین تھا کہ ان حادثات کے پیچھے بڑی گہری پلاننگ موجود ہے۔ جس کے ڈانڈے بہت دور کہیں جا کر ملیں گے۔ صرف یہ دونوں آدمی اتنا بڑا مجرمانہ فعل انجام نہیں

دے سکتے تھے۔

سی ایس آئی ایس کے لوگ دراصل اس سازش کو جڑوں سے اکھاڑ پھینکنا چاہتے تھے اور انہیں آر سی ایم پی کے رویئے سے بہت مایوسی ہوئی۔ جو صرف جنگلی علاقے میں کئے جانے والے ایک معمولی دھماکے کو بنیاد بنا کر ملزموں پر ہاتھ ڈال رہی تھی۔ جس وقت آر سی ایم پی کے لوگ بڑے جوش و خروش سے اس مقدمے کو عدالت میں پیش کرنے کی تیاریاں کر کے اپنی دانست میں کھیل ختم کر چکے تھے۔ ان لمحات میں سی ایس آئی ایس نے کھیل کا آغاز کیا تھا وہ اس معمولی واقعے سے بہت آگے سوچ رہے تھے اور ان کی طرف سے مشترکہ ٹاسک فورس جو اسی سلسلے میں بنائی گئی تھی کی رپورٹ بھی پیش کی گئی لیکن کوئی ان کی باتوں پر کان دھرنے کو ہی تیار نہیں تھا۔

آر سی ایم پی نے ان امیدوں پر ابتدا ہی میں اوس ڈال دی تھی۔ سی ایس آئی ایس کے ایجنٹوں نے بڑی محنت اور عرق ریزی کے بعد بہرحال یہ اہم سراغ پا لیا تھا کہ جہاز کی تباہی میں بھارتی انٹیلی جنس ملوث ہے اور بھارتی انٹیلی جنس نے بڑی ہوشیاری سے اس کھیل میں اپنا رول ادا کیا ہے۔ جب انہوں نے اس لائن پر سوچنا اور کام کرنا شروع کیا تو ایسے اہم ثبوت سامنے آتے چلے گئے جن سے ان کے شک کو تقویت ملنے لگی۔

بھارتی انٹیلی جنس کے خلاف سی ایس آئی ایس کا کیس حالات کی پیداوار تھا۔ سی ایس آئی ایس کی ہائی کمان نے یہ باور کر لیا تھا کہ بھارتی انٹیلی جنس اس گھناؤنے کھیل میں ملوث ہے اور اپنے ڈائریکٹر ٹیڈ فن کو اس بات پر رضامند کر رہے تھے کہ خواہ کینیڈین وزارت خارجہ کی ناراضگی ہی کیوں نہ مول لینی پڑے انہیں اس مرحلے پر روکا نہ جائے اور حقائق کو سامنے لانے میں ان کی کوشش سبوتاژ نہیں ہونی چاہئیں۔

یہ خطرہ اپنی جگہ موجود تھا کہ اگر اس ایشو کو اچھالا گیا تو بھارت اور کینیڈا کے درمیان پہلے سے موجود تناؤ حکومتی سطح پر اتنا زیادہ بڑھ جائے گا کہ دونوں ممالک کے آپس میں تعلقات متاثر ہونے کا خطرہ پیدا ہو جائے گا۔

نومبر 85ء میں جب آر سی ایم پی کے لوگ گرفتاری اور تفتیش میں سرگرم تھے۔ وینکور میں سی ایس آئی ایس کے افسران نے کینیڈا میں سکھوں کی ہنگامہ آرائی کے ضمن میں محکمانہ بحث کا آغاز کر رکھا تھا

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

اور وہ لوگ ان سکھوں کی فہرستیں زیر بحث لا رہے تھے جو یہاں ہنگامہ آرائی کے ذمہ دار تھے۔

سکھوں کی ہنگامہ آرائی کے پس پردہ عوامل کی جو لسٹ انہوں نے تیار کی تھی اسی میں سرفہرست جی او آئی یعنی گورنمنٹ آف انڈیا کا نام تھا جس کے سامنے بریکٹ میں سیکرٹ سروسز بیورو سی بی آئی "را" اور "تھرڈ ایجنسی" کے نام شامل تھے۔ اور جی او آئی کے نیچے ان سکھوں کے نام کی فہرست تھی جو بھارتی حکومت کے تنخواہ دار ایجنٹ تھے اور یہاں کینیڈا میں بھارتی انٹیلی جنس کی مذموم کارروائیوں کو بڑھاوا دے رہے تھے۔ ان میں وہ تنخواہ دار ایجنٹ بھی شامل تھے جو بظاہر خالصتانی سکھ تھے لیکن اندرون خانہ وہ بھارتی انٹیلی جنس کی ملازمت کر رہے تھے اور ان کا مشن سکھوں میں بے چینی پیدا کر کے انہیں تشدد آمیز کارروائیوں پر ابھارنا تھا۔

اس کے ساتھ ببر خالصہ کے سپورٹر کی لسٹ منسلک تھی جن میں سے بیشتر پر دونوں دھماکوں میں ملوث ہونے کا شک کیا جا رہا تھا۔ سی ایس آئی ایس والوں کی آبزرویشن یہ تھی کہ آر سی ایم پی کی تفتیش کا معیار بہت سطحی تھا اور وہ محض دو سکھوں کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑے رہے جبکہ اصل معاملات اور پس پردہ محرکات پر ان کی نظریں نہیں جا سکیں۔

ائر انڈیا کی تباہی پر تحقیقات کے ضمن میں قائم ٹاسک فورس میں فورس کے سی ایس آئی ایس کے ایک آفیسر نے اعلیٰ سطحی محکمانہ میٹنگ میں کہا! "اگر آپ لوگ واقعی یہ چاہتے ہیں کہ جلد از جلد اس سازش کو بے نقاب کر کے ملزمان کو گرفتار کیا جائے تو اپنی ویگنوں کے ساتھ انڈین ہائی کمیشن انڈین قونصلیٹ ٹورنٹو اور وینکور پر دھاوا بول دیجئے اور وہاں موجود تمام لوگوں کو اپنی ویگنوں میں لاد کر لے آیئے۔ ان سے الگ الگ سوال جواب کئے جائیں تو مجھے یقین ہے کہ ملزمان گرفتار ہو جائیں گے۔ اس بات کا بھارتیوں کو بھی علم ہے کہ ہم جانتے ہیں اس تباہی میں بھارتی انٹیلی جنس ملوث ہے۔ اپنے ملوث ہونے کے متعلق تو ظاہر ہے بھارتی کسی شک میں مبتلا نہیں ہیں"۔

سی ایس آئی کی طرف سے جی او آئی کنکشن کی حمایت میں آر سی ایم پی کا ایک سینئر آفیسر بھی تھا۔ وینکور کے اس آر سی ایم پی آفیسر کو جو ٹاسک فورس میں شامل تھا حکم دیا گیا تھا کہ وہ بھارتی حکومت کے اس تباہی میں کردار پر تفتیش کرے۔ اس آفیسر نے ایسے شواہد تلاش کر لئے تھے جو اس تباہی کے پس پردہ کچھ اور ہی کہانی سنا رہے تھے۔ ابھی اس کا کام جاری تھا کہ آر سی ایم پی نے نومبر آپریشن کا ڈول ڈال کر سارا کھیل بگاڑ دیا۔

اس درمیان سی ایس آئی ایس کے ایجنٹوں نے اپنی سر توڑ کوششیں جاری رکھیں اور اس بات کا ثبوت حاصل کر لیا کہ ائر انڈیا کے جہاز کی تباہی اور نارتیا ائر پورٹ کے دھماکے میں بھارتی انٹیلی جنس

ملوث ہے۔ اس سلسلے میں پہلی مرتبہ اخبار کی ایک خبر کے ذریعے سی ایس آئی ایس کے ایک آفیسر کی طرف سے بیان سامنے آیا جب بقول پٹ اولسن ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔

ہوا یوں کہ کینیڈا کے موقر روزنامہ "گلوب اینڈ میل" نے ائر انڈیا کے اس حادثے کے اگلے ہی روز فرنٹ پیج پر سٹوری شائع کی جس کی سرخی تھی۔

کینیڈین پولیس کو ائر انڈیا کے جہاز کی تباہی اور ناریٹا ائر پورٹ پر دھماکے کے سلسلے میں دو پراسرار آدمیوں کی تلاش ہے میں انکشاف ہوا کہ اخبار کو یہ خبر ٹورنٹو میں بھارتی قونصل جنرل سریندر ملک کے ذریعے ملی تھی۔

سریندر ملک جو متعلقہ رپورٹر کا دوست تھا نے گلوب اینڈ میل کے رپورٹر کو فون پر اطلاع دی کہ ایف بی آئی امریکہ کو مسز اندرا گاندھی کے دورہ امریکہ کے دوران قتل کرنے کی سازش میں ملوث جن دو سکھوں امند سنگھ اور ایل سنگھ کی تلاش ہے یہی دونوں اس دھماکے کے سلسلے میں بھی مطلوب ہیں اگر سی پی ائر کمپیوٹر کا ریکارڈ چیک کیا جائے تو ثابت ہو جائے گا کہ جو کچھ وہ کہہ رہا ہے وہ سچ ہے اور سریندر ملک کوئی بڑ نہیں ہانک رہا۔

سی ایس آئی ایس کے ایک تجزیہ نگار نے جس کے ذمے گلوب اینڈ میل کی اس خبر کا تجزیہ کرنے اور اور حقائق کا پتہ چلانے کی ڈیوٹی لگائی گئی تھی۔ جب صورت حال کا جائزہ لینا شروع کیا تو بعض انکشافات نے تو اسے گڑبڑا کر ہی رکھ دیا، اس کے ذہن میں خبر کی تحقیق کے بعد جو سوالات پیدا ہوئے وہ کچھ یوں تھے۔

اخبار کو یہ خبر حادثے کے 16 گھنٹے بعد بھارتی قونصل جنرل نے دی تھی جب کہ کینیڈین پولیس جس نے سی پی ائر لائن کے کمپیوٹر ریکارڈ چیک کئے تھے اس کو بھی پسنجر لسٹ سے یہ خبر اس کے بعد ملی تھی کہ مسافروں میں ایل سنگھ کا نام شامل ہے۔

ایجنٹ کے ذہن میں قدرتی طور پر یہ سوال پیدا ہوا کہ آخر کینیڈین پولیس سے بھی پہلے قونصل جنرل سریندر ملک کو کیسے اس بات کا علم ہو گیا کہ ایل سنگھ پولیس کو مطلوب ہو گا؟

اگر اس نے ائر انڈیا کے کمپیوٹر سے یہ نام حاصل کیا ہے کیونکہ دونوں ائر لائنوں کے مشترکہ مسافروں کے کمپیوٹر ریکارڈ انٹر لنک تھے تب بھی اس نے ایل سنگھ کا نام ہی کیوں لیا؟ جبکہ ائر انڈیا کی لسٹ

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

میں اس کے علاوہ اور بھی بہت سے سنگھ شامل تھے جنہوں نے سی پی ائر کی اس فلائٹ سے ائر انڈیا کی تباہ ہونے والی فلائٹ پر سفر کرنا تھا۔ اس آفیسر کی ڈیوٹی لگائی گئی کہ وہ اس بات کا پتہ لگائے آخر سریندر ملک دونوں دھماکوں سے متعلق پولیس سے بھی زیادہ معلومات کیسے رکھتا ہے؟

مضمون نگار نے دعوی کیا تھا کہ اسکی معلومات کا ذریعہ بھارتی انٹیلی جنس نیٹ ورک ہے جس نے بم دھماکے کے سلسلے میں اختیار کردہ طریق کار کو بنیاد بنا کر تحقیق کی اور فوراً اس بات کا اندازہ لگالیا کہ اس کے پس پردہ کس کا ہاتھ ہے؟

سریندر ملک کا کہنا تھا کہ جب ایک مشتبہ نے جاپان کے لئے بکنگ کروائی۔ تو دوسرے نے ٹورنٹو سے براہ راست بمبئے کے لئے بکنگ کروائی۔ اس نے دعوی کیا کہ دونوں نے اپنا سامان جہازوں میں منتقل کیا لیکن وہ خود جہاز میں سوار نہیں ہوئے۔ اس طرح سریندر ملک نے دوہری تباہی کے منصوبے کا انکشاف کیا تھا اور جو نتیجہ اس نے محض چند گھنٹے میں نکال لیا تھا۔ آر سی ایم پی کے لوگوں نے بھی بعینہ یہ نتائج اخذ کئے تھے۔ لیکن کئی دنوں کی مسلسل سرکھپائی اور دن رات کی محنت کا بعد......؟

یہ سوال بار بار ان کے ذہن کو کچوکے دے رہا تھا کہ آخر اس بات کا علم فوراً ہی سریندر ملک کو کیسے ہو گیا؟

سریندر ملک کی طرف سے ''گلوب اینڈ میل'' کو اطلاعات فراہم کرنے کا سلسلہ جاری رہا۔ اس نے جہاز میں بم رکھنے والے سکھ دہشت گردوں کی نشاندہی کا سلسلہ جاری رکھا۔ ائر انڈیا کے جہاز کی تباہی کے چھ دن اس کے حوالے سے ایک اور خبر ''گلوب اینڈ میل'' میں اس سرخی کے ساتھ شائع ہوئی۔

''ائر انڈیا کے پائلٹ کی طرف سے پارسل بم کی اطلاع''

اس خبر میں بتایا گیا تھا کہ ائر انڈیا کے جہاز میں سکھوں نے کاک پٹ میں بم پہنچا دیا تھا۔ لیکن بروقت انکشاف سے مصیبت ٹل گئی۔ اس سلسلے میں گو کہ اس نے کسی کا نام نہیں لیا لیکن اس کا اشارہ ''اتہاس'' نامی رسالے کے ایڈیٹر جگدیو نجر کے بھائی بلبیر سنگھ نجر کی طرف تھا۔ جو ڈاکٹر جگجیت چوہان کی نام نہاد حکومت کا ایک متحرک عہدیدار تھا۔ اس خبر میں دعوی کیا گیا کہ نجر نے جہاز کے ''کو پائلٹ'' کے ذریعے جو ایک سکھ تھا۔ جہاز کے کاک پٹ میں بم پہنچایا تھا۔ یہ ایک خودکشی مشن تھا اور اس سکھ پائلٹ نے بھی جہاز کے ساتھ ہی تباہ ہو جانا تھا۔

آر سی ایم پی نے خبر کے مندرجات کے مطابق تفتیش کی اور وہ لوگ اس نتیجے پر پہنچے کہ یہ بھی بھارتی سفارت خانے کی طرف سے معمول کا ایک جھوٹ تھا جس کا مقصد ہمیشہ کی طرح تحقیقات کو غلط رخ پر موڑنا تھا۔

بات صرف اتنی تھی کہ نجر اور جہاز کے کو پائلٹ ایس ایس بھنڈر نے فلائٹ والی رات سے ایک دن پہلے ٹورنٹو کے رائل پارک ہوٹل میں اکٹھے ڈنر کیا تھا۔ اسی ہوٹل میں ائر انڈیا کے کریو قیام پذیر تھے۔ دونوں سکھ اپنے بھارت میں موجود ایک مشترکہ دوست کے ذریعے ایک دوسرے سے متعارف ہوئے تھے۔ اور ان کی یہ ملاقات بھی اسی دوستی کے حوالے سے تھی۔ اس درمیان کوئی ''ڈیل'' ان کے درمیان طے نہیں پائی۔

تباہ شدہ جہاز سے جو ''بلیک باکس'' ملا اس میں ریکارڈ شدہ گفتگو سے ایسا کوئی ثبوت نہیں ملتا کہ جہاز کے کاک پٹ میں کوئی بم نصب کیا گیا تھا۔

سریندر ملک کی طرف سے ایسی ''ڈس انفارمیشن'' ہی کوئی ایک ایسا معاملہ نہیں تھا جو سی ایس آئی ایس کے افسران کو اپنی طرف متوجہ کرتا۔ بہت سے شواہد کے علاوہ ایک اہم بات یہ بھی تھی کہ تباہ ہونے والے جہاز سے بھارتی سفارت خانے کے پسندیدہ بہت سے لوگوں نے بھارت جانا تھا لیکن عین وقت پر انہوں نے اپنی نشستیں منسوخ کروالیں۔

کیا اس کا سیدھا مطلب یہ نہیں کہ ان لوگوں کو آنے والے حادثے کا علم ہو گیا تھا؟

اس سلسلے میں سب سے پہلے جو شخص مشتبہ ٹھہرتا تھا وہ سریندر ملک خود تھا۔ جس کی بیوی اور بچوں نے بھی فلائٹ 182 کے ذریعے سفر کرنا تھا لیکن فلائٹ کی روانگی سے چند گھنٹے پہلے اس نے نشستیں منسوخ کروادیں۔ بعد میں جب اس سے گھریلو سیٹوں کی منسوخی کے متعلق سوال پوچھا گیا تو اس نے اپنی صفائی میں کہا کہ عین موقع پر اس کی بیٹی نے بتایا کہ اس کے سکول کے کچھ امتحانات ابھی باقی ہیں جن کے بغیر اس کی تعلیمی کارکردگی متاثر ہونے کا خطرہ ہے۔ اسی لئے اس نے عین موقع پر اپنے خاندان کی روانگی کا پروگرام بدل دیا۔

ایک اور دلچسپ کیس بھارتی بیوروکریٹ سدھارتھ سنگھ کا بھی تھا۔ جس کی سیٹ فلائٹ سے تقریباً ایک گھنٹہ پہلے منسوخ کی گئی۔ یہ بیوروکریٹ راجیو گاندھی کے ساتھ امریکہ کا دورہ کرنے والے

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

وفد میں شامل تھا اور اپنی مصروفیات کی وجہ سے اس نے بھی اپنی واپسی سیٹ اسی فلائٹ میں رکھی تھی۔

اس نے ایک ذیلی دورہ کینیڈا کا بھی کیا تھا۔ سدھارتھ نارتھ امریکن معاملات کے ڈیسک کا دہلی میں انچارج تھا اور سریندر ملک کے ساتھ اس کی گہری چھنتی تھی۔ اس کے کینیڈا کے دورے کا مقصد ہی اوٹاوہ میں مرکزی حکومت کے وزارت خارجہ کے افسروں سے ملاقات کرنا تھا۔

یہ دورہ حادثے والے دن سے ایک ہفتہ پہلے کیا گیا تھا۔ سدھارتھ اس دوران میاں سریندر ملک کا مہمان رہا پھر اس نے فلائٹ 182 سے واپسی کا پروگرام بنایا لیکن عین آخری لمحات میں اس نے اپنی سیٹ کینسل کروادی اس کی وجہ بظاہر یہی بتائی گئی کہ اسے اچانک سرکاری کام سے برسلز جانا پڑا جس کے لئے دوسرا روٹ اختیار کرنا ناگزیر تھا۔ فلائٹ 182 سے ایک اور آخری لمحات پر منسوخ ہونے والی سیٹ ٹورنٹو کے ایک بھارتی نژاد کار ڈیلر کی تھی جو ملک کا خاص دوست تھا۔

آر سی ایم پی کی اطلاعات کے مطابق ایک اور منسوخ ہونے والی اہم سیٹ ونڈسر اونٹاریو میں دل خالصہ کے مقامی صدر کی سالی کی تھی۔ یاد رہے کہ دل خالصہ پنجاب میں اکالی دل کے مقابلے میں قائم ہونے والی سیاسی تنظیم ہے۔ جس کے متعلق یہ باور کیا جاتا تھا کہ اسے کانگریس نواز حلقوں کی آشیر باد حاصل ہے اور دل خالصہ کا قیام گیانی ذیل سنگھ صدر بھارت کی پشت پناہی سے عمل میں آیا۔ بظاہر تو یہ تنظیم پنجاب میں مسز اندرا گاندھی کی حمایت میں قائم کی گئی تھی لیکن اس تنظیم کے انتہا پسند گروپ نے بعد میں شدت سے خالصتان کا نعرہ بلند کیا اور بھارتی ائر لائن کا طیارہ اغوا کر کے پاکستان کے شہر لاہور میں اتار دیا۔

خالصتان یا بھارت سے وفاداری کے مسئلے پر دل خالصہ دو گروپوں میں بٹ گئی بھارت میں اس تنظیم کو غیر قانونی قرار دے دیا اور سے منسلکہ ارکان پر بغاوت کے مقدمات قائم ہو گئے۔ غیر ممالک میں تنظیم انتشار کا شکار ہو گئی اور اس کا کینیڈین ونگ الگ ہو گیا جس نے اپنا ہیڈ کوارٹر ٹرونڈسر میں قائم کر لیا۔

ببر خالصہ کے مقامی سربراہ تلوندر سنگھ پرمار نے حادثے کے کچھ عرصہ بعد ونڈسر کا دورہ کیا اور یہاں کے مقامی گوردوارے میں سکھوں سے خطاب کیا۔ 3 اگست کو ہونے والی میٹنگ دل خالصہ کے صدر نے منعقد کی تھی۔

اس میٹنگ کے خاتمے کے فوراً ہی بعد سریندر ملک کی طرف سے گلوب اینڈ میل میں ایک اور کہانی اس حوالے سے شائع ہو گئی۔ جس میں اس نے کینیڈین انٹیلی جنس کی بے خبری کا مذاق اڑایا اور ایک واقعہ اپنی طرف سے گھڑ کر اخبارات میں شائع کروادیا۔ اس خبر کی اشاعت کے بعد سی ایس آئی

ایس کے لوگ یہ سوچنے پر مجبور ہو گئے کہ انہیں اپنے بھارتی حلیفوں کے ساتھ تعلقات پر نظر ثانی کرنی پڑے گی۔ اس کے سوا اب اور کوئی چارہ باقی نہیں رہا تھا۔

ملک نے اپنے ''ڈس انفارمیشن'' سیل کے ذریعے اس میٹنگ کے حوالے سے ایسی خبر اخبارات تک پہنچائی جس سے کینیڈین انٹیلی جنس کے لوگ تلملا کر رہ گئے۔ اس نے ''ونڈسر'' میں ہونے والے اس اجتماع کے ساتھ ساتھ ''مسس ایوگا'' میں ایک اور گٹھ جوڑ بھی تلاش کر لیا۔ اس نے دعویٰ کیا کہ ٹورنٹو کے دو خالصتان نواز اور خطرناک سکھوں میں سے ایک نے تلوندر سنگھ پرمار کی معیت میں ''مسس ایوگا'' میں ایک مسلم انتہا پسند گروپ سے رابطہ قائم کیا ہے۔

سریندر ملک نے دعویٰ کیا کہ اس انتہا پسند مسلم گروپ سے ان کی ملاقات کا مقصد پاکستان اور افغانستان میں موجود مسلم پسند گروپوں کی خالصتان کے لئے حمایت کا حصول تھا کیونکہ بھارتی حکومت اس بات پر مصر ہے کہ مشرقی پنجاب میں سرگرم عمل گوریلوں کو اسلحہ افغان مجاہدین سے خرید کر فراہم کیا جاتا ہے اور سکھوں اور افغان مجاہدین کے درمیان رابطہ پاکستان کے انتہا پسند مسلم گروپوں کے ذریعے برقرار ہے۔

یہ ایک بے بنیاد اور بیہودہ کہانی تھی۔ جس کے ''ذرائع'' بیان کرنے سے سریندر ملک نے انکار کر دیا۔ حالانکہ اس نے یہ ساری کہانی لاروش کے ایگزیکٹو انٹیلی جنس ریویو میں چھپے ایک مضمون سے بنائی تھی۔

را نے بڑی بھیانک سازش کی تھی اور بھارتی حکومت اس گندے کھیل میں مسلمانوں کو ملوث کر کے ایک تیر سے دو شکار کرنا چاہتی تھی۔

ونڈسر کی اس نام نہاد میٹنگ کے متعلق سریندر ملک اور دور کی کوڑی لایا اور اس نے اخبارات کو بتایا کہ اس میٹنگ میں تلوندر سنگھ پرمار نے بتایا ہے کہ اس نے پانچ رضا کار خودکشی مشن پر بھارت روانہ کر دیئے ہیں۔ یہ لوگ جوار داس کرنے کے بعد مرنے کا مشن لے کر بھارت جا چکے ہیں 15 اگست کو بھارتی وزیراعظم راجیو گاندھی کو مار ڈالیں گے۔

15 اگست بھارت میں یوم آزادی منایا جاتا ہے۔ اس روز روایتی طور پر بھارت کا وزیراعظم دہلی کے تاریخی لال قلعے سے ایک بڑے جلسے کو جس میں عمائدین سلطنت اور معززین شہر موجود ہوتے

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

ہیں خطاب کرتا ہے۔اس مرتبہ وزیر اعظم راجیو گاندھی نے بھی ایک بڑے جلسہ عام سے خطاب کرنا تھا اور سریندر ملک کے مطابق تلوندر سنگھ پرمار کے گوریلوں نے راجیو گاندھی کو اس موقعے پر قتل کرنا تھا۔

سریندر ملک نے ''گلوب اینڈ میل'' میں اپنے رپورٹر دوست کو اس کہانی کی اشاعت پر مجبور کرتے ہوئے کہا کہ اس خبر کی اشاعت سے ببر خالصہ کے لیڈر پر کینیڈین سیکورٹی کی گرفت اور مضبوط ہو جائے گی اور اسے تباہی کے دونوں واقعات میں تلوندر سنگھ پرمار پر مقدمہ چلانے میں آسانی رہے گی۔ اخبار میں اپنے اس بیان میں سریندر ملک نے کینیڈا کے عدالتی نظام کو بھی زبردست تنقید کا نشانہ بنایا جو تلوندر سنگھ کو مجرم ثابت نہیں کرسکا تھا اس نے شکایت کے لہجے میں کہا۔

''بھارت میں ہمارے لئے مجرم کا صرف اقرار کرلینا ہی کافی ہے لیکن تم لوگ ہیومن رائٹس اور عدالتی چکروں میں پڑے رہتے ہو''۔

گلوب کے رپورٹر نے پٹ اولسن سے ونڈسر والی میٹنگ کی کہانی بیان کردی اسے حالات کی زیادہ بہتر خبر تھی کیونکہ جہاز کی تباہی کے بعد سے سی ایس آئی نے پرمار پر زبردست نگرانی رکھی ہوئی تھی۔ اس کے گھر بزنس اور آفس کے تمام ٹیلیفون بک تھے اور ہر وقت سیکورٹی کے مستعد ایجنٹ سائے کی طرح اس سے چمٹے رہتے تھے۔سی ایس آئی ایس والوں نے ونڈسر کے اس گوردوارے میں پرمار نے اجلاس سے خطاب کرنا تھا پہلے ہی بے حد حساس آلات نصب کردیئے تھے اور وہاں پر ہونے والی تمام گفتگو کی ریکارڈنگ کررہے تھے۔اس بات کا علم تو انہیں بھی تھا کہ پرمار نے یہاں کسی قتل کے منصوبے کا ذکر کیا ہے لیکن جس طرح اس بات کو مرچ مصالحہ لگا کر سریندر ملک نے اخبارات تک پہنچایا تھا اس کا علم تو ان لوگوں کو بھی نہیں تھا نہ ہی صورت حالات اتنی زیادہ سنگین تھی۔

بھارتی قونصل جنرل ملاقات کی غلط اور خطرناک تصویر کشی کرکے ایک ہی وقت میں سکھوں اور کینیڈا کی حکومت کے خلاف عالمی سطح پر کیچڑ اچھال رہا تھا۔سیکورٹی والے جانتے تھے کہ یہ سارا کھڑاک پرمار نے ببر خالصہ کے لئے فنڈز حاصل کرنے کو پھیلایا ہے وہ اس طرح سکھوں سے فنڈز بٹورنا چاہتا تھا۔ورنہ اس بات میں کوئی صداقت نہیں تھی۔

گلوب اینڈ میل نے سی ایس آئی ایس سے حقائق معلوم کرکے ملک کو کورا جواب دے دیا کہ وہ اس خبر کی اشاعت سے قاصر ہیں۔سی ایس آئی ایس کو ونڈر گوردوارے میں پرمار کی تمام کارروائیوں

کی مکمل اطلاع تھی۔وہ جانتے تھے کہ یہاں سے پرمار نے راجیو گاندھی کے قتل کا افسانہ بنا کر ڈالروں سے جھولیاں بھری ہیں وہ یہ بھی جانتے تھے کہ سارے کینیڈا میں ایک بھی ایسا سکھ نہیں جو اس خودکشی مشن پر بھارت گیا ہو نہ ہی آئندہ جائے گا۔

سی ایس آئی کو بڑی شدت سے ''گلوب اینڈ میل'' کے اس 'ذریعے' کی تلاش تھی جس نے انہیں ونڈسر گوردوارے کی میٹنگ کی اطلاع دی تھی ابھی تک اخبار والوں نے ایجنسی کو یہ نہیں بتایا تھا کہ یہ خبر انہیں سریندر ملک کے ذریعے ملی ہے انہوں نے اپنا ''سورس'' خفیہ رکھا تھا صرف یہ بتادیا تھا کہ انہیں یہ خبر بھارتی قونصلیٹ سے ملی ہے۔ابھی تک انہوں نے کسی کا نام نہیں لیا تھا۔سی ایس آئی ایس کے افسران خبریں باہر کیوں پہنچائی ہیں جبکہ بھارتی حکومت کی طرف سے کینیڈین حکومت کو جو بھی اطلاع پہنچائی جاتی تھی اسی کے ساتھ یہ درخواست بھی شامل ہوتی کہ اس خبر کو خفیہ رکھا جائے یہ تو سراسر ان کا اعتماد مجروح کرنے والی بات تھی۔

اس مرحلے پر سی ایس آئی نے ایک اہم اور دلیرانہ فیصلہ کیا۔یہ فیصلہ تھا بھارتیوں سے تعاون نہ کرنے کا۔

ایجنسی کو اس بات کا تلخ تجربہ ہوا تھا کہ وہ تعاون کے جذبے سے دونوں ممالک کے درمیان موجود معاہدے کے تحت بھارتی وزارت خارجہ کو جو اطلاعات فراہم کرتے تھے۔انہیں پھر بھارتی انٹیلی جنس ''ڈس انفارمیشن'' کے لئے استعمال کرنے لگی تھی اور آج تک ایجنسی نے اس معاہدے کا یک طرفہ احترام ہی کیا تھا۔

اب اپنے تلخ تجربات اور پے در پے بھارتی انٹیلی جنس کی شرارتوں کے بعد ایجنسی نے مصمم ارادہ کرلیا تھا کہ وہ آئندہ بھارتیوں کے ساتھ نہ تو کسی میٹنگ میں شرکت کریں گے اور نہ ہی مل کر چلیں گے۔اس سمت میں پہلا اہم قدم یہ اٹھایا گیا کہ سی ایس آئی ایس نے اپنی وزارت خارجہ کو اطلاعات دینا بند کردیں تاکہ یہ اطلاعات پھر بھارتی وزارت خارجہ کو منتقل ہی نہ ہوسکیں۔اس سے پہلے وزارت خارجہ کو جو ''ٹاپ سیکرٹ'' فائلیں جایا کرتی تھیں ان کا سلسلہ بند ہوکر رہ گیا۔

ایجنسی نے طے کیا کہ وہ بھارت کو صرف وہی اطلاعات دے گی جس کا تعلق بھارت میں موجود شہریوں کی جان کو خطرے سے ہو۔جہاں تک ائر انڈیا کی تفتیش کا معاملہ ہے یا کینیڈین سکھوں کا

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

نگرانی کا مسئلہ ہے اسی سلسلے میں بھارتی وزارت خارجہ کو سرخ جھنڈی دکھادی گئی۔

آر سی ایم پی نے یہاں بھی مخالفانہ طرزِ عمل اختیار کیا۔ انہوں نے سی ایس آئی ایس کے برعکس براہ راست بھارتی انٹیلی جنس بیورو اور ''را'' کو اطلاعات فراہم کرنے کا سلسلہ جاری رکھا بلکہ بسا اوقات تو وہ سی ایس آئی ایس کی طرف سے ملنے والی اطلاعات بھی من وعن بھارتی انٹیلی جنس تک پہنچا دیتے۔

اس کشیدہ صورت حال کا قدرتی نتیجہ یہی نکلا کہ اب سی ایس آئی ایس والوں کو بادل نخواستہ ایک اہم فیصلہ اپنے ہی ملک کی دوسری انٹیلی جنس ایجنسی کے متعلق کرنا پڑا کہ انہوں نے ائر انڈیا کی تباہی کے سلسلے میں اپنی تفتیش کو ایجنسی تک ہی محدود کر لیا اور ائر انڈیا اور ناریٹا ائر پورٹ کے دھماکے کی تحقیقات سے آر سی ایم پی کو بھی بے خبر رکھنا شروع کر دیا۔

1988ء اور 1986ء میں سی ایس آئی ایس کے ٹورنٹو اور وینکور کے ریجنل دفاتر نے کینیڈین حکومت کی طرف سے اس معاہدے کا بائیکاٹ کرنے کا فیصلہ کیا کہ کینیڈا اور بھارت مل کر کام کریں گے اور بھارتی انٹیلی جنس ائر انڈیا والے معاملے میں باقاعدہ تفتیش میں حصہ لے گی۔ ایجنسی نے ''را'' کے ایجنٹوں کی کینیڈین انٹیلی جنس کے دفاتر میں تعیناتی کی زبردست مخالفت کی۔

ایجنسی کی طرف سے حکومت کینیڈا سے کہا گیا کہ ''را'' کے کسی بھی ایجنٹ کی ان کے آفس میں موجودگی ان کے لئے ''مدد'' سے زیادہ خطرے کی گھنٹی'' ہے اور وہ یہ خطرہ مول نہیں لے سکتے گین نے کہا۔

''اگر میں کمرے میں بیٹھا پانی پی رہا ہوں اور ''را'' کا ایجنٹ وہاں چہل قدمی کرنا آ گیا تو میں فوراً کمرے سے باہر نکل جاؤں گا۔''

آر سی ایم پی والے ان ریمارکس سے گھبرا گئے۔

بھارتی انٹیلی جنس کے ''ڈس انفارمیشن'' سیل کی طرف سے میڈیا کو پہنچائی جانے والی خبروں اور افواہوں نے سی ایس آئی ایس کو گڑبڑا کر رکھ دیا اور اب وہ لوگ سنجیدگی سے اس مسئلے پر سوچ بچار کرنے لگے کہ اس مصیبت پر کیسے قابو پایا جائے اور اب تک جو نقصان پہنچ چکا ہے اس کا ازالہ کیسے ممکن ہوگا؟ سی ایس آئی ایس کے افسران کی ایک خصوصی ٹیم بنائی گئی۔ جس کے ذمے یہ کام سونپا گیا کہ وہ 1970ء سے ایجنسی اور پولیس میں تیار ہونے والی سکھوں کی تمام فائلوں کا دوبارہ جائزہ لے کر ایک

رپورٹ مرتب کرے کہ حقائق کتنے ہیں اور بھارتی ڈس انفارمیشن کا کمال کتنا ہے؟

نظر ثانی کرنے والوں نے جلد ہی اندازہ لگا لیا کہ ان فائلوں میں زیادہ اطلاعات بھارتی انٹیلی جنس کی فراہم کردہ درج کی گئی ہیں اور انہی اطلاعات کی بنیاد پر کینیڈین انٹیلی جنس نے نتائج اخذ کر کے اپنی پالیسی بنائی ہے۔ اس انکشاف نے تو ان لوگوں کو پگھلا کر ہی رکھ دیا کہ شروع سے اب تک بھارتی انٹیلی جنس کی کوشش یہی دکھائی دیتی تھی کہ کینیڈین حکومت کو سکھوں کے مقابلے میں گمراہ کرے اور ایسی جھوٹی اور بے بنیاد اطلاعات فراہم کرے کہ یہ لوگ سکھوں کو جرائم پیشہ قوم ہی سمجھنے لگیں۔

1982ء میں میٹروٹورنٹو پولیس کانسٹیبل فرنانڈس پر فائرنگ والے کیس کا جب دوبارہ جائزہ لیا گیا تو ان لوگوں کو علم ہوا کہ بھارتیوں نے ان کے ساتھ بڑا خوبصورت دھوکہ کیا تھا اور انہیں خوب بے وقوف بنایا گیا تھا۔

کینیڈین پولیس اور انٹیلی جنس میں بھارتی اثر ونفوذ کینیڈا کی سیکورٹی کی ملکی سلامتی اور اپنی ناک کا مسئلہ بن گیا۔ انہوں نے اب ہر سطح پر بھارتی حکومت کے تعاون سے توبہ کرنے کی ٹھان لی۔

ایسے تمام کیس جو سی ایس آئی ایس والوں نے سکھوں کے سنبھال رکھے تھے خواہ ان کا تعلق دھماکے والے واقعات سے تھا یا پھر کسی دوسرے معاملے سے انہوں نے بھارتی تعاون کو ایک طرف رکھ کر صرف اپنی تفتیش پر انحصار کا فیصلہ کیا۔

کینیڈین پولیس اس نتیجے پر بھی پہنچی کہ کوئی بھی تخریب کاری کا واقعہ ایسا نہیں ہوا جس میں بھارتی انٹیلی جنس کا ہاتھ نہ رہا ہو۔ جو حادثہ فلائٹ نمبر 182 میں پیش آیا تھا بالکل اس سے ملتا جلتا ایک واقعہ بھارت میں بھی ہو چکا تھا۔

2 اگست 84 کو 9 بجکر 50 منٹ پر مدراس (بھارت) کے ائر پورٹ منیجر لائلا سنگھ کو گمنام فون پر اطلاع ملی کہ کسٹم کے انسپکشن ایریا میں دو سوٹ کیس ایسے موجود ہیں جن میں تباہ کن مواد نصب کیا گیا ہے اور ایک گھنٹہ بعد ان سوٹ کیسوں میں نصب بم دھماکے سے پھٹ جائیں گے۔

سنگھ نے فوری طور پر مقامی پولیس، ائر پورٹ سیکورٹی، فائر بریگیڈ اور دوسرے ذمہ دار اداروں کو یہ اطلاع پہنچائی لیکن وہ لوگ اسے ایک گھنٹہ تک بہلاتے رہے حالانکہ اس دوران اگر وہ چاہتے تو دونوں سوٹ کیس تلاش کر سکتے تھے۔

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

10 بجکر 52 منٹ پر بم پھٹ گئے۔

اس دھماکے نے 29 بے گناہوں کی جان لے لی 38 بری طرح مجروح ہوئے اور مقامی پولیس نے اس بم دھماکے کا سلسلہ سری لنکا سے ملا دیا۔ الزام عائد کیا گیا کہ یہ دھماکہ سری لنکا کے دہشت گردوں نے کیا ہے اور اس کے ڈانڈے سنہالی اور تامل گوریلوں کی آپس کی لڑائی سے ملا دیئے۔

پولیس نے ایک ایسے منصوبے کا انکشاف کر دیا جس کے مطابق تامل علیحدگی پسندوں نے دو سوٹ کیسوں میں بم نصب کر کے مدراس سے سری لنکا کے دارالحکومت کولمبو جانے والے ایک جہاز میں پہنچا دیئے تھے۔ مدراس میں سامان لوڈ کرتے وقت اس پر ائر لنکا کے سٹکر لگا دیئے گئے تھے اور ان دونوں سوٹ کیسوں کو کولمبو ائرپورٹ سے پھر ائر لنکا کے دو جہازوں میں منتقل کرنا تھا جو لندن اور پیرس جانے تھے۔ منصوبہ یہ تھا کہ دونوں ڈائنامیٹ ان پروازوں میں پھٹیں گے۔

یہ دونوں ٹائم بم تھے اور تباہی کے لئے ان پر مقررہ وقت بھی فکس کیا گیا تھا۔

بھارتی انٹیلی جنس کا یہ پلان تو بڑا شاندار تھا لیکن ان کی بدقسمتی کہ اپنوں نے ہی ان کا ساتھ نہ دیا۔ ایسے خفیہ آپریشنز میں عملے کے تمام اراکین کو اعتماد میں نہیں لیا جاتا۔ دونوں بکس مسافروں کے بغیر ہی بک ہو گئے۔

کسی اعتراض کے بغیر ہی امیگریشن کے مراحل بھی طے پا گئے۔ لیکن کسٹم والوں کو اعتماد میں نہیں لیا گیا۔ اتفاق سے ''را'' کا خاص آدمی جس کو کسٹم میں تعینات کیا گیا تھا کہ وہ ان بکسوں کو وہاں سے بخیر و عافیت گزار دے وہ ٹائمنگ کی غلطی کا شکار ہو گیا۔ دونوں سوٹ کیس جس کسٹم کاؤنٹر پر پہنچے اس جگہ ڈیوٹی پر موجود کسٹم آفیسر کو کچھ شک گزرا جس کی وجہ صرف یہ تھی کہ مالکان سامان کے ہمراہ نہیں تھے اور سوٹ کیس خاصے بوجھل دکھائی دے رہے تھے۔ متعلقہ کسٹم آفیسر نے دونوں سوٹ کیس ایک طرف رکھ دیئے تاکہ بعد میں اطمینان سے انہیں چیک کر سکے اور فی الوقت جہاز کے مسافروں سے نمٹ لے۔

اس دوران ہی دیر ہو جانے کے سبب دونوں سوٹ کیس متعلقہ فلائٹ میں نہ جا سکے اور اگلے جہاز میں لوڈ ہونے سے پہلے وہیں پھٹ گئے۔

اس طرح سری لنکا کے دہشت گردوں نے ''را'' کی ملی بھگت سے جو ڈرامہ تیار کیا تھا وہ ناکام ہو گیا۔

سی ایس آئی ایس کے افسران گیبن اور راولسن کی پختہ رائے تھی کہ جاپان کے ناریٹا ائرپورٹ

اور ائر انڈیا 182 فلائٹ کا دھماکہ ہو بہو مدراس والے واقعات سے ملتا جلتا ہے اور دونوں واقعات میں بھارتی انٹیلی جنس نے ایک ہی طریقہ اپنایا۔ جس طرح مدراس میں ایک گھنٹہ کے وقفے کی وجہ سے بم وقت سے پہلے پھٹ گیا اسی صورت حال کا سامنا فلائٹ 182 کو کرنا پڑا۔

بھارتی انٹیلی جنس کا پلان جہاز کو فضا میں تباہ کرنے کا نہیں تھا۔ منصوبہ یہ بنایا گیا تھا کہ جہاز لندن سے ہیتھرو ایئرپورٹ پر تباہ ہو گا اور اسے اس وقت تباہ ہونا تھا جب لندن میں جہاز ری فیولنگ کے لئے اترتا ہے۔ حادثہ یہ گزرا کہ جہاز جاپان سے ایک گھنٹہ دیر سے اڑا۔ اس کی وجہ اس خراب انجن کا مسئلہ تھا جسے جہاز کے ساتھ ہی بمبئے سے جانا تھا۔ اس انجن کی لوڈنگ اور ائرپورٹ پر عملے کی کمیابی کے سبب جہاز ایک گھنٹہ لیٹ اڑانا پڑا۔ جب جہاز تباہ ہوا تو ہیتھرو سے ایک گھنٹے کی دوری پر پرواز کر رہا تھا۔

سی ایس آئی ایس کی تلی بندھی رائے تھی کہ اس سے ملتا جلتا ایک کارنامہ دنیا کے دوسرے حصے میں بھارتی انٹیلی جنس کے ہاتھوں انجام پا چکا ہے۔ جس میں طریق کار اختیار کیا گیا اور اس طرح بم وقت سے پہلے پھٹ گیا تو اس میں کوئی شک نہیں کہ موجودہ حادثات میں بھی ''را'' ملوث ہے۔

بھارت میں ہونے والی تباہی میں دو تامل گروپ تامل ایلم اور تامل ٹائیگرز ملوث تھے جن کا تعلق تو سری لنکا سے تھا لیکن ان کے بیس کیمپ بھارتی صوبہ تامل ناڈو میں مدراس کے نزدیک موجود تھے اور انہیں ''را'' تربیت دے رہی تھی۔

دونوں گروپوں کو جو سری لنکا حکومت کے باغی تھے بھارتی تامل آبادی کی مکمل حمایت حاصل تھی اور مغربی انٹیلی جنس ایجنسیوں سے یہ بات ڈھکی چھپی نہیں تھی کہ ان کے کیمپ کون چلا رہا ہے اور ان کیمپوں سے ہونے والی کوئی بھی حرکت بھارتی انٹیلی جنس کی اجازت کے بغیر ناممکن تھی۔

تامل گوریلوں اور بھارتی انٹیلی جنس کے درمیان تعلقات کی رپورٹیں سی ایس آئی ایس کو سی آئی اے اور ایم آئی فائیو کے ذریعے ان کے درمیان موجود آپسی تعاون کے معاہدے کے تحت ملتی رہتی تھیں۔ برطانوی انٹیلی جنس کو تاملوں اور انڈین انٹیلی جنس کے درمیان موجودہ تعلقات سے مکمل آگاہی حاصل تھی۔

برطانیہ کی انٹیلی جنس ایس اے ایس سری لنکا کی انٹیلی جنس کو ایک معاہدے کے تحت ٹریننگ دے رہی تھی۔ اس تربیت میں سری لنکا کی سیکورٹی فورسز کو تامل باغیوں سے نمٹنے کے خصوصی طریقوں سے آگاہ کیا جاتا تھا۔

سی ایس آئی ایس کے علم میں یہ بات آ چکی تھی کہ مدراس ائرپورٹ پر تباہی کا کارنامہ بھارتی ''تھرڈ ایجنسی'' نے انجام دیا تھا۔ یہ ایک خصوصی انٹیلی جنس یونٹ تھا جو بھارتی وزیراعظم کی براہ راست

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

نگرانی میں کام کرتا تھا اور جسے بھارتی وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی کی خصوصی ہدایت پر اندرون بھارت دہشت گردی کے لئے وجود میں لایا گیا تھا۔ اس طرح بھارتی وزیر اعظم بھارت کے علیحدگی پسند گروپوں کو بدنام کر کے بین الاقوامی اور مقامی ہندو آبادی کی ہمدردیاں حاصل کرتی تھی۔

تھرڈ ایجنسی کا قیام 80ء میں عمل میں آیا تھا اور اس کو پہلے پنجاب میں انتہا پسند سکھوں کو اسلحہ فراہم کر کے ان سے دہشت گردی کی وارداتیں کروانے کی ذمہ داری سونپی گئی تھی۔ اس طرح ایسا جواز پیدا کیا جا رہا تھا جس کا لازمی نتیجہ بھارتی فوج کی مداخلت ہوتا جو مسز اندرا گاندھی کا منشا تھا کیونکہ اس آپریشن کی آڑ میں وہ اپنے بہت سے مخالفین سے بآسانی چھٹکارہ حاصل کر سکتی تھیں۔

''تھرڈ ایجنسی'' کے متعلق مکمل معلومات فراہم ہونے کے بعد سی ایس آئی ایس نے یہی نتائج اخذ کئے کہ بھارتی انٹیلی جنس کی یہ بدنام زمانہ ایجنسی کینیڈا میں بھی روبہ عمل ہے یا پھر انہی بنیادوں پر ''را'' نے کسی گروپ کو تربیت دے کر یہاں داخل کر دیا۔ جو ان دونوں وارداتوں کا ذمہ دار ہے۔

سی ایس آئی ایس کے پاس ایسی بہت سی واقعاتی شہادتیں موجود تھیں جن کی بنا پر انہوں نے یہ نتائج اخذ کئے کہ ائر انڈیا اور ناٹیا ائر پورٹ پر تباہی انڈین ایجنٹوں کے ذریعے کی گئی اس سوال پر کہ ان حادثات میں کتنی گہرائی تک ''را'' کا ہاتھ ہے دو طرح کے نکات زیر بحث آئے۔

گیسن والے گروپ کا خیال تھا کہ ائر پورٹ پر کھڑے ہوئے جہاز کی تباہی کا منصوبہ براہ راست دہلی میں تھرڈ ایجنسی نے بنایا تھا۔ اسمیں یہ احتیاط ملحوظ خاطر تھی کہ کھڑے ہوئے جہاز کی تباہی سے جانی اور مالی نقصان کم ہوتا لیکن پروپیگنڈہ زیادہ ہوتا کیونکہ ہیتھرو ائر پورٹ پر ہونے والے دھماکے کی گونج ساری دنیا کے پریس میڈیا میں سنی جا سکتی تھی۔

اولسن اور ان کے ساتھیوں کی رائے یہ تھی کہ یہ آپریشن انڈین انٹیلی جنس نے کینیڈا ہی میں تیار کیا ہے اور دہلی کو اس سے الگ رکھا گیا ہے۔ یہ سارا آپریشن مقامی سکھ ایجنٹوں کی مدد سے تیار کیا گیا اور اس کا سب سے بڑا مقصد کینیڈا میں رہنے والے سکھوں کو بدنام کرنا تھا۔ اس کیلئے ضروری تھا کہ یہ بھیانک کارروائی بھی مقامی سکھوں کے ذریعے ہی انجام پائے۔

دونوں گروپوں کی متفقہ رائے تھی کہ جیسے ہی جہاز تباہ ہوا بھارتی قونصل جنرل کے ''ڈس انفارمشن سیل'' نے اپنا نیا آپریشن لانچ کر دیا جس کا مقصد کینیڈین انٹیلی جنس کی تفتیش کو گمراہ کرنا اور غلط راستے پر لگانا تھا۔ مثلاً سریندر ملک کی طرف سے اخبارات کو امند سنگھ اور لال سنگھ کی کہانی پہنچانا جو ایف

بی آئی کو راجیو گاندھی کے قتل پلان کے سلسلے میں مطلوب تھے کا مقصد کینیڈین سیکورٹی کی تفتیش کو غلط رخ پر موڑنا تھا اور یہی ہوا ایک عرصے تک یہ لوگ ان دو نامعلوم سکھوں کو تلاش کرتے رہے اور اس دوران بہت سے شواہد ضائع ہو گئے۔

سی ایس ائی ایس کے اخذ کردہ نتائج کو ایک طرف رکھ کر اگر دیکھا جائے تو بھارتی حکومت کی یہ طے شدہ پالیسی ہے کہ جھوٹ سچ دھونس دھاندلی ہیرا پھیری غرض کسی بھی غلط صحیح طریقے سے وہ سکھوں کی اکثریت کو جس کا تعلق غیر ممالک میں کینیڈا سے ہے بدنام کرنا چاہتے تھے۔ ان کا مشن یہی تھا کہ مغربی دنیا جو سکھوں کو ایک محنت پیشہ اور اپنے کام سے کام رکھنے والی قوم کی حیثیت سے جانتی ہے ان کی سوچ اور خیالات بدل جائیں۔

یہ ہے دنیا کی سب سے بڑی نام نہاد جمہوریت کی دعوے دار حکومت کا اصلی روپ اس بات میں کوئی شک بھی نہیں کہ بھارت نے ''ڈس انفارمیشن'' کا جو آپریشن مغربی دنیا میں شروع کیا اس میں اسے بہت کامیابی ملی۔ یہ تو بعد کی بات ہے کہ سچائی کب سامنے آئے گی لیکن سچی بات یہ ہے کہ دنیا نے سکھوں کو دہشت گرد سمجھنا شروع کر دیا تھا اور کینیڈین اور امریکن خاص طور سے یہ سمجھنے لگے تھے کہ جہاز کی تباہی میں سکھوں کا ہاتھ ہے۔

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

زندہ شہید یا.........

کینیڈا میں شاید تلوندر سنگھ پرمار وہ واحد سکھ تھا جسے اس واقع کے بعد سب سے زیادہ شہرت ملی۔ ببر خالصہ کا یہ مذہبی لیڈر راتوں رات شیطان کی طرح مشہور ہو گیا۔ ایک تند خو اور سخت مزاج سکھ دیکھتے دیکھتے اخبارات کی خبروں کا موضوع بننے لگا اور غیر سکھ اقوام میں اس کی شاخت ایک دہشت گرد کی حیثیت سے ابھرنے لگی۔

وینکور کے اخبارات اسکو امریکہ کے سائیڈ ونڈر میزائل کی مشابہت سے ''سائیڈ ونڈر سنگھ پرمار'' کا نام دیتے تھے۔ بھارتی جہاز کی تباہی کے بعد آر سی ایم پی کی فائلوں میں اسے ''بگ ٹی'' کا نام دے دیا گیا۔ اس بات میں کوئی شک بھی نہیں کہ جب لوگ اسے نیلے رنگ کے بڑے چولے اور کیسری رنگ کی تہہ دار اور درجنوں گز لمبی پگڑی میں دیکھتے تو اسکی شخصیت کا عجیب سا تاثر ان کے ذہنوں پر قائم ہو جاتا۔ وہ خود کو ''زندہ شہید'' کہا کرتا تھا۔ یہ خطاب اس کے ایک پیروکار سرجن سنگھ نے اسے دیا تھا۔ اس کے مخالف دھڑے کے سکھوں نے بعد میں بگاڑ کر اسے ''مرشدہ شہید'' بنا دیا۔

پرمار 20 فروری 44ء کو پنجاب کے ایک کسان گھرانے میں پیدا ہوا۔ اس کے باپ نے دو شادیاں کی تھیں اور پرمار اپنے باپ کی دوسری بیوی میں سے چار بھائیوں میں سب سے بڑا تھا۔ وہ اپنی ٹوٹی پھوٹی انگریزی میں کہا کرتا تھا۔

''میری دو مائیں ہیں۔ میرے باپ کی عمر اسوقت 87 سال ہے۔ پہلی شادی سے اس کے ہاں کوئی نرینہ اولاد نہیں ہوئی، مجبوراً اسے دوسری شادی کرنی پڑی۔ ہمارے مذہب میں طلاق نہیں ہوتی لیکن اگر آپ کی بیوی اجازت دے تو دوسری بیوی بھی رکھی جا سکتی ہے لیکن اس کے لئے دونوں کے مساوی حقوق کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ پہلی بیوی سے 6 بیٹیاں پیدا ہوئیں لیکن دوسری شادی سے یہ مسئلہ بھی حل ہو گیا''

پرمار کا تعلق محنت کش جاٹ گھرانے سے تھا۔ اپنے مضبوط بدن کو اس نے آج تک سنبھال

کر رکھا تھا۔ 21 سال کی عمر میں اس کی شادی ایک دیہاتی عورت سے کر دی گئی۔ اس کے باپ نے پرمار کو تنبیہ کر دی تھی کہ خبردار کہیں اپنے سے زیادہ لکھی پڑھی عورت سے شادی کی حماقت نہ کرنا

76ء کو پرمار کینیڈا میں اپنی بیوی سریندر کور اور تین سالہ بچی کے ساتھ داخل ہوا۔ وہ کہتا ہے۔

''میں بھی یہاں وہی مقاصد لے کر آیا تھا جو زیادہ تر ایشیائی لوگ لے کر آتے ہیں۔ پیسے کمانا۔ میرا بھائی یہاں تھا میری بہن یہاں تھی۔ انہوں نے مجھے بھی یہاں بلا لیا۔''

کینیڈا میں آنے والے دیگر سکھوں کی طرح وہ بھی پہلے پہل ویسٹ کوسٹ پر ایک مقامی مل میں ملازم ہو گیا جبکہ اس کی بیوی ایک مچھلی فارم پر کام کرنے لگی۔ ان دنوں وہ عام سکھوں جیسا ایک سکھ تھا۔ ان دنوں وہ نہ تو سر پر بہت بڑی پگڑی باندھتا تھا نہ ہی اس نے نیلے رنگ کا لمبا سا چوغہ زیب تن کیا تھا۔ نہ ہی اپنی ڈاڑھی کو بے تحاشا بڑھایا تھا وہ اپنی بیوی کے ساتھ وینکور کے ایک زمین دوز فلیٹ میں رہائش پذیر تھا اور تب اس کی زندگی کا مقصد بھی صرف ڈالر کمانا تھا۔

پرمار نے اب پراپرٹی کا کام شروع کیا تو دیکھتے ہی دیکھتے اس کی امارت میں اضافہ ہونے لگا۔ 1979ء تک وہ سکھوں میں ایک متمول شخصیت شمار ہونے لگا تھا 1979ء میں اس نے ایک مکان 2 لاکھ 60 ہزار ڈالر میں فروخت کیا جس میں اسے بے تحاشا منافع ملا۔ اگلے سال اس نے ساڑھے تین لاکھ ڈالر کے مکانات بنا کر فروخت کئے اس دوران اس کا معیار زندگی اتنا بلند ہو گیا کہ اس کے ذرائع آمدن کے متعلق سکھوں میں چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں وہ کہتا ہے۔

''میں نے کئی مکانات خریدے اور فروخت کئے۔ خدا کسی کے ہاتھ میں پیسے نہیں تھماتا۔ وہ انسان کو عقل دیتا ہے اگر آپ ڈھنگ سے عقل کا استعمال کر لیں تو آپ کو بھی چھپر پھاڑ کر دولت مل جائے گی۔''

جیسے جیسے بزنس میں وہ دن رات ترقی کر رہا تھا توں توں مذہب میں اس کی دلچسپی بڑھتی جا رہی تھی۔ 78ء میں اس نے ''امرت سنچار'' کیا اور مکمل سکھ بن گیا۔ سکھ دھرم میں مذہب اور سیاست ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ جیسے جیسے وہ مذہب میں پختہ ہو رہا تھا ویسے اس کی مقامی سکھ سیاست میں بھی شمولیت بڑھ رہی تھی۔ اب وہ پانچ سو سال پہلے والا روایتی سکھ بن چکا تھا، مشرقی پنجاب میں سکھوں پر

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

ہندوؤں کے ہاتھوں ڈھائے جانے والے مظالم پر اس کا احتجاج اور غصہ بڑھتا جا رہا تھا اور برٹش کولمبیا میں وہ سکھوں کی گوردوارہ سیاست میں اہم کردار ادا کرنے لگا۔

❂

کاشت کاری کرنے والا پرمار اب جتھیدار تلوندر سنگھ پرمار بن چکا تھا اس نے اب مستقلاً سکھوں کا روایتی لباس پہننا شروع کر دیا تھا۔ اس کی پگڑی سکھوں کی روایتی پگڑی سے ایک فٹ زیادہ بڑی اور بلند ہوتی تھی۔ سکھ سامعین میں اپنے ”سکھی نانے“ اور مخصوص پنجابی لہجے کے ساتھ جب وہ خطاب کرتا تو لوگ اس سے خاصے مرعوب ہونے لگے۔

پرمار کا رہن سہن یکا یک بدل گیا۔ اس نے اب نئے ڈھنگ سے زندگی کی شروعات کر دی تھیں۔ اب اس نے خود کو جتھیدار تلوندر سنگھ ببر کہلانا شروع کر دیا تھا۔ وہ سکھوں کو شراب، سگریٹ اور گوشت سے پرہیز کا سبق دینے لگا۔ سکھوں کو ڈاڑھی نے کٹوانے اور سر پر پگڑی باندھنے رکھنے کی تلقین کرنے لگا۔ اس نے ”سکھی لباس“ کے ساتھ اپنی تصویروں کے پوسٹ کارڈ ہزاروں کی تعداد میں چھپوا کر تقسیم کئے۔ ہر کارڈ پر سکھوں کے گوروں کی تعلیمات درج ہوتیں۔ اس نے خود کو مذہبی رہنما کے روپ میں پیش کیا اور اپنی ذات پات کو قربان کر کے پرمار کے بجائے اپنے نام کے ساتھ ببر لکھنے لگا۔

اپنی تصاویر کے کارڈ پرمار نے ہزاروں کی تعداد میں بھارت میں بھی تقسیم کروائے کینیڈا میں قریباً ہر گوردوارے میں اس کی تصاویر دکھائی دینے لگیں۔ صرف کینیڈا ہی نہیں امریکہ برطانیہ اور دنیا کے دوسرے حصوں تک اس نے اپنی تصاویر اور تعلیمات والے کارڈ تقسیم کئے۔ اور اس نے اپنی پہچان سکھوں کے راہنما کی حیثیت سے کروالی تھی۔ پیروکاروں کا ایک ٹولہ اس کو میسر آ گیا تھا۔

اس دوران پنجاب میں نرنکاریوں اور سکھوں کے درمیان فسادات کا آغاز ہو گیا تھا۔ نرنکاری خود کو سکھ کہتے ہیں جبکہ سکھوں کے نزدیک ان کی حیثیت مرتد لوگوں کی ہے۔ پرمار نے اعلان کیا کہ نرنکاریوں کے قتل کے لئے اور ”سکھی مریادہ“ کو بچانے کے لئے پنجاب میں سرگرم عمل سکھوں کی ہر ممکن مدد اور معاونت کرے گا۔ اس سلسلے میں اس نے فنڈز جمع کرنے شروع کر دیئے اور 1978ء میں جب امرتسر میں نرنکاریوں کے ساتھ سکھوں کا تصادم ہوا تو اس میں 13 سکھ پولیس کی گولیوں سے مارے گئے۔

اس واقعے کی شہرت تلوندر سنگھ پرمار کے حوالے سے ہونے لگی اور اب وہ سکھوں میں ایک حریت پسند اور مذہبی محافظ کی حیثیت اختیار کر گیا۔ یہ خطاب پرمار کو اس کے ایک پیروکار عجائب سنگھ

باگڑی کی طرف سے دیا گیا تھا۔

❂

1980ء میں وہ اپنے خفیہ اور مقدس مشن پر پنجاب گیا اور نومبر 81ء میں واپس کینیڈا آ گیا۔

جب وہ کینیڈا واپس پہنچا تو بھارتی حکومت کی طرف سے اس پر قتل کے کیس درج کئے جا چکے تھے اور وہ پولیس افسران کے قتل میں مطلوب تھا۔ یہ خبریں کینیڈا پہنچیں تو پرمار یہاں ایک ”ہیرو“ کی حیثیت اختیار کر گیا۔

پرمار کے پیروکاروں کے نزدیک اس کی حیثیت ایک مجاہد آزادی جیسی تھی اور وہ خود کو ”زندہ شہید“ کہلانے لگا تھا لیکن جب کبھی اس سے یہ سوال کیا جاتا کہ اتنا عرصہ وہ پنجاب میں کیا کرتا رہا ہے؟ تو وہ سوال کے جواب میں خاموشی اختیار کر لیتا اور کہتا کہ اس نے اپنا سارا وقت تبلیغ میں گزارا۔ وہ گاؤں گاؤں گھوم کر لوگوں کو سکھ مذہب کی تبلیغ کرتا رہا۔

اب لوگوں کو اس کے متعلق الجھن سی رہنے لگی۔ مقامی سکھ آبادی محسوس کر رہی تھی کہ پرمار باتیں زیادہ کرتا ہے اور کام کم۔ اس نے اپنا زور پراپیگنڈے پر ہی رکھا ہوا ہے۔

پنجاب میں سرگرم عمل خالصتانی حریت پسندوں کے نزدیک اس کی حیثیت پرائے پھڈے میں ٹانگ اڑانے والے سے زیادہ اور کچھ نہیں رہ گئی تھی۔ اس کے ایک سابقہ پیروکار سرجن گل نے کہا کہ پرمار کہانیوں کا ہیرو بن کر سکھوں پر رعب جھاڑنا چاہتا ہے اور ہر آئے دن پنجاب سے متعلق ایک جھوٹی کہانی سنا کر سکھوں پر رعب گانٹھتا رہتا ہے۔

اس کے خلاف ایک اور الزام بی بی امرجیت کور کی طرف سے لگایا گیا جس کا خاوند امرتسر میں نرنکاریوں والی فائرنگ میں مارا جا چکا تھا۔ اس نے پرمار پر الزام لگاتے ہوئے کہا کہ پرمار نے اس کے خاوند کی تحریک جو اس نے نرنکاریوں کے خلاف چلا رکھی تھی تباہ کر کے رکھ دی ہے۔

سرجن سنگھ گل جس نے اب خود کو پرمار کی کمانڈ سے آزاد کر لیا تھا یہ محسوس کرنے لگا کہ بی بی امرجیت کور کے بیان میں کوئی نہ کوئی سچائی ضرور ہے۔ اس نے اس الزام کی وضاحت جب پرمار سے مانگی تو اس نے گل کو بتایا کہ کس طرح اس نے اپنی جان جوکھوں میں ڈال کر اور اپنے ساتھیوں کی پنجاب میں جان بچانے کے لئے ”اکھنڈ کیرتنی جتھے“ متحدہ مذہبی فائٹنگ فورس“ کو ببر خالصہ کا نام دیا ورنہ وہ سب لوگ مارے جاتے جو ”کیرتن جتھے“ کے ممبر تھے جن میں بی بی کا خاوند اور خود پرمار بھی شامل تھا۔

ببر خالصہ تحریک کے متعلق پرمار کا دعویٰ ہے کہ اس نام کی جماعت اس نے مغربی دنیا میں قائم

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

کی۔ ببر خالصہ کا مطلب ''سچ کے لیے مرجانے والے شیر'' ہے۔ ببر خالصہ تنظیم پنجاب میں بھی موجود تھی لیکن پنجاب سے زیادہ زور شور کے ساتھ اس کا نام کینیڈا گونجے لگا۔

بھارتی حکومت نے پرمار پر الزام لگایا کہ اس نے 19 نومبر 81ء کو دو بھارتی پولیس آفیسروں کو قتل کیا ہے۔ واقعات کے مطابق پرمار اور اس کے ساتھی پنجاب میں کسی جگہ چھپے ہوئے تھے جب رات پولیس نے وہاں چھاپہ مارا۔ یہ چھاپہ ''چھیڑو'' نامی گاؤں میں نرنجن سنگھ کے مکان پر مارا گیا تھا جہاں اندر موجود لوگوں نے پولیس سے مقابلہ شروع کر دیا اور فائرنگ کے دوران پرتیم سنگھ انسپکٹر اور سورت سنگھ کانسٹیبل مارے گئے۔ پولیس کا کہنا تھا کہ فائرنگ کرنے والے دہشت گردوں کی کمان تلوندر سنگھ پرمار کر رہا تھا۔

جوگندر سنگھ کھیرا جو پنجاب میں سی آئی ڈی کا چیف تھا نے پرمار کی شناخت کا دعویٰ کیا۔ بھارتی پولیس جس وقت کا وقوعہ بیان کرتی ہے اس وقت پرمار وہاں موجود ہی نہیں تھا وہ اپنی موجودگی ان اوقات میں کسی اور جگہ ثابت کرتا ہے۔ اس نے کینیڈین حکام کو بتایا کہ جب بھارتی پولیس والے قتل ہوئے وہ اس وقت نیپال میں موجود تھا۔ دوسری شہادتوں سے بعد میں اس کی یہ بات سچ بھی ثابت ہوئی۔
لیکن........

اس کی خود کو خواہ مخواہ نمایاں کرنے کی عادت نے اس کو پھنسا دیا اور پولیس کے سامنے یہ بیان دینے کے باوجود وہ یہی مشہور کرتا رہا کہ جیسے واقعی یہ ''کارنامہ'' اس نے انجام دیا ہے۔ بھارت سے اس کے دلیرانہ فرار کی کہانیاں کینیڈا کے گوردواروں میں گونجتی رہیں اور بھارتی حکومت دہائی دینے لگی کہ کینیڈین حکومت نے بھارت دشمن سکھوں کی پشت پناہی شروع کر دی ہے اس کی مثال میں وہ پرمار کا نام لینے لگے۔

نومبر 81ء میں پرمار ڈاکٹر جگجیت سنگھ چوہان کی کینیڈا آمد سے کچھ عرصہ پہلے ہی کینیڈا پہنچ گیا۔ اس کی حیثیت ایک جنگجو اور کمانڈر سکھ حریت پسند کی حیثیت سے کینیڈا میں پھیل چکی تھی اور سکھوں کو اب جگجیت سنگھ چوہان کی فلسفیانہ گفتگو میں کوئی دلچسپی نظر نہیں آتی تھی۔ وہ اپنے جنگجو ہیرو کو زیادہ پسند کرنے لگے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ سکھوں نے جو فنڈز خالصتان کے قیام کیلئے ڈاکٹر چوہان کو دینے تھے وہ بھی اب ببر خالصہ کی ''گولک'' (غلے) جمع ہونے لگے۔

ایک معمہ ہے!

1985ء میں ببر خالصہ کے پاس 40 ہزار ڈالرز کے فنڈز پنجاب میں سرگرم عمل خالصتانیوں کے لئے جمع ہو چکے تھے جنہیں پنجاب پہنچانا بہت ضروری تھا۔ تیجندر سنگھ نے اس ضمن میں جب پرمار سے بات کی تو اس نے کہا تھوڑا صبر کرو اور شیرا سنگھ کو آنے دو۔ شیر سنگھ کینیڈا آیا تو رقم اس کے حوالے کر دی گئی۔ جو پھر کبھی بھارت نہ پہنچ سکی۔ ببر خالصہ کے بہت سے دوسرے ممبران کی طرح تیجندر سنگھ کا بھی یہی خیال ہے کہ یہ رقم شیرا سنگھ نے خود ہضم کر لی تھی۔

ائر انڈیا کے جہاز والے حادثے کی تفتیش کے دوران آر سی ایم پی نے ببر خالصہ کے تقریباً ہر قابل ذکر ممبر کی نگرانی شروع کی ہوئی تھی ان کے ٹیلی فون ٹیپ کئے جا رہے تھے اور ان کی سوشل سرگرمیوں پر کڑی نظر رکھی جا رہی تھی۔

اس دوران آر سی ایم پی نے شیرا سنگھ اور اس کے بہنوئی رامپال سنگھ کے درمیان ہونے والی ایک گفتگو بھی ریکارڈ کی تھی اس کے بعد شیرا کے قتل ہونے پر بھی انہوں نے ببروں کے درمیان آپس میں ہونے والی گفتگو ریکارڈ کی جس میں انہوں نے شیرا سنگھ کو گالیاں دیتے ہوئے اس کے قتل کو جائز قرار دیا تھا۔

ببر خالصہ مادھو پوری کو اس حوالے سے جانتے تھے کہ اس کے تعلقات بھارتی قونصلیٹ کے ساتھ ہیں اور اس کے ذریعے اکثر لوگ اپنے کام کروایا کرتے تھے اور خود مادھو پوری ایک امیر آدمی تھا۔

مادھو پوری نے اپنی یادداشتیں دہراتے ہوئے کہا کہ پرمار نے اس سے درخواست کی کہ اس کی ملاقات بھارتی وائس قونصلیٹ دیوندر سنگھ آہلو والیہ سے کروائی جائے اس ملاقات کے لئے وہ بضد تھا۔ مادھو پوری نے بالآخر 85ء کے آغاز میں ہی اس ملاقات کا اہتمام کروا دیا۔ میٹنگ اس کے اپنے مکان میں ہونا طے پائی تھی۔ پرمار اپنے ساتھی تیجندر سنگھ اور دوسرے ببر خالصہ کے حاشیہ نشینوں کے ساتھ مقررہ وقت پر مادھو پوری کے گھر جا پہنچا۔ اس کا تعارف بھارتی ملٹری انٹیلی جنس کے سابقہ آفیسر اور زیادہ خطرناک ایجنٹ بھارتی وائس قونصلیٹ دیوندر سنگھ آہلو والیہ سے کروایا گیا۔

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

تیجندر سنگھ کا کہنا ہے کہ اس ملاقات پر پر مار نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ آہلو والیہ سکھ ہے اور کچھ بھی ہو وہ سکھوں کی حمایت ہی کرے گا۔ اس بات سے قطع نظر کہ اس کی سرکاری حیثیت کیا ہے۔ ببر خالصہ کے لوگوں کا کہنا ہے کہ پر مار انہیں ایک کمرے میں بٹھا کر دوسرے کمرے میں آہلو والیہ کے ساتھ مذاکرت کرنے لگا۔

ایک گھنٹہ تک دونوں نے تخلیہ میں باتیں کیں اور جب پر مار باہر آیا اور اس کے ساتھیوں نے پوچھا کہ کیا بات چیت ہوئی تو اس کا جواب تھا۔

''بے فکر رہو۔ سب ٹھیک ہو گیا ہے۔''

ان کے بعد کبھی پر مار یا آہلو والیہ نے اس ملاقات کا ذکر تک نہیں کیا اور یہ گفتگو جو ان دونوں کے درمیان ہوئی تھی اس پر آج تک اسرار کا پردہ ہی پڑا ہوا ہے۔ یہ پہلا موقعہ نہیں تھا جب آہلو والیہ نے پر مار میں دلچسپی لی تھی۔

جون میں جب تلوندر جرمنی میں گرفتار تھا تو آہلو والیہ نے اپنے ایک ساتھی سوڈھی نامی فوٹو گرافر کے ذریعے جس نے 82ء کے مظاہرے کی تصاویر بنائی تھیں۔ پر مار سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی۔ سوڈھی نے اپنی یادداشتوں کو دہراتے ہوئے کہا۔

آہلو والیہ نے مجھ سے جون میں رابطہ کیا اور کہا کہ میں مغربی جرمنی جا کر تلوندر سنگھ پر مار سے ملاقات کی کوشش کروں۔ میں نے اسے کہا کہ یہ کیسے ممکن ہے۔ اس نے مجھے ہوٹل کا خرچ ٹکٹ کے علاوہ پندرہ سو ڈالر بھی دینے کی پیشکش کی کہ میں کسی بھی طرح جا کر پر مار سے ملاقات کروں۔ لیکن مجھے 82ء کا تلخ تجربہ حاصل تھا۔ اس لئے میں نے انکار کر دیا''

لندن سے تلوندر سنگھ پر مار کے وکیل ہرجیت سنگھ نے بھی پھر اس کی تصدیق کرتے ہوئے کہا کہ اس سے بھارتی حکومت کے کسی ''رابطے'' نے پر مار سے ملاقات کی فرمائش کی تھی لیکن ہم نہیں چاہتے تھے کہ بھارتی حکومت کا کوئی نمائندہ اس پر اثر انداز ہونے کی کوشش کرے اس لئے میں نے ان کی اجازت نہیں دی تھی۔

آہلو والیہ نے 85ء میں بھارتی سفارت خانے کی ملازمت سے استعفی دے دیا اور کینیڈا کو بھی چھوڑ کر امریکہ میں آباد ہو گیا۔ پر مار اس سے کسی بھی ملاقات کی تصدیق نہیں کرتا اور اس کا کہنا ہے کہ میں نے کبھی آہلو والیہ سے ملاقات نہیں کی۔

اس وقت تک سی آئی ایس آئی نے جو تحقیقات کی تھیں ان کے مطابق کسی ایک شخص کو دونوں دھماکوں کی تباہی کے لئے نامزد نہیں کیا جا سکتا تھا۔ یہ بڑا الجھا ہوا اور ٹیڑھا معاملہ تھا جس میں کسی ایک کے متعلق رائے قائم ہونے میں مشکل پیش آتی تھی۔ پر مار کے متعلق ان کی سوچی سمجھی رائے تھی کہ وہ ایک گپ باز اور خود کو نمایاں رکھنے کے لئے الٹی سیدھی حرکتیں کرنے والا آدمی ہے۔ ایک طرف تو وہ پنجاب میں ہندوؤں کے قتل عام کی دھمکیاں دے رہا تھا دوسری طرف وہ جوتے چھوڑ کر گوردوارے سے بھاگ گیا۔

عوام الناس میں دو پولیس آفیسرز کے قتل سے انکار کرتا تھا اور نجی محفلوں میں اس کی ذمہ داری قبول کر کے ہیرو بن جاتا تھا۔ بھارتی حکومت کے خلاف وہ سر عام گالیاں دیتا تھا لیکن خفیہ طور پر اس کے اہل کاروں سے ملاقاتیں بھی کرتا تھا۔ اس کے نزدیکی ساتھی اندر جیت سنگھ نے سٹیریو ٹیونز فراہم کیا جس کے ذریعے بعد میں ٹوکیو ائر پورٹ پر دھماکہ کیا گیا لیکن پولیس نے لاکھ سر کھپانے پر بھی کوئی ایسا ثبوت حاصل نہیں کیا تھا جس کی بنیاد پر یہ ثابت کیا جا سکتا کہ اس نے کوئی بم تیار کیا ہے۔

تیسرا پر اسرار آدمی جس کے متعلق شک تھا کہ وہ شیرا سنگھ ہے۔ سٹیریو ٹیونز والے معاملے میں جس کا نام لیا جا رہا تھا۔ وہ شیرا سنگھ بھارتی حکومت کا نزدیکی دوست تھا اور اب مر بھی چکا تھا۔ مردہ آدمی سے وہ کسی سوال کا جواب طلب نہیں کر سکتے تھے۔ سی ایس آئی ایس کے پاس دھماکے کا بہت بڑا گچھا تو موجود تھا لیکن وہ اسے کسی بھی طرح رسی کی شکل نہیں دے سکتے تھے۔ یہ ڈور تھی کہ الجھتی ہی چلی جا رہی تھی۔

سی ایس آئی ایس نے اب ایک ہی نقطے پر حالات کو منطبق کر کے دیکھنا شروع کر دیا تھا کہ کینیڈا میں ہونے والے سکھوں کے واقعات کو کبھی پنجاب میں ہونے والے واقعات سے الگ کر کے نہیں دیکھا جا سکتا۔ جہاں تک آر سی ایم پی کا تعلق ہے وہ تلوندر سنگھ پر مار کی تفتیشی دلدل میں دھنستے چلے جا رہے تھے۔

مئی 86ء میں ببر خالصہ کے مانٹریال کے رہائشی پانچ ممبران پر مقدمہ قائم ہوا کہ وہ انڈین ائر لائن کے جہاز کو جس نے نیویارک سے پرواز کرنی تھی تباہ کرنے کا منصوبہ بنا رہے تھے۔ جب ان الزامات کا علم ہوا تو پر مار نے فون پر ہی کہا۔

''میں نے ان گدھوں کو منع کیا تھا کہ ایسی حرکت نہ کرنا'' یہ گفتگو ٹیپ کی جا رہی تھی۔

اس کا مطلب یہ تھا کہ اس کو اس منصوبے کا علم تھا اور اس نے کوشش کی تھی کہ ببر خالصہ کے لوگ اس منصوبے پر عمل نہ کر سکیں۔

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

مانٹریال والا کیس بھی ایک عجیب تھا۔ اس کا آغاز مانٹریال کے ایک انتہائی مکار بدمعاش (کوڈ نام) بلی جوائے سے ہوتا ہے۔ بلی جوائے منشیات کا سمگلر ناجائز اسلحے کا مالک اور اغوا اور قتل کی وارداتوں میں شامل رہا تھا بلی جوائے عموماً علاقے کے رئیس ترین لوگوں کے گرد منڈلاتا رہتا تھا۔ اس سلسلے میں اس کی درشن آنند سے مستقل دوستی رہی تھی جو مانٹریال کے ڈاؤن ٹاؤن پر سینٹ لارنس میں ایک الیکٹرک سٹور کا مالک تھا۔

آنند کی مانٹریال کے ببروں سے خاصی گاڑھی چھنتی تھی لیکن وہ نہ تو کبھی امرت دھاری سکھ رہا اور نہ ہی اس نے کبھی ببر خالصہ کی ممبر شپ قبول کی تھی۔ جب بھی پرمار مانٹریال آتا تو درشن کی کیڈلاک گاڑی اس کے زیر استعمال رہتی۔ درشن پرمار کو ایک گورمکھ سکھ تسلیم کرتا تھا اور یہی دونوں کی دوستی کی بنیاد تھی۔

بلی جوائے نے درشن آنند کے بیٹے منندر سے دوستی کی پینگیں بڑھائیں اور اسے ایک چوری کی سپورٹس کار کا جس کی مارکیٹ میں قیمت 50 ہزار ڈالر تھی صرف 8 ہزار ڈالر میں فروخت کرنے کی پیشکش کی۔ 21 سالہ منندر کے ذریعے بلی جوائے نے پرمار کے ساتھیوں کو جو اکثر سٹور پر آتے جاتے رہتے تھے۔ ناجائز اسلحہ فروخت کرنے کی پیشکش کی اور ایک رائفل ان کے ہاتھ فروخت بھی کر دی۔

اس نے ببر خالصہ کے لوگوں کا ان کے ہمدرد بن کر اعتماد حاصل کیا اور ان سے پنجاب کے حالات پر باتیں بھی کرنے لگا خود کو سکھوں کا ہمدرد ثابت کرنے کے لئے اس نے ہندوؤں کو گالیاں دینا شروع کر دیں۔

بلی جوائے کے مطابق اسے ببر خالصہ کے سکھوں نے کہا تھا کہ وہ ائر انڈیا کے جہاز کو تباہ کرنے کا منصوبہ بنا رہے ہیں۔ بلی جوائے نے فوراً ہی کیوبک پراونشل پولیس (کیو پی ایف) سے رابطہ قائم کیا۔ وہ گزشتہ 12 سال سے کیو پی ایف کا ٹاؤٹ تھا۔ اس نے کیو پی ایف سے کہا اگر وہ اس کے ایک ساتھی کی قید میں کمی کا وعدہ کریں تو وہ انہیں ببر خالصہ سے متعلق ایک نہایت قیمتی اطلاع دے سکتا ہے۔ کیو پی ایف اور آر سی ایم پی سی نے اس کی پیشکش قبول کر لی۔

بلی جوائے نے 22 سالہ ببر سنتوکھ سنگھ کیلا اور 42 سالہ کشمیرا سنگھ ڈھلوں کو ایسا چکر دیا کہ دونوں نے اس بات کی ہامی بھری کہ اگر وہ نیویارک سے ائر انڈیا کے جہاز کو تباہ کرنے میں ان کی مدد کرے تو وہ بلی جوائے کو بھارت سے ہیروئن سمگل کر کے امریکہ میں دے سکتے ہیں۔ جب دونوں بے وقوف سکھ اس کے چکر میں پھنس گئے تو بلی جوائے نے ان کی ملاقات فرینک مائلی نام کے ایک شخص سے کروائی اور کہا کہ یہ بین الاقوامی مافیا کا ممبر ہے اور یہی نیویارک سے ائر انڈیا کے جہاز کو تباہ کرنے میں ان کی مدد کرے گا۔ اس کے عوض وہ فرینک مائلی کو ہیروئن دیں گے۔

فرینک مائلی جو ڈرگ مافیا کے ایجنٹ کے بھیس میں سکھوں سے ملا۔ ایف بی آئی کا ایجنٹ تھا اور ایک معاہدے کے تحت وہ آر سی ایم پی کے لئے کام کر رہا تھا۔ اس نے دونوں سکھوں سے ملاقات کے دوران ہونے والی ساری گفتگو ریکارڈ کر لی۔ کیونکہ فلائٹ 182 کے معاملے میں کوئی ٹھوس ثبوت نہ ہونے کی بنا پر کینیڈین سیکورٹی کو پہلے ہی سبکی اٹھانا پڑی تھی اس مرتبہ وہ خطرہ مول لینے کے لئے تیار نہیں تھے اور کسی ٹھوس ثبوت کے بغیر عدالت میں نہیں جانا چاہتے تھے۔

دونوں بے وقوف سکھوں کو عدالت نے عمر قید کی سزا دی اور سات سال قید کاٹنے کے بعد وہ پیرول پر رہا ہو سکیں گے۔ آج کل ان کی اپیلیں زیر سماعت ہیں۔

کینیڈین پولیس نے بلی جوائے کو کبھی عدالت میں پیش نہیں کیا۔ عدالت اُن کو بلی جوائے کی پیشی کا پابند نہیں کر سکتی تھی۔ پولیس کی طرف سے اپنے ''سورس'' کو ''راز'' رکھنے کی معمولی سی درخواست پر ہی معاملہ ختم ہو گیا۔

جب ملزمان کے وکیل کا اصرار بڑھا تو آر سی ایم پی کی طرف سے یہ عذر پیش کر دیا گیا کہ بلی جوائے فرار ہو چکا ہے۔ حالانکہ آر سی ایم پی نے اس کے ساتھ ہونے والے ذو طرفہ معاہدے کے تحت اس کے دوست کی 10 سالہ قید کو دس ماہ میں تبدیل کروا دیا۔

منندر سنگھ اور مقامی ببر خالصہ کے لیڈر چاتر سنگھ سینی اور گورچرن سنگھ پر بھی انہی الزامات کے تحت مقدمہ چلایا گیا۔ ایک ماہ تک تینوں کو قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنا پڑیں۔ بعد میں آر سی ایم پی کو معلوم ہوا کہ ان کے درمیان ٹیلی فون پر ہونے والی جو گفتگو ریکارڈ کی گئی تھی اس کا انگریزی میں غلط ترجمہ ہو گیا۔ اور اس غلطی کا احساس ہونے پر تینوں بے گناہوں کو نجات مل گئی۔

دو ہفتوں میں آر سی ایم پی نے دوسرا حملہ ببر خالصہ پر کیا اور اس مرتبہ ہملٹن سے پرمار تیجندر سنگھ، عجائب سنگھ باگڑی اور تین دوسرے سکھوں پر مشتمل گروپ پر الزام لگایا گیا کہ یہ بھارت میں تباہ کاری کا ایک منصوبہ بنا رہے ہیں۔ اس کارروائی نے ایک مرتبہ پھر تلوندر سنگھ پرمار کو پریس میں زندہ کر دیا۔ آر سی ایم پی نے ان لوگوں پر الزام لگایا تھا کہ وہ بھارت میں ریلوے لائن، پل، آئل ڈپو، ائر پورٹ سرکاری عمارات اور بھارتی لوک سبھا کے اندر تباہ کاری کا منصوبہ بنا رہے تھے۔ اس منصوبے میں ہندو سیاست دانوں کے بچوں کا اغوا کرنا بھی شامل تھا۔

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

یہ الزامات آرسی ایم پی نے اپنی سینکڑوں گھنٹوں کی ببر خالصہ کے ممبران کی آپس میں گفتگو کی ٹیلی فون سے ریکارڈنگ اور ان کی نجی محفلوں سے برقی آلات کے ذریعے ریکارڈنگ کے ذریعے اخذ کردہ معلومات کی بنیاد پر عائد کئے تھے اور انہیں تقویت تیجندر سنگھ، سرکھ سنگھ، اور دلجیت سنگھ نامی ببر خالصہ کے تین ممبران کے دورہ لندن سے ملی تھی۔

آرسی ایم پی کا موقف تھا کہ ان لوگوں کا دورہ لندن تخریب کاری کے اسی سلسلے کی کڑی تھی لیکن برٹش اتھارٹیز نے بروقت آگاہی پر انہیں لندن میں داخلہ دینے سے انکار کردیا اور انہیں بادل نخواستہ کینیڈا واپس آنا پڑا۔ بصورت دیگر لندن سے کچھ اور لوگوں نے ان کے ساتھ شامل ہو کر بھارت پہنچنا اور تباہ کاری کے منصوبوں پر عمل پیرا ہونا تھا۔

ٹورنٹو سے پرواز کے ساتھ ہی آرسی ایم پی کے دو ایجنٹ ان سے چپک گئے تھے جو ان کے ساتھ ہی لندن تک گئے اور وہاں سے ٹورنٹو واپس آئے۔

عدالت میں کیس پیش ہوا تو ببر خالصہ کی طرف سے کینیڈا کا صف اول کا وکیل ڈیوڈ گبن جو اس سے پہلے بھی ببر خالصہ کی طرف سے مقدمات کی پیروی کرر ہا تھا اور دوسرا وکیل ماہر ٹیپ ریکارڈنگ ٹورنٹو کا مائیکل کوڈ پیش ہوئے۔ عدالت میں آرسی ایم پی کی طرف سے ٹیپ ریکارڈنگ کی جو 105 کیسٹ پر مبنی گفتگو جو 4 سو لکھے ہوئے کاغذات پر پھیلی تھی جج کے سامنے پیش کی گئی تو اس نے اسے پڑھنے سے انکار کردیا اور کہا کہ جرم سے متعلقہ حصے ہی عدالت میں پیش کئے جائیں۔ آرسی ایم پی نے جو ثبوت ریکارڈنگ کی صورت عدالت میں پیش کئے وہ ببر خالصہ کے ممبران کی آپس میں گفتگو پر مبنی تھے جن میں گفتگو کم اور گالیاں زیادہ تھیں۔

اس ریکارڈنگ میں ان کی طرف سے بھارت کی مختلف تنصیبات کو تباہ کرنے اور ہندوؤں کو تہس نہس کرنے کی خواہشات موجود تھیں۔

ببر خالصہ کے ماہر وکیلوں نے استغاثہ کی دھجیاں بکھیر کر رکھ دیں۔ اور ایک ایک کر کے تمام ملزمان کو بے گناہ ثابت کرتے گئے سب سے آخر میں 16 اپریل 87ء کو پرمار اور تیجندر سنگھ بھی 10 ماہ جیل میں رہنے کے بعد رہا ہو گئے۔

ہملٹن کورٹ ہاؤس کے باہر جب ڈیوڈ گبن سے اخبار نویسوں نے دریافت کیا کہ ابھی مزید عدالتی کارروائی ہوگی؟ فاتح مندانہ مسکراہٹ اپنے ہونٹوں پر بکھیرتے ہوئے گبن نے کہا: "نہیں بدقسمتی سے سرکار نے یہ کیس واپس لے لیا ہے ورنہ ہم تو بہت کچھ کرنے کے لئے تیار تھے۔"

اس واقعہ کے چند ماہ بعد ہی پرمار کی آہنی گرفت ببر خالصہ پر کمزور پڑھنے لگی، تیجندر سنگھ اور سرجن سنگھ گل (وینکور) نے مل کر ببر خالصہ کا ایک الگ گروپ ببر خالصہ پنتھک کے نام سے کھڑا کر لیا۔

آرسی ایم پی کے لئے بلی کے بھاگوں چھینکا ٹوٹا۔ انہیں اور تو کچھ نہ سوجھی۔ انہوں نے ببر خالصہ کی اس توڑ پھوڑ کو خاصی تقویت پہنچائی۔ ان کی ہر ممکن کوشش یہی تھی کہ تلوندر سنگھ پرمار کے ساتھی اس کو چھوڑ دیں۔ یہ شخص آرسی ایم پی کے لئے ایک مستقل دردسر بن چکا تھا۔

آرسی ایم پی نے پرمار کے خصوصی پیروکاروں سے الگ الگ ملاقاتیں کیں اور انہیں باور کروانے لگے کہ پرمار ایک جعلی دہشت گرد ہے جو ان کے لئے اور کینیڈا حکومت کے لئے سوائے مسائل پیدا کرنے کے اور کچھ نہیں کررہا۔ آرسی ایم پی والے پرمار کو خطرہ جان کر اس کی طاقت توڑنے میں مصروف تھے انہوں نے سی ایس آئی ایس کی اس رائے کو کوئی اہمیت نہ دی کہ پرمار کی حیثیت بھارتی حکومت کے ایجنٹ سے زیادہ اور کچھ نہیں۔

دوسری طرف پرمار نے اپنے پیروکاروں سے انفرادی ملاقاتوں کا سلسلہ شروع کیا اور انہیں بتایا کہ بھارتی حکومت نے آرسی ایم پی کے ذریعے اسے تباہ کرنے کا منصوبہ تیار کیا ہے۔ اس نے کہا سکھوں کو مجھ سے برگشتہ کرنے کے لئے بھارتی حکومت کی ہدایت پر آرسی ایم پی نے مجھے یہاں بھارتی ایجنٹ مشہور کرنا شروع کردیا ہے۔

اسی دوران ببر خالصہ کی پانچ رکنی گورننگ کمیٹی بنادی گئی جس نے پرمار سے کہا کہ وہ ان کے سامنے تمام فنڈز کا حساب پیش کرے۔ اس طرح ہم آرسی ایم پی کو بھی مطمئن کر سکتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی کمیٹی کی طرف سے پرمار کی 'ذاتی آمدن' کے ذرائع کی تحقیق کا مطالبہ بھی زور پکڑنے لگا۔

ایک ایسی گواہی سامنے آگئی جس کی بنیاد پر ببر خالصہ کے لیڈر کے خلاف شکوک لوگوں کے اذہان میں زیادہ جڑ پکڑنے لگے۔ پرمار کے ایک ارب پتی ہمدرد جس کا نام رپندھ من سنگھ ملک تھا کی اصلیت اب سامنے آنے لگی تھی۔

ملک 72ء میں کینیڈا آیا۔ اس کا باپ ایک پٹرول پمپ اور سپیئر پارٹس کی دوکان چلا رہا تھا ملک نے وینکور میں عورتوں کے ملبوسات کا ایک سٹور کھول لیا اور پاپیلون ایسٹرن امپورٹرز کے نام سے گارمنٹس کی درآمد شروع کردی۔

ملک نے پرمار کی ہمیشہ مالی اور اخلاقی مدد کی۔ جب 85ء میں پرمار ڈنکن والے معاملے میں گرفتار ہوا تو ملک نے ہزاروں ڈالر سے پرمار کی مدد کی۔

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

''جب بھی پرمار گرفتار ہوا اخبارات نے اسے ایک سکھ ہونے کی بنا پر شہرت دی۔ پھر ایک سکھ ہونے کے ناطے میں اس کی مدد کیوں نہ کروں۔ میڈیا نے ہمیں ایک دوسرے سے منسلک کر کے بہت اچھا کیا۔ میں ایسی باتوں سے گھبرانے والا نہیں اور کچھ بھی ہو جائے میں اس کی دل و جان سے مدد کرتا رہوں گا۔''

جب سی ایس آئی نے ملک کی پراسرار دولت کا کھوج لگانا شروع کیا تو بعض چونکا دینے والے حقائق ان کے سامنے آئے۔ 21 مارچ 84ء کو دربار صاحب پر حملے سے تین ماہ پہلے ملک نے سٹیٹ بنک آف انڈیا کی کینیڈا برانچ سے 2 ملین ڈالر کا قرض حاصل کیا۔ یہ قرضہ ملک کو صرف دستخط کر کے ہی حاصل ہو گیا۔ کوئی ضمانت اس کو نہیں دینی پڑی۔ ان دنوں ملک کا شمار ان سرکردہ لوگوں میں ہوتا تھا جو پرمار کے خاندان کی انڈیا اور کینیڈا میں کفالت کر رہے تھے۔ کیونکہ وہ خود ان دنوں جرمنی کی جیل میں نظر بند تھا۔

یہ بات سمجھ سے بالاتر تھی کہ بھارتی حکومت نے ایک ایسے شخص کو 2 ملین ڈالر کا قرض کیسے قرض دے دیا جو تلوندر سنگھ پرمار کا سب سے بڑا ہمدرد اور مددگار سمجھا جاتا تھا۔ اس پرمار کا جس کو بھارتی حکومت ایک خطرناک خالصتانی دہشت گرد سمجھتی تھی۔

جنوری 88ء میں ایک انٹرویو کے دوران ملک نے کہا۔ ''ہاں میں نے سٹیٹ بنک آف انڈیا سے 2 ملین قرض لیا ہے لیکن اپنی کمپنی کو بنک کے پاس گروی رکھ کر اگر میں بھارتی بنک سے قرض نہ لیتا تو کسی کینیڈین بنک سے لیتا۔ اور آپ جانتے ہیں کہ نہ کینیڈین بنک کسی سکھ کی مدد کرتا ہے نہ ہی بھارتی بنک۔ اس سے فرق کیا پڑتا؟ ملک نے کہا جب میں نے سٹیٹ بنک سے کاروبار شروع کیا تو بھارتی حکومت اور سکھوں کے درمیان دشمنی نہیں ہوئی تھی۔

اس کا یہ بیان سراسر غلط تھا۔ 84ء کے آغاز میں جب اس نے سٹیٹ بنک سے لین دین شروع کیا تو پنجاب میں سکھوں کی وارداتوں میں انتہائی شدت آ گئی تھی۔ روزانہ دھماکے اور مقابلے ہو رہے تھے اور بھارتی فوج دربار صاحب پر حملے کے لئے پر تول رہی تھی۔ ملک نے یہ بھی کہا کہ اگر اس وقت اس نے اپنا بنک تبدیل کیا تو اس کا بزنس تباہ ہو جائیگا۔ حالانکہ اسی دوران وہ یہ بھی کہتا رہا کہ اسے بھارتی قونصلیٹ کی طرف سے دھمکیاں دی جا رہی ہیں اور کہا جا رہا ہے کہ اسے بھارت کے لئے ویزہ

نہیں دیا جائے گا اور اسی روز پیلپین کمپنی نے نئی دہلی میں اپنا آفس بھی قائم کیا۔

بھارت نے اسے ویزا دینے سے انکار کر دیا۔ دوسری طرف بھارتی بنک نے دھمکی دے دی کہ وہ بھارتی سے حاصل کردہ قرض کے ذریعے ببر خالصہ کی مدد کر رہا ہے۔ جبکہ ملک نے بھارتی حکومت کی تسلی کروائی کہ سکھ ائر انڈیا اور سٹیٹ بنک آف انڈیا کا بائیکاٹ نہیں کریں گے۔

ملک کے انڈین قونصل جنرل جگدیش شرما کے ساتھ وینکوور میں بڑے دوستانہ تعلقات تھے اس نے کہا۔ میں بھارت حکومت کا دشمن نہیں ہوں لیکن دربار صاحب پر حملے نے مجھے کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا۔ ایک ہفتے تک تو میں صدمے اور دکھ کی کیفیت سے نجات ہی حاصل نہیں کر سکا۔ اس کے بعد میں نے فیصلہ کیا کہ بھارتی حکومت کی وکالت کی بجائے مجھے سکھ پنتھ کی شان اونچی کرنے کی کوشش کرنی چاہئے

پرمار اور ببر خالصہ کی مالی معاونت کے علاوہ اس نے ان کی اخلاقی اور نظریاتی مدد میں بھی کوئی کسر نہ اٹھا رکھی وہ کہا کرتا۔

''میں سکھوں کی ''چڑھدی کلا'' پر یقین رکھتا ہوں۔ میری کوشش ہے کہ امریکی صدر اور کینیڈین وزیراعظم بھی سکھ بن جائیں۔ میں اکیلے خالصتان کو نہیں مانتا''

ملک نے بلاشبہ سکھ دھرم کی بہت خدمت کی۔ وہ گوردوارے باقاعدگی سے جاتا۔ مذہبی کتب خود شائع کر کے مفت تقسیم کرتا اور سکھ دھرم کی تبلیغ بھی کرتا اس نے سکھوں کے لئے خالصہ پرائیویٹ سکول جاری کیا۔

نومبر 85ء میں اس نے پرمار کی مدد سے 50 ممبران اکٹھے کئے اور خالصہ کریڈٹ یونین کی بنیاد رکھی۔ ملک نے مطابق جنوری 88ء میں اس کریڈیٹ یونین کی سرمایہ کاری 3 ملین ڈالر تک پہنچ چکی تھی۔ ملک کا کہنا ہے کہ جب اس نے برٹش کولمبیا گورنمنٹ سے کریڈٹ یونین کی منظوری کی درخواست کی تو سیکورٹی کے دو افسران نے اس سے ملاقات کی اور پوچھا کہ کیا وہ اس کریڈٹ یونین میں جمع ہونے والی رقوم سے خالصتان کی مدد کرنا چاہتا ہے۔

اس نے جواب میں کہا۔ ''یہ کینیڈین حکومت کا ایک مالیاتی ادارہ ہوگا اور تم لوگ بھارتی حکومت والی زبان بول رہے ہو''

ملک کے ساتھ دوستی کی وجہ سے پرمار کا اپنا ''رئیل سٹیٹ'' کاروبار بھی مشتبہ ہو گیا۔ 83 میں پرمار نے ایک ملین ڈالر سے اپنا الگ کاروبار شروع کر دیا۔ اسی دوران اس نے دیگر مکانات تیار کروائے جو 2 لاکھ 59 ہزار تا 3 لاکھ 39 ہزار ڈالر کے درمیان فروخت ہوئے خود وہ اپنا برنبی والا مکان چھوڑ

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

کرو یکنور میں وار ٹھنگٹن نامی مقام پر ایک بڑے اور شاندار گھر میں منتقل ہوگیا۔ پرمار کا بھائی اس کے کاروبار کا دفاع کرتے ہوئے کہتا ہے کہ پیسہ کما کر ہی وہ سکھ پنتھ کی زیادہ بہتر خدمت کرسکتا تھا۔

اپنے مکان کی تبدیلی پر ملک نے پرمار کو 1لاکھ 90ہزار ڈالر کی رقم خالصہ کریڈیٹ یونین کی طرف سے دسمبر 87ء میں فراہم کی۔ یہ قرض 6ماہ میں واجب الادا تھا۔ ڈیلٹا کریڈیٹ یونین نے پرمار کو 5لاکھ 30ہزار ڈالر قرض فراہم کیا جس کی ضمانت ملک نے دی۔ جنوری 88ء میں اس نے ایک انٹرویو کے دوران کہا۔

''پرمار ایک ہوشیار اور سمجھ دار آدمی ہے اور وہ جس بزنس میں بھی قدم رکھے گا کامیابی اس کے قدم چومے گی۔

ملک کے انٹرویو سے کچھ دیر پہلے اپنے گھر کے شاندار ڈرائنگ روم میں بیٹھے پرمار نے مسکراتے ہوئے خدا کا شکر ادا کیا جس نے اسے ایسا دماغ دیا ہے جو مٹی کو سونا بنا سکتا ہے اس نے کہا میں نے مکان خریدے۔ فروحت کئے زمین خرید کر خود مکان بنا کر فروخت کئے۔ اس دوران پولیس سائے کی طرح میرے پیچھے لگی رہی کہ میرے ذرائع آمدن کیا ہیں۔ اس نے کہا میں نے 73-72ء میں 9 کمروں کا ایک بڑا مکان خریدا اور فروخت کیا اور یہ اس کے کینیڈا آنے کے صرف دو سال بعد کی بات تھی۔

سی ایس آئی ایس کے پاس ملک کو ائر انڈیا اور ناریٹا ائر پورٹ والے دھماکے میں ملوث کرنے کے لئے کوئی ثبوت تو نہیں تھا لیکن ملک کی نگرانی سے انہوں نے یہ سراغ ضرور پالیا کہ دونوں دھماکوں میں بھارتی حکومت کا ہاتھ ضرور ہے۔

85ء کے حادثے کے بعد سی ایس آئی ایس نے یہ رائے قائم کی کہ یہ کینیڈا کے سکھوں کے لئے ببر خالصہ سب سے بڑا خطرہ ہے۔ اب وہ اس نتیجے پر پہنچے تھے کہ ببر خالصہ میں بھارتی ایجنٹ بھی گھسے ہوئے ہیں۔ پٹ اولسن کہتا ہے کہ یہی وجہ ہے کہ ببر خالصہ کے لوگ اپنے انتہا پسندانہ نظریات کے باوجود بھارت کا دورہ بھی کرسکتے ہیں جبکہ دوسری تنظیموں کا کوئی بھی سکھ جس پر معمولی سا شک ہو بھارت کی سرزمین پر قدم رکھتے ہی جیل میں بند کردیا جاتا ہے۔

سی ایس آئی ایس کو مکمل یقین ہے کہ پرمار ایک ڈبل ایجنٹ تھا۔ کینیڈین سیکورٹی نے

بات کی انتہائی کوشش کرڈالی کہ کسی نہ کسی طرح وہ پرمار کو اپنے لئے کام کرنے پر رضامند کرلیں لیکن وہ بڑا چالاک آدمی تھا۔ کیا مجال جو کبھی اس نے ان لوگوں کی معمولی سی حوصلہ افزائی کی ہو۔

''میں ایک بے ضرر آدمی ہوں۔ کوئی غلط کام نہیں کررہا۔ کسی غلط کام میں ملوث نہیں ہونا چاہتا۔ مجھے آپ سے کیا لینا دینا''

سی ایس آئی ایس نے آخر پرمار کے متعلق یہ رائے کیسے قائم کرلی ہے کہ وہ جو خود کو ظاہر کرتا ہے ایسا نہیں ہے۔ اس سوال کے جواب میں اولسن کہتا ہے۔

''انٹیلی جنس کے کھیل میں آپ سو فیصد حتمی رائے قائم نہیں کرسکتے یہاں ممکنات کا توازن کیا جاتا ہے۔ یہ اندھے شیشوں کا کھیل ہے جس میں ہر منظر نئے منظر کو جنم دیتا ہے اس طرح ہر روز آپ کے خیالات بدلتے ہیں''

سی ایس آئی ایس نے جو بھی رائے قائم کی اپنے ایجنٹوں اور تجزیہ سازوں کی رپورٹ پر قائم کی۔

89ء کے آغاز میں پرمار غائب ہوگیا۔ اس کے متعلق بھارت اور پاکستان میں بہت سی افواہیں گردش کررہی ہیں۔ کبھی سنا جاتا ہے کہ وہ بھارت میں سرگرم ہے اور کبھی کچھ اور بہت سے سکھوں کا یہ بھی خیال ہے کہ وہ کینیڈا ہی میں کہیں روپوش ہوگیا ہے۔ زندہ شہید تلوندر سنگھ پرمار آج بھی سکھوں کی یادداشت میں زندہ ہے۔

سی ایس آئی ایس کا یہ کہنا تھا کہ آر سی ایم پی نے اندر جیت کی تفتیش کے بعد جس تیسرے آدمی کی شناخت شیرا سنگھ کے نام سے کی تھی وہ بھی غلط ہے۔ شیرا سنگھ سمرالہ پنجاب انڈیا کا رہنے والا ایک ٹرانسپورٹر اور شراب کے کارخانے کا مالک کروڑپتی تھا۔ جو انڈین نیشنل ٹریڈ یونین کونسل کا سرگرم رکن اور کانگریس کا حمایتی تھا۔ بعد میں شیرا اپنے کسی مخالف کی گولی سے مارا گیا اور اس کا قاتل فرار ہوگیا۔ شیرا کے بھائی گردچن مادھو پوری نے جو کینیڈا میں شراب کی فیکٹری کا مالک ہے کہا کہ اس کے بھائی کو مروانے میں حکومت کا ہاتھ ہے کیونکہ قاتل کو جان بوجھ کر فرار ہونے کا موقع دیا گیا۔ پولیس اب بھی صرف پرچہ درج کرکے بیٹھ گئی ہے اور قاتل کے خلاف صرف کاغذی کارروائی ہی کررہی ہے۔ مادھو پوری کے بھی بھارتی حکومت سے بڑے مضبوط تعلقات تھے۔

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

مادھو پوری اوورسیز کانگریس کا صدر تھا اور اس نے کینیڈا میں باقاعدہ کانگریس پارٹی کا دفتر قائم کیا تھا۔ مادھو پوری کو سکھ دھرم میں کوئی دلچسپی نہیں تھی نہ ہی وہ سکھ روایات کا زیادہ پابند تھا۔ اس کے حلقے میں 350 ممبران شامل تھے جن میں زیادہ تر وہ سکھ تھے جو نقل وطن کر کے کینیڈا میں آباد ہوئے۔

84ء میں آپریشن بلیو سٹار کے بعد اس کی پارٹی کے سکھ ممبران اس سے باغی ہونے لگے تھے اس صورت حال پر تبصرہ کرتے ہوئے اس نے کہا یہ صرف اخبارات کا واویلا ہے ایسی کوئی قیامت نہیں ٹوٹی۔

84ء آپریشن بلیو سٹار سے پہلے مادھو پوری اور اس کے آدمیوں کے ٹورنٹو کے بھارتی قونصلیٹ سے خصوصی تعلقات تھے اور یہاں پاسپورٹ، ویزہ اور دیگر کاغذات کے حصول کے لئے مادھو پوری کے گروپ سے ہی رجوع کیا کرتے تھے کیونکہ اپنے خصوصی تعلقات کی بناء پر وہ لوگوں کے کام کروادیا کرتا تھا۔

مادھو پوری تسلیم کرتا ہے کہ آر سی ایم پی والوں نے اس کے بھائی کے دورہ کینیڈا سے متعلق اس سے سوالات کئے تھے لیکن ان سوالات کا پس منظر کیا تھا؟ اس کا علم اسے نہیں ہوسکا۔ وہ کہتا ہے کہ اس بات کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ اس کے بھائی نے 5 جولائی 85ء سے پہلے کبھی کینیڈا کا دورہ کیا ہو۔

وہ اس الزام کو ماننے کے لئے قطعاً تیار نہیں کہ اس کے بھائی نے کینیڈا کا خفیہ دورہ کیا اور پرمار سے مل کر ڈنکن گیا جہاں وہ اندر جیت سنگھ کے ہاں ایک ہفتے تک مقیم رہا۔ وہ کہتا ہے کہ اس کے بھائی کو ایسی فضولیات سے کچھ مطلب نہیں وہ 5 جولائی 85ء کو نیویارک کے راستے کینیڈا آیا تھا اور میں اسے خود ائرپورٹ سے گھر لے کر آیا۔ وہ ہمارے ساتھ ہی چھ ہفتے تک کینیڈا میں مقیم رہا پھر واپس چلا گیا اس دوران اس نے ایک مرتبہ وینکور کا دورہ بھی کیا تھا۔

مادھو پوری سے پولیس نے 6 جولائی 85ء کے واقعہ سے متعلق تفتیش کی تھی۔ یہ وہ دن تھا جب مادھو پوری کے مطابق اس کے بھائی کو کینیڈا آئے ایک دن گزر گیا تھا۔ پولیس کو وینکور سے ایک ٹیلکس موصول ہوا تھا جس کے مطابق شیرا سنگھ نے وینکور میں مادھو پوری کے سسرالی رشتہ داروں کو کسی بات پر ڈرایا دھمکایا اور گالی گلوچ کی تھی۔

جب مادھو پوری کو پولیس نے 6 جون کا ذکر کیا تو اس نے یہ ماننے سے انکار کر دیا کہ اس کا بھائی 6 جون کو وینکور گیا تھا۔ اس نے کہا کہ وہ کل رات ساڑھے گیارہ بجے نیویارک سے یہاں آیا اور 6 جون کو وینکور کیسے پہنچ گیا۔ جب پولیس نے کہا کہ ممکن ہے اسے اپنے بھائی کے اس دوہرے کردار کا علم نہ ہو؟ تو مادھو پوری کا جواب تھا۔

"ممکن ہے آپ ٹھیک کہہ رہے ہوں لیکن یہ اس کا اپنا مسئلہ ہے۔ میرا اس سے کوئی تعلق نہیں۔"

مادھو پوری اپنے بھائی اور پرمار کے درمیان خصوصی تعلقات سے منکر ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ میرے بھائی کا پرمار سے اتنا تعلق تھا کہ جب پرمار پر بھارتی حکومت نے 81ء میں دو پولیس افسران کے قتل کا مقدمہ درج کیا تو اس کے بوڑھے والدین کو پکڑ کر حوالات میں بند کر دیا۔ اس گرفتاری کا سوائے اس کے اور کوئی مطلب نہیں تھا کہ وہ پرمار کو بھارت واپس آنے پر مجبور کیا جائے اس طرح پولیس اس کو پکڑ لیتی۔ کیونکہ بھارت میں ملزمان کو گرفتار کرنے کیلئے پولیس عموماً اس کے لواحقین کو یرغمال بنالیتی ہے۔

مادھو پوری کا کہنا ہے کہ اپنے خاندان کے لوگوں کے کہنے پر اس نے پرمار کے والدین کی مدد کی تھی۔ ان لوگوں کے پرمار کے خاندان سے کچھ تعلقات تھے اور وہ جانتے تھے کہ شیرا ان کا مسئلہ حل کر سکتا ہے۔ جہاں پرمار کے والدین رہتے تھے اس کورٹ کا ایک جج شیرا کا دوست تھا جس کے ذریعے اس نے بے گناہ بوڑھوں کو پولیس کے تشدد اور ناجائز حراست سے نجات دلائی تھی۔ شیرا کی اس مدد پر تلوندر سنگھ پرمار اس کا بے حد شکرگزار تھا۔ ببر خالصہ کے ممبران شیرا سنگھ کو ہنڈی کا کاروبار کرنے والے کی حیثیت سے جانتے تھے۔ وہ پنجاب میں شہیدوں کے متاثرہ گھرانوں کے لئے جو فنڈز کینیڈا سے بھیجتے تھے وہ روپیہ شیرا سنگھ کے ذریعے جاتا تھا۔ یہ الگ بات ہے کہ یہ رقم دراصل خالصتان کے لئے سرگرم عمل حریت پسندوں کو ملتی تھی۔

1987ء میں جب سکھوں نے ڈاکٹر جگجیت سنگھ چوہان کو خالصتان کے صدارتی منصب سے الگ کیا تو ببر خالصہ کی جلاوطن سرکار نے معاملات سنبھال لئے اس کے ساتھ ہی بھارت کی طرف سے واویلا ہونے لگا کہ ببر خالصہ کی طرف سے پنجاب میں سرگرم عمل سکھوں کو مالی امداد پہنچائی جاتی ہے جس کے ذریعے وہ اسلحہ خرید کر پھر بھارتی حکومت سے جنگ کر رہے ہیں۔ اس الزام میں تکرار کی گئی کہ ببر خالصہ نے بھارت کی تباہی کا ایک بڑا منصوبہ غیر ممالک میں تیار کیا ہے کینیڈا کی دونوں انٹیلی جنس ایجنسیوں کے پاس بھی پہلے ہی سے ایسی اطلاعات موجود تھیں۔

بھارت سے واپسی کے ایک سال بعد ہی تلوندر سنگھ پرمار کینیڈا میں ببر خالصہ کا جتھیدار بن کر

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

خاصی شہرت اور اہمیت اختیار کر چکا تھا اس نے وینکور میں 78 ہزار ڈالر کی جائیداد خریدی جہاں اس نے 8 بیڈ روم اور تین عام استعمال کے کمروں کا گھر تعمیر کیا جس میں 4 گیراج بھی بنائے گئے تھے بعد میں یہاں اس نے ایک شاندار تالاب بھی تعمیر کیا۔ اس نے بتایا اس کی کامیابی نو نقد نہ تیرہ ادھار کے سنہری اصول پر عمل پیرا رہنے کی وجہ سے ہے۔

پرمار نے اس دوران غیر ممالک میں ببر خالصہ کی برانچیں قائم کرنے کے لئے سفر شروع کر دیئے تھے اس حقیقت کے باوجود کہ بھارتی حکومت نے اس کے خلاف دو پولیس والوں کے قتل کا مقدمہ درج کر رکھا ہے اور انٹر پول پولیس کے ذریعے اس کی گرفتاری کے لئے کوشاں ہے۔ اس نے کبھی پرواہ نہ کی وہ جگہ جگہ گھوم پھر کر ببر خالصہ کیلئے فنڈز اکٹھے کرتا رہا۔

جون 83ء میں جب دوسری مرتبہ انگلینڈ گیا تو ہالینڈ سے واپسی پر مغربی جرمنی میں اسے گرفتار کر لیا گیا۔ 53 ہفتے تک وہ جرمنی کی ڈسلڈروف جیل میں نظر بند رہا بالآخر مقامی جج نے اس کے خلاف نامکمل ثبوت ہونے کی بنا پر اسے بری کر دیا۔

برطانوی وکیل ہرجیت بیرسٹر نے اس کا کیس لڑا اور عدالت کے سامنے ایک دستاویزی ثبوت نیپال حکومت کی طرف سے حاصل کردہ فراہم کیا جس کے مطابق تلوندر سنگھ نمبر 15 نومبر 81 کو نیپال میں داخل ہوا اور 22 نومبر 81ء کو یہاں سے کینیڈا روانہ ہو گیا یاد رہے کہ بھارتی پولیس نے اس کے خلاف جو کیس رجسٹر کیا وقوعہ 19 نومبر 81ء کا بتایا گیا تھا۔

بھارتی پولیس نے جرمنی کی عدالت میں کسی سرجیت سنگھ کا بیان پیش کر دیا جس میں اس کی طرف سے اقرار کیا گیا تھا کہ وقوعہ کے روز وہ تلوندر سنگھ پرمار کے ساتھ اپنے گھر میں موجود تھا اس کے جواب میں پرمار کی کونسل نے بھارتی پولیس کی اس دستاویز کو جعلی قرار دیتے ہوئے عدالت کے سامنے سرجیت سنگھ کا حلف نامہ پیش کیا جس میں اس نے کہا تھا کہ وقوعہ کے بعد مجھے پولیس اپنے ساتھ لے گئی اور اسے مجبور کیا گیا کہ وہ پولیس کی مرضی کا بیان دے۔

سرجیت سنگھ نے کہا کہ اس سے زبردستی اس بیان پر دستخط کرائے گئے ہیں جرمن عدالت نے پرمار کو جولائی 84ء میں رہا کیا اور اسی روز کینیڈا پہنچ گیا۔ اس کی کینیڈا سے غیر موجودگی میں گل اور ناگڑی نے اس کی ہوا باندھے رکھی اور اسے ہیرو بنا کر سکھوں کے سامنے پیش کرتے رہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب پامار ٹورنٹو ائیر پورٹ پر اترا تو 17 ویں صدی کا روایتی لباس پہنے بے شمار سکھ تلواریں لہراتے اس کا استقبال کر رہے تھے۔

پرمار کو جلد ہی ایک بڑے صدمے کا سامنا ہوا جب اس کی رہائی کے کچھ عرصے بعد آپریشن بلیو سٹار ہوا اور امریکہ میں سکھوں نے ورلڈ سکھ آرگنائزیشن قائم کر دی پرمار کو اندازہ تھا کہ نیویارک کے میڈیسن سکوائر میں ہونے والے اس بڑے اجتماع میں عوام الناس کی توجہ کا مرکز اس کی ذات ہوگی اور وہ اس تنظیم کو بھی ابتدا ہی میں قابو کر لے گا۔ لیکن یہ اس کی بدقسمتی تھی کہ آر سی ایم پی نے امریکن ایف بی آئی کے کان اس کے متعلق اتنے زیادہ بھرے ہوئے تھے کہ اسے کینیڈا کی سرحد عبور کرنے کی اجازت ہی نہ مل سکی اس کے کچھ عرصہ بعد کا ذکر ہے کہ پرمار نے ٹورنٹو کے اولڈ سٹین روڈ گوردوارہ میں ایک اجتماع سے خطاب کیا تو اپنے اور ببر خالصہ کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے کہا۔

"سکھوں کو ایک لیڈر سامنے نظر آ رہا ہے اور وہ اندھوں کے طرح لیڈر تلاش کرتے پھرتے ہیں کیا ان کی عقل گھاس چرنے گئی ہے۔"

یہ فقرہ اس کے منہ سے نکلنے کی دیر تھی کہ مجمع میں سینکڑوں کرپانیں لہرانے لگیں۔ سکھوں کو اس بات پر سخت غصہ آیا تھا اور وہ مرنے مارنے پر اتر آئے جس پر پرمار نے انہیں چیلنج کرتے ہوئے کہا کہ جو ان میں سے خود کو اس جتنا بہادر سمجھتا ہے وہ اس سے مقابلہ کر کے دیکھ لے اس کے بعد وہ چپ چاپ گوردوارے کے پچھلے دروازے سے فرار ہو گیا۔ جاتے ہوئے وہ اپنی جوتیاں بھی وہیں چھوڑ گیا تھا خیال رہے کہ گوردوارے میں داخل ہونے سے پہلے جوتیاں اتار کر باہر رکھنی ہوتی ہیں۔ پرمار دوبارہ جوتیاں واپس نہیں لے سکا۔

مانٹریال پرمار کا اگلا اہم سٹاپ تھا جرمنی سے رہائی کے بعد اس نے یہاں اپنے اعزاز میں ایک دعائیہ تقریب میں شرکت کی۔ سی ایس آئی کے لوگ اس کے استقبال کو موجود تھے ان کے علاوہ تین سو سکھ بھی اپنے ہیرو کا دلی احترام سے خیر مقدم کر رہے تھے یہاں پرمار نے کچھ زیادہ ہی جوش کا مظاہرہ کیا اور شیخی بھگارتے ہوئے دونوں پولیس افسران کے قتل کا اعتراف بھی کر لیا اس نے یہاں موجود اپنے پیروکاروں کو اپنے فرار سے متعلق ایک زبردست کہانی سنا کر انہیں چونکا دیا اور وہ اس سے کچھ اور مرعوب ہو گئے۔ یہ کہانی پرمار کے ہندوراج سے فرار کی دلیرانہ واردات تھی۔

اس نے لوگوں کو بتایا کہ کس طرح وہ پولیس کے ساتھ مقابلہ کرتے ہوئے بھاگ رہا تھا اور پولیس جیپوں اور ہیلی کاپٹر پر اس کا تعاقب کر رہی تھی۔ رات کا وقت تھا گولیاں اس کے ارد گرد سنا رہی تھیں۔ جب اچانک ایک ٹرین نے اس کا راستہ روک لیا اس نے لوگوں کو بتایا کہ اس گاؤں کے چھوٹے سے سٹیشن پر ٹرین نہیں رکتی۔ لیکن اس روز اللہ تعالیٰ نے اس کی خاص مدد کی اور ٹرین اچانک چند لمحوں کے لئے وہاں کسی تکنیکی خرابی کی وجہ سے رک گئی۔ پرمار چھلانگ لگا کر اس پر سوار ہوا اور اس طرح پولیس کی

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

آنکھوں میں دھول جھونک کر فرار ہونے میں کامیاب ہوگیا۔

یہ صرف ایک کہانی نہیں تھی جو اس نے اپنے دلیرانہ فرار کی لوگوں کو سنائی اس سے الگ دو اور کہانیاں اس نے اپنے پیروکاروں کو بھی سنائی تھیں یہ تھے سرجن سنگھ گل وینکور اور تیجندر سنگھ اونٹاریو سے ان کو جو کہانیاں اپنے فرار کی پرمار نے سنائیں ان میں بتایا کہ اس کی مدد گیانی ذیل سنگھ نے جو تب بھارت کا وزیر داخلہ اور بعد میں صدر بنا تھا اور اس کی مدد سے وہ فرار ہونے میں کامیاب ہوا۔ گیانی ذیل سنگھ نے سنت بھنڈرانوالہ کی بھی مدد کی تھی اور دو مرتبہ اسے جیل سے رہائی دلائی تھی سچائی کیا تھی؟

کیا اس نے واقعی ان دونوں پولیس والوں کو قتل کیا تھا جس کا اقرار وہ گوردواروں میں اپنی میٹنگز کے دوران بڑے فخر سے کرتا اور اپنی دلیری کے قصے بھی سناتا رہا جبکہ عوام الناس میں وہ اس الزام سے انکار کرتا یہی کہتا رہا کہ وہ وقوعہ کے روز نیپال میں تھا اور اس کا ان قتلوں سے کوئی تعلق نہیں۔ ان کہانیوں کی حقیقت کا علم بھی اس ''زندہ شہید'' ہی کو ہوگا۔

ان کہانیوں کے سچ جھوٹ کو ایک طرف رکھیے لیکن اس بات میں کوئی شک نہیں کہ پرمار نے کینیڈا میں اپنی مذہبی مصروفیات میں بے حد اضافہ کر لیا وہ سکھوں کو ''امرت سنچار'' کر کے لوگوں کو اپنے جتھے میں شامل کرنے لگا۔ جو لوگ اس کے جتھے میں شامل ہوتے وہ پھر پرمار کے پکے مرید بن جاتے۔ ایسے لوگوں سے 5 سو ڈالر ماہانہ چندہ وصول کیا جاتا اس کے علاوہ بھی مختلف قسم کی فرمائشیں ہوتی رہتیں اور ان احکامات کی گوردوارے میں آجاؤ ''سمرن'' کرنا ہے (سمرن علی الصبح کی عبادت کو کہتے ہیں) یا اچانک کسی کو حکم پہنچ جاتا کہ آج ہی پانچ ہزار ڈالر کا بندوبست کرو۔ اب بے چارے پیروکار کو مجبور ہو کر ایسا کرنا پڑتا خواہ اسے قرض ہی کیوں نہ لینا پڑے۔

دوسری طرف جب کبھی ببر خالصہ کے لوگ پرمار سے فنڈز کا حساب پوچھتے تو وہ انہیں ڈانٹ پلا دیتا کہ اس سے حساب نہ پوچھا جائے اور جو کچھ وہ کر رہا ہے ٹھیک کر رہا ہے۔ اس صورت حال نے اس کے پیروکاروں کو اس سے بددل کرنا شروع کر دیا وہ سمجھ گئے کہ ایسے ڈکٹیٹر مزاج زندہ شہید کے ساتھ ان کا گزارہ ممکن نہیں۔ درشن سنگھ اور اس کی بیوی نے تلوندر سنگھ پرمار کے ہاتھوں اپریل 86ء میں امرت سنچار کیا تھا لیکن جلد ہی رات دیر گئے کی عبادت سے انہوں نے انکار کر دیا۔ اس نے رات 2 بجے آنے والے فون پر ببر خالصہ کی ایک میٹنگ میں زبردست احتجاج کیا اور کہا کہ جب وہ رات کو 2 بجے اٹھ

کر گوردوارے جانے کیلئے تیار ہوتا ہے۔ تو اس کے بچے سوال بن کر اس کا راستہ روک لیتے ہیں۔

تلوندر سنگھ پرمار نے اس پر پابندی عائد کر دی تھی کہ وہ پتلون اور قمیص نہیں پہن سکتا اور اسے سکھ رنگوں والا روایتی لباس پہننا ہوگا۔

''تمہارا دماغ کیا خراب ہوگیا۔ جو مجھے 17ویں صدی کا جنگی لباس پہننے پر مجبور کر رہے ہو میری تو ٹانگیں ہی اس غضب کی سردی میں اکڑ جائیں گی اور میں محتاج ہو کر گھر بیٹھ جاؤں گا۔'' اس نے پرمار سے کہا درشن سنگھ نے پرمار کے الٹے سیدھے احکامات کی تعمیل سے انکار کرتے ہوئے ببر خالصہ سے علیحدگی اختیار کر لی بعد میں وہ انٹرنیشنل سکھ یوتھ فیڈریشن کا لیڈر بن گیا۔

پرمار کی نگرانی پر مامور سی ایس آئی ایس کو سکھوں کے لئے علیحدگی مملکت کے خواہاں پرمار کے متعلق کچھ اور معلومات بھی حاصل ہوئیں لیکن ان میں سے بیشتر معلومات وہی تھیں جو وہ خود اپنے متعلق مشہور کر دیا کرتا تھا ابھی تک سی ایس آئی ایس اس تیسرے پراسرار آدمی کا معمہ حل نہیں کر سکی تھی جس کو اندر جیت سنگھ نے بم نصب کرنے کے بعد سٹیریو ٹیوٹنر دیا تھا جو بعد میں نارٹیا جاپان پر دھماکہ کے ساتھ پھٹا۔

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

ٹارگٹ پاکستان

مسٹر سنگھ ایک فرضی نام ہے۔ یہ شخص ہفتے میں دو تین روز باقاعدگی سے بھارتی وائس قونصل برج موہن لال سے ٹورنٹو کے بھارتی قونصلیٹ میں ملنے آتا ان کی ملاقات جب بھی خواہ یہ لال کے گھر پر اس کے شراب سے سجے دھجے ڈرائنگ روم میں ہوتی یا ریسٹورنٹ میں ہوتی۔ ملاقات کے خاتمے پر موہن لال اس کو سو ڈالر ضرور پیش کرتا۔ جب بھی لال کو ضرورت ہوتی مسٹر سنگھ اس کے ایک اشارے پر دوڑتا چلا آتا۔ کبھی کبھی یوں بھی ہوتا کہ مسٹر سنگھ جو ٹورنٹو کا ایک عام سا بزنس مین ہے خود بھی برج موہن لال کو فون کر کے ملاقات کا وقت طے کر لیتا۔ اس ملاقات میں وہ اپنی تازہ ترین حاصل کردہ رپورٹ موہن لال کو پہنچاتا اور اس سے سو ڈالر وصول کر کے اپنی راہ لیتا۔

ان سو ڈالروں کے عوض مسٹر سنگھ کینیڈا کے سکھوں کی جاسوسی کر رہا تھا۔ وہ کسی بھی سکھ کے متعلق اگر یہ سنتا کہ وہ خالصتان نواز ہے تو اس کی رپورٹ فوری طور پر اپنے ''باس'' کو پہنچا دیتا۔ اس کام میں وہ ہمہ تن مصروف تھا اور اس نے کسی بھی ایسے سکھ کو نہیں بخشا جو زبانی کلامی ہی خالصتان کا حامی رہا ہو۔

مسٹر سنگھ کے معمول میں کبھی فرق نہیں آیا۔ 84ء میں بھارتی فوج کا دربار صاحب پر حملہ ہو یا پھر یکم نومبر کو بھارت میں ہندوؤں کے ہاتھوں مرنے والے ہزاروں سکھوں کا معاملہ رہا ہو۔ اس وقت بھی جب کینیڈا میں کوئی بھارت نواز سکھ ڈھونڈنے سے نہیں ملتا تھا۔ مسٹر سنگھ ہی ایک مثال تھا جو اب بھی بھارت کی اکھنڈتا پر قائم تھا۔

یہ کام اس کے لئے کبھی مشکل نہیں رہا۔ اس کا اس نے ایک آسان سا طریقہ اپنایا تھا فون ڈائریکٹری پکڑی اس میں سے نزدیک دور کے سکھوں کے نام تلاش کئے اور کیس بنا کر برج لال کے سامنے رکھ دیا۔

اس کی اہمیت خواہ مخواہ اتنی زیادہ بڑھ گئی تھی کہ جب وہ ضرورت محسوس کرتا وائس قونصل کو کسی

ہنگامی میٹنگ کے لئے طلب کر لیتا اور ہر نیا کیس پیش کرنے پر سو ڈالر کا نوٹ وصول کر کے چلتا بنتا۔

اس طرح مسٹر سنگھ کا بزنس تو چمک گیا تھا لیکن اس سے یہ علم نہ ہو سکا کہ جن لوگوں کی وہ جاسوسی کر رہا ہے اس کے ساتھ کیا قیامت بیت جاتی ہے۔ برج موہن لال ہر نیا کیس ملنے پر اس کی فائل کھول دیتا۔ اس شخص کو فوراً بلیک لسٹ کر دیا جاتا۔ بھارت کے لئے ویزا دینے سے انکار کر دیا جاتا۔ اس کے متعلق کینیڈین پولیس کو گمراہ کرنے والی رپورٹیں دی جاتیں۔

بات یہیں ختم نہیں ہو جاتی تھی۔ متعلقہ شخص کا نام بھارت میں ''را'' کے کمپیوٹر پر چڑھ جاتا۔ جس کے بعد اس کے رشتہ داروں کی جان عذاب میں آ جاتی۔ اس خاندان کے ہر قابل ذکر کو باری باری انٹیلی جنس کے تفتیشی مرکز میں لے جایا جاتا۔

رات کے پچھلے پہر پولیس اچانک ان کے گھر پر حملہ آور ہوتی اور گھر والوں کو تھانے لے جا کر بند کر دیا جاتا۔ چھاپہ مارنے پر اگر کوئی نوجوان گھر سے برآمد ہوتا تو انٹیلی جنس اس کی جان کو آ جاتی۔ اسے تفتیش کے بہانے لے جا کر جیل میں بند کر دیا جاتا۔ جہاں پر ڈیفنس آف انڈیا رولز، ایمرجنسی اور آفیشل سیکرٹ ایکٹ کے تحت وہ ہمیشہ کے لئے پس دیوار زنداں ہو جاتا۔ جہاں سے پھر اس کی رہائی تب ہی ہوتی جب اس کے لواحقین کا معاملہ پولیس سے طے پا جاتا۔

مسٹر سنگھ کی طرف سے سب کچھ جاتا جہنم میں۔ اسے تو اپنے سو ڈالر کی فکر تھی۔ اس کا بزنس نہ ہونے کے برابر تھا اور اپنا سوشل سٹیٹس قائم رکھنے کے لئے اس ملک میں اسے پیسوں کی ضرورت تھی اور پیسوں کے لئے وہ کچھ بھی کر سکتا تھا۔

ایک دن وہ بھی آیا جب پیسوں ہی کے لئے اسے کینیڈین انٹیلی جنس نے خرید لیا اور اس روز جب وہ برج لال سے ملاقات کرنے اس کے گھر گیا تو ایک خفیہ ٹیپ ریکارڈ اس کے جسم سے پیوست تھا۔

1986ء کا موسم بہار تھا جب مسٹر سنگھ بھارتی ڈپلومیٹ کے اپارٹمنٹ پر ایک ''خصوصی ملاقات'' کے لئے جا پہنچا۔ اس ملاقات کا اہتمام برج موہن لال نے خود ہی کیا تھا۔ اس مرتبہ وہ مسٹر سنگھ کو کسی خصوصی مشن پر بھیجنا چاہتا تھا۔ فنچ ایونیو پر بنی عمارت کی دسویں منزل پر اس نے اپارٹمنٹ نمبر 1004 کے باہر لگی بیل کا پش بٹن دبایا اور دوسرے ہی لمحے اس کے استقبال کے لئے برج موہن لال موجود تھا۔ جیسے ہی دونوں نے آپس میں مصافحہ کیا۔ ٹیپ ریکارڈ کا سوئچ آن ہو گیا۔ مسٹر سنگھ کو ایک لمحے کے لئے بھی احساس نہ ہوا کہ اس کے سینے پر بندھے ٹیپ ریکارڈ نے اپنا کام شروع کر دیا ہے۔ اسے صرف اس بات کی فکر تھی کہ اگلے سو ڈالر کے حصول کے لئے اسے کتنی دیر تک انتظار کرنا پڑے گا۔

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

اس ریکارڈنگ سے یہ بات سامنے آئی کہ برج موہن لال مسٹر سنگھ کی خدمات سے خوش ہوکر کوئی بڑا انعام دینا چاہتا تھا۔ اس سلسلے میں وہ مسٹر سنگھ کو ایک اہم جاسوسی مشن پر پاکستان جانے کی ترغیب دے رہا تھا۔ جہاں اس کے کہنے کے مطابق سکھوں کی ایک میٹنگ ہونے والی تھی جس میں شرکت کرکے اس نے اس میٹنگ کی رپورٹ حاصل کرنی تھی۔ برج موہن نے اسے یقین دہانی کروائی تھی کہ اس نے بھارتی سفارتخانے میں بھی اس کا اصلی نام نہیں بتایا تاکہ وہ کسی بھی ریکارڈ پر نہ آجائے اور اس کی شخصیت خفیہ ہی رہے۔

"تم وہاں اطمینان سے جاؤ کسی کو تمہارے متعلق شک نہیں گزرے گا اگر ان لوگوں نے تمہارا ریکارڈ بھی رکھا ہوا تو تمہارے اصلی نام سے وہ آگاہ نہیں ہوں گے۔"

سنگھ کو یہ مشن قبول کرلینے کی صورت میں علاوہ دیگر اخراجات کے 17 سو امریکن ڈالرز کی پیشکش بھی کی گئی۔

"ہوٹل کی رہائش اور کھانے پینے پر جتنا بھی خرچ ہو اس کی پرواہ نہ کرنا۔ ہم وہ سارا خرچ ادا کریں گے۔ صرف یہ خیال رہے کہ یہ بہت اہم میٹنگ ہے اس میں بھارت پاکستان اور دنیا کے دیگر ممالک کے خالصتان نواز سکھ اکٹھے ہو رہے ہیں۔"

لال نے اسے اور بھی بہت سے سنہرے باغ دکھائے۔ وہ چاہتا تھا کہ سنگھ اس میٹنگ کی وڈیو فلم بنالائے۔ وہ اس میٹنگ کے ہر شریک کی تصویر اور مکمل ریکارڈ چاہتا تھا۔ اسے ان بھارتی سکھوں کی تفصیلات بھی مطلوب تھیں جن کے غیر ممالک میں موجود خالصتان نواز سکھ لیڈروں سے خصوصی روابط ہیں۔ اسے ہدایت کی گئی کہ وہ جب بھی پاکستان میں کسی سکھ سے ملے اس کے سامنے بھارتی حکومت کو جی بھر کے گالیاں دے خصوصاً مسٹر سنگھ کو انٹرنیشنل سکھ یوتھ فیڈریشن کے لوگوں پر کڑی نظر رکھنے کی تلقین کی گئی۔

دونوں کے درمیان اگلے روز پھر ملاقات طے پا گئی۔ اس ملاقات میں برج موہن لال نے مسٹر سنگھ کو ابتدائی اخراجات کے لئے پیسے فراہم کرنے تھے۔

اس ملاقات پر مسٹر سنگھ اس کو اپارٹمنٹ سے اپنی گاڑی میں بٹھا کر کہیں اور لے جا رہا تھا اور برج موہن لال کی کار میں سیٹ کے اوپری حصے میں موجود حساس ٹیپ ریکارڈر ان کی گفتگو ریکارڈ کر رہا تھا۔

ابھی تک لال نے مسٹر سنگھ کو ادا کرنے کیلئے رقم حاصل نہیں کی تھی۔ وہ بھارتی حکومت کی کنجوسی کا شاکی تھا اور مسٹر سنگھ کو کہہ رہا تھا کہ اس کا موجودہ اپارٹمنٹ ایک ڈپلومیٹ کی ضروریات کے لئے ناکافی ہے اور اس کے شایان شان ہرگز نہیں۔ اس نے مسٹر سنگھ سے کہا کہ جس اپارٹمنٹ میں اس کا گزارہ ممکن ہے اس کا ماہوار کرایہ 18 سو ڈالر بنتا ہے اگر اس نے کبھی بھارتی حکومت کو اپنی اس جائز ضرورت سے آگاہ کردیا تو وہ لوگ 18 سو ڈالر کا خرچ سنتے ہی صدمے سے مر جائیں گے۔

پیسوں کا ذکر شروع ہوا تو مسٹر سنگھ نے اس سے کہا کہ اس کی خدمات کا معاوضہ بہت کم ہے اور وہ سو ڈالر پر زیادہ دیر تک کام نہیں کرے گا۔ اس کی تنخواہ میں اضافہ کیا جائے۔ اس پر برج موہن لال نے بھارت کے اکاؤنٹس آفس کو گالیاں دینی شروع کردیں اور بیوروکریسی کی جان کو آنے لگا اس نے مسٹر سنگھ کو بتایا کہ جب بھی اس کو ڈالروں میں رقم ادا کی جاتی ہے تو بھارت کا اکاؤنٹس آفس اس کو دس سے ضرب دے کر گنتی کرتا ہے۔

"وہ لوگ مقامی ادائیگی کو بھارتی کرنسی میں شمار کرنے لگتے ہیں شاید ان کا دماغ خراب ہوگیا ہے" اس نے بھارتی بیوروکریسی پر لعن طعن کرتے ہوئے کہا۔

اپنے معاشی مسائل کے حل کے لئے اس نے مسٹر سنگھ کو ایک کمیونٹی ٹی وی پروگرام مل کر چلانے کی پیشکش کی۔ اس نے بتایا کہ ایسا پروگرام وہ کینیڈا کے "سی ایچ سی ایچ" "ٹی وی سے" "آن ائر" کرسکتے ہیں اور اس ضمن میں جتنے اشتہارات مسٹر سنگھ حاصل کرے گا اس کا کمیشن اسے الگ سے ادا کیا جائے گا۔

خیال رہے کہ ٹورنٹو میں ٹی وی سے پہلے ہی بہت سے اس نوعیت کے مختلف ثقافتی کمرشل پروگرام چل رہے تھے اور بہت سے ٹی وی سٹیشنوں نے اپنے چینل ایسے پروگراموں کے لئے مخصوص کر رکھے تھے۔ اسے وہ لوگ (ایم ٹی وی) ملٹی کلچرل ٹیلی ویژن کا نام دیتے تھے۔ موہن نے مسٹر سنگھ کو ایسا پروگرام ہملٹن سے شروع کرنے کی پیشکش کی تھی۔

اس پیشکش نے ایک مرتبہ تو مسٹر سنگھ کو حیران ہی کر کے رکھ دیا۔ اسے اس بات کا علم تھا کہ قونصلیٹ کا ایک نزدیکی دوست پہلے ہی سے ٹورنٹو میں ایک ایسا کمرشل پروگرام چلا رہا ہے۔ پارٹ ٹائم ٹی وی پروڈیوسر ہندو سکھ فرینڈ شپ سوسائٹی سے قریبی تعلقات رکھتا تھا۔ یہ سوسائٹی قونصلیٹ اور انڈین گورنمنٹ سے قریبی روابط کے لئے خصوصی شہرت کی حامل تھی۔

جب مسٹر سنگھ نے اس شخص کے متعلق بتایا تو برج موہن لال نے کہا۔ اس کی حیثیت ایک کالے جھنڈے سے زیادہ کچھ نہیں۔ ہم جب چاہیں اسے اوپر اٹھادیں اور جب چاہیں اسے نیچے

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

گرادیں۔اس شخص کی اگر کوئی اہمیت تھی تو وہ ختم ہو چکی ہے۔اب تو وہ صرف ڈیڑھ سو ڈالر ہفتہ پر کام کر رہا ہے۔

مسٹر سنگھ کو احساس ہوا کہ وہ اکیلا ہی ایسا سکھ نہیں جو کینیڈین قونصلیٹ کا تنخواہ دار جاسوس تھا۔ اس کے اور بھائی بند بھی اس کام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے تھے۔

اس دوران مختلف ملاقاتوں میں برج موہن لال مسٹر سنگھ کو تازہ ہدایات اور اطلاعات منتقل کرتا رہا۔وہ ہر ملاقات پر اگلی ملاقات میں ادائیگی کا وعدہ کر لیتا۔اب مسٹر سنگھ کے صبر کا پیمانہ بھی لبریز ہونے لگا تھا۔بالآخر وہ دن بھی آ گیا جب اس نے مسٹر سنگھ کو کیش کی صورت میں پیسے منتقل کر دیے۔اس نے کہا۔

''دراصل مجھے کیش کے حصول میں دشواری پیش آ رہی تھی کیونکہ ''یو ایس فنڈ'' سے ہمارے لوگ بذریعہ چیک ادائیگی کرنے پر مصر تھے لیکن میں نہیں چاہتا کہ تمہاری شناخت کسی بھی طرح ظاہر ہو۔'' برج موہن لال نے مسٹر سنگھ کو یقین دہانی کروائی کہ اس کی پاکستان سے واپسی پر بھارتی انٹیلی جنس کے نزدیک اس کی اہمیت بہت زیادہ بڑھ جائے گی۔اس نے مسٹر سنگھ سے کہا اب وقت آ گیا ہے کہ وہ اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوائے برج موہن نے مسٹر سنگھ کے لئے شراب کا جام تیار کرتے ہوئے اس کی آنکھوں میں جھانک کر آخری اور اہم بات بھی کہہ دی۔

''یاد رکھنا'' پاکستان ''تمہاری اہم ترین جاب ہے'' مشن تمہیں سونپ دیا گیا ہے اب اسے پورا کر کے دکھاؤ۔''

''آپ بالکل مطمئن رہئے گا۔میں اپنے فرض سے ذرا سی بھی کوتاہی نہیں کروں گا۔''

دونوں ایک دوسرے سے الگ ہو گئے۔مسٹر سنگھ کے لئے ٹکٹ بھی ایک عام سے ٹریول ایجنٹ کے ذریعے تیار کروائے گئے اور وہ پاکستان روانہ ہو گیا۔پاکستان سے جب وہ واپس لوٹا تو برج موہن لال اپنے پرانے اپارٹمنٹ ہی میں اس کا منتظر تھا۔اس نے بڑی گرمجوشی سے مسٹر سنگھ کا استقبال کیا، اور اس سے پوچھا کہ اس کا دورہ کیسا رہا؟

''بہت شاندار بہت کامیاب۔مسٹر سنگھ نے کہا۔''

سنگھ نے اسے پاکستان میں معاملات کی تفصیل بتائی اور فوٹو گرافس کا ایک پیکٹ بھی اس کو

سونپ دیا۔اس نے برج موہن لال سے کہا کہ کینیڈا کا کوئی سکھ اس میٹنگ میں شریک نہیں تھا۔اس نے پاکستان میں موجود ''اہم سکھ شخصیتوں'' کی پہچان بھی پوشیدہ رکھی تھی۔

''میں نے اسے صرف مطمئن ہونے کے حد تک ہی اطلاعات بہم پہنچائی تھیں اور بہت سی کام کی باتیں چھپا لیں۔میں نے اسے اس بات کا قائل کر لیا کہ میں نے پاکستان میں محنت سے کام کیا ہے لیکن پاکستان میں موجود کسی بھی سکھ لیڈر کی اسے ہوا نہیں لگنے دی۔''

مسٹر سنگھ نے بعد میں ایک ملاقات میں بتایا۔

حیرت انگیز بات یہ تھی کہ جس پاسپورٹ پر ویزا لگوا کر مسٹر سنگھ پاکستان گیا تھا۔اس کی تاریخ تجدید بھی ختم ہو چکی تھی اور روانگی اور واپسی دونوں پر کسی کا ادھر دھیان بھی نہیں گیا تھا۔

جب مسٹر سنگھ نے پاکستان کا دورہ کیا تو یہاں کینیڈین نیشنل پانچ سکھ ایک مقدمے کے سلسلے میں موجود تھے۔

ان لوگوں پر پاکستان میں موجود ایک بھارتی ڈپلومیٹ کو مارنے پیٹنے کا الزام تھا اور اپنے مقدمے کے سلسلے میں وہ یہاں ایک گوردوارے میں قیام پذیر تھے پاکستانی قوانین کے مطابق مقدمے کے خاتمے تک وہ ملک چھوڑ کر نہیں جا سکتے تھے۔مسٹر سنگھ نے بتایا۔

''میں نے برج موہن لال کو ان لوگوں سے متعلق ایسی کہانیاں بنا کر سنائیں کہ وہ حیران ہی رہ گیا۔میں نے اسے من گھڑت کہانی سناتے ہوئے کہا کہ یہ لوگ پاکستان سے پنجاب کی سرحد عبور کر کے اکثر بھارتی پنجاب میں جاتے ہیں۔''

اس نے اپنی یادداشت دہراتے ہوئے کہا۔

''میں نے برج موہن لال کو پاکستان میں سکھوں کے ایک ''ٹریننگ کیمپ'' کی کہانی بھی سنا دی اور بتایا کہ میں نے خود اس کیمپ کا دورہ کیا ہے''

اگلے ماہ مسٹر سنگھ کو یکے بعد دیگرے بہت سے اہم کام سونپے گئے۔جن میں سنجیدہ کم اور غیر سنجیدہ زیادہ تھے۔ایک مرتبہ اسے کینیڈین حکومت کی ایک فارن ایڈ ایجنسی کی جاسوسی کا فریضہ سونپا گیا۔جس کا دفتر ٹونگی سٹریٹ پر سب وے سٹیشن کے نزدیک واقع تھا۔لال کا خیال تھا کہ اس ایجنسی کی آڑ میں کینیڈین حکومت خالصتان نواز سکھوں کی مدد کرتی ہے۔اس نے سنگھ سے کہا۔

''جب کینیڈین حکومت نے ہمارے لئے کوئی مسئلہ کھڑا کرنا ہو تو وہ اس ایجنسی کو ہمارے خلاف استعمال کرتے ہیں۔''

سنگھ نے اپنی جاسوسی سرگرمیوں کا آغاز کیا اور اسے جلد ہی اندازہ ہو گیا کہ برج لال موہن کا

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

اندازہ غلط تھا۔ ایجنسی کا کسی جاسوسی یا سیاسی معاملے سے دور پار کا تعلق بھی نہیں تھا۔

ایک اور مشن مسٹر سنگھ کو دیا گیا کہ وہ دو سکھوں کے متعلق تحقیق کرے ان میں سے ایک نووا سکوٹیا اور دوسرا ڈیٹرائیٹ مشی گن امریکہ میں رہتا تھا۔ لال کا خیال تھا کہ ان دونوں سکھوں کا تعلق ایک ایسے گروپ سے جو اسلحہ خرید کر پنجاب میں سمگل کرنے کا منصوبہ بنا رہے تھے۔ لال کے کہنے کے مطابق آر سی ایم پی نے انہیں مطلع کیا تھا کہ ان دونوں سکھوں نے پرمار اور اونٹاریو کے دو سکھ بھائیوں سے 2 ملین ڈالر کا اسلحہ خرید کر بھارت میں خالصتان حریت پسندوں تک پہنچانے کی بات کی تھی۔ لال کا خیال تھا کہ دونوں سکھ بھائی زیر زمین دنیا کے باسیوں سے آشنائی رکھتے ہیں اور اسلحہ کے سمگلر بھی ان کے حلقہ احباب میں شامل ہیں۔

انہوں نے اسلحہ کے ایک بین الاقوامی سمگلر سے اس ضمن میں رابطہ بھی قائم کیا ہے لال نے مسٹر سنگھ سے کہا کہ ابھی تک یہ لوگ صرف زبانی جمع خرچ ہی کر رہے ہیں۔ لیکن کچھ بعید نہیں کہ وہ کیا کر گزریں اس لئے ان پر کڑی نظر رکھنا ضروری ہے۔ لال کا کہنا تھا کہ آر سی ایم پی والے بھی ان کے کہنے پر اسی معاملے کی تحقیق کر رہے ہیں لیکن ہمیشہ کی طرح وہ پرمار کے معاملے میں ناکام ثابت ہوئے ہیں۔ اور انہوں نے اس بات کی تصدیق بھی نہیں کی کہ دونوں سکھوں نے پرمار سے کوئی خاص ملاقات بھی اس ضمن میں کی ہے۔ بعد میں مسٹر سنگھ کو اس کے آر سی ایم پی کے دوستوں نے مطلع کیا کہ برج موہن لال کے اندازے ہمیشہ کی طرح غلط ہیں؟

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر مسٹر سنگھ ڈبل ایجنٹ کا کردار کیوں ادا کر رہا تھا؟

اس سوال کے جواب میں وہ کہتا ہے کہ ائر انڈیا کے حادثے کے بعد سے میرا کاروبار تباہ ہو چکا تھا۔ لوگ میری دوکان کا رخ نہیں کرتے تھے۔ سکھوں کے خلاف جو فضا بن رہی تھی اس میں یورپین سوسائٹی نے ایک طرح سے ان کا سماجی بائیکاٹ کر رکھا تھا۔ اس دوران اس کو بھی ائر انڈیا کی تباہی کا ذمہ دار سمجھا جانے لگا اور سیکورٹی ایجنسیوں نے اس کا گھیراؤ کر لیا۔ اب اس کے بعد بچاؤ کی یہی صورت تھی کہ وہ قونصلیٹ سے روابط استوار کرلے ورنہ اس کا بزنس تو تباہ ہو ہی چکا تھا اب وہ ذہنی عذاب میں بھی مبتلا کر دیا جاتا۔

مسٹر سنگھ نے اپنا کام شروع کر دیا اور وہ جھوٹی سچی خبریں پہنچا کر اپنا الو سیدھا کرنے لگا۔ اس

کا کہنا ہے شاید آر سی ایم پی والوں کو اس کی نگرانی کے بعد یہ شک ہوا کہ وہ انڈین قونصلیٹ کے لئے کام کر رہا ہے اور اس کے ذریعے انڈین نے اپنا جاسوسی جال کینیڈا میں پھیلا رکھا ہے۔

مسٹر سنگھ کہتا ہے کہ اکتوبر 85ء میں اوٹاوہ میں اس سے ایک شخص نے ملاقات کی۔ اس نے اپنا تعلق کینیڈا کی وزارت خارجہ سے بتایا تھا۔

نووار نے مسٹر سنگھ کو بتایا کہ ان کے پاس اس بات کا ثبوت موجود ہے کہ بھارتی سفارت کار اپنی سفارتی سرگرمیوں کی آڑ میں کینیڈا میں اپنا جاسوسی اڈہ قائم کر چکے ہیں اور بھارتی سفارت کاروں نے کینیڈا میں بہت سے جاسوسی آپریشن شروع کر رکھے ہیں۔ اگر مسٹر سنگھ ان کی مدد کرے اور بھارتی سفارت کاروں کی جاسوسی سرگرمیوں سے متعلق اطلاعات فراہم کر دے تو اس کی اپنی برادری کا بھی فائدہ ہوگا اور بھارتی سفارت خانے کی ''ڈس انفارمیشن مہم'' کے نتیجے میں جن سکھوں کی جان عذاب میں آچکی ہے ان کی بھی اصلیت کا علم ہونے پر خلاصی ہو جائے گی۔

مسٹر سنگھ کہتا ہے کہ میں نے اپنے سکھ بھائیوں کی بہتری کے پیش نظر پیش کش قبول کر لی۔ محکمہ خارجہ کے لوگ چاہتے تھے کہ وہ انہیں اپنے اور برج موہن لال کے درمیان ہونے والی گفتگو کے ٹیپ فراہم کر دیا کرے۔ اس کا دعویٰ ہے کہ مسٹر سنگھ نے کینیڈین سیکورٹی کا بلا معاوضہ مدد کی تھی۔ اسے ایک ٹیپ ریکارڈر مہیا کر دیا گیا اور اس کے استعمال کا طریقہ بتا دیا گیا۔

مسٹر سنگھ نے اپنا کام شروع کیا۔ کینیڈین نے اس کی بلا معاوضہ خدمات پر اس کا شکریہ ادا کیا لیکن اسے بہر حال ایک خطیر رقم انہوں نے دے دی۔ یہ اتنی رقم تھی جو اگلے دو سال کے لئے بھی اس کے لیے کافی تھی۔

دسمبر 85ء میں جب اس کے پاس ریکارڈنگ کے بہت سے کیسٹ جمع ہو گئے تو ایک اور ایجنٹ نے جس کا نام مسٹر سنگھ نے نہیں پوچھا اپنا تعلق ایکسٹرنل افیئرز منسٹر جوائے کلارک سے بتایا اور کہا کہ وہ آر سی ایم پی کا آدمی ہے۔ اس نے مسٹر سنگھ سے وہی ریکارڈ شدہ ٹیپ موصول کر لئے۔ ان میں برج موہن لال اور مسٹر سنگھ کے درمیان وقتاً فوقتاً ہونے والی گفتگو ریکارڈ تھی۔ اس شخص نے اسے کچھ اور خالی ٹیپ دے دیئے اور اگلی ملاقات تک کے لئے خدا حافظ کرتے ہوئے کہا کہ دوبارہ وہ اس سے خود ہی رابطہ قائم کریں گے۔

اپنی اس ملاقات کے دوران کینیڈین انٹیلی جنس کے ایجنٹ نے مسٹر سنگھ سے کہا کہ وہ اسے کسی دھوکے میں نہیں رکھنا چاہتے اگر مستقبل میں کبھی اس بات کا انکشاف ہو گیا کہ سنگھ ان کیلئے کام کر رہا تھا یا وہ کسی اور چکر میں پھنس گیا تو اس کی مدد نہیں کی جائے گی اور وہ لوگ اسے پہچاننے سے بھی انکار کر دیں

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

گے۔ اسے جو کچھ بھی کرنا ہے اپنے رسک پر کرنا ہے۔

مسٹر سنگھ کہتا ہے کہ دو سال تک یہ سلسلہ جاری رہا وہ اپنی اور بھارتی سفارت کاروں کے درمیان ہونے والی گفتگو ریکارڈ کرتا اور اپنے پاس کیسٹ جمع کرتا رہتا کسی روز وہ لوگ آ کر اس سے ریکارڈ کیسٹ لے جاتے پھر ایک روز انہوں نے خود ہی یہ رابطہ ختم کر دیا۔

مسٹر سنگھ نے دو گھنٹے کی طویل ملاقات کے بعد اس بات کا انکشاف کیا کہ وہ سی ایس آئی ایس کے لئے بھی کام کرتا رہا۔ اس کا کہنا تھا کہ ایجنسی کے ''فرن شعبے'' نے اس کی خدمات حاصل کیں۔ ان لوگوں سے منسلک رہنے کا فائدہ یہ تھا کہ اسطرح بھارتیوں کیساتھ اس کے تعلقات کو ''کور'' میسر آ گیا تھا اور اس حوالے سے وہ دونوں طرف اپنی دوکانداری کامیابی سے چلا رہا تھا۔

اس سوال پر کہ اس کے پاس کیا ثبوت ہے کہ سی ایس آئی ایس نے ہی اس سے رابطہ کیا تھا؟

مسٹر سنگھ نے خاموشی اختیار کی۔ واقعی اس نے کسی کی شناخت جاننے میں کبھی دلچسپی ظاہر نہیں کی اسے دلچسپی تھی تو صرف ڈالرز سے جن کے حصول کے لئے وہ کچھ بھی کر سکتا تھا۔

سی ایس ائی ایس کے ایجنٹ فریڈ کبسن کا کہنا ہے کہ ان لوگوں نے بھارتی قونصلیٹ کی جاسوسی سرگرمیوں کے راز حاصل کرنے کے لئے ضرور بھارتی انٹیلی جنس نیٹ میں اپنے آدمی داخل کئے تھے اس نے بتایا کہ 82ء میں میٹروپولیٹن پولیس پر فائرنگ سے ائر انڈیا کے حادثہ 85ء تک ہماری تحقیقات نے ہمیں قائل کر لیا کہ بھارتیوں کا ان واقعات میں بڑا اہم رول رہا ہے اس کے بعد ایجنسی کے لئے ضروری ہو گیا تھا کہ وہ بھارتی قونصلیٹ کے معاملات کا جائزہ لے اس سلسلے میں خصوصی اہتمام یہی کیا گیا کہ کسی طرح دونوں ممالک کے تعلقات جاسوسی کے اس کھیل سے متاثر نہ ہوں اور خاصا بچ کر کام کیا جائے۔ کیونکہ ان دنوں ہم بھارت سے ''پائپ لائن ڈیل'' کرنے جا رہے تھے۔

پائپ لائن والی کہانی ٹھیک تھی۔ کیلگری کینیڈا کی ایک کمپنی نووا کارپوریشن 16 سو میل لمبی دنیا کی سب سے بڑی پائپ لائن کی بھارت میں کھدائی کا ٹھیکہ لینے کے لئے کینیڈین وزارت خارجہ کے توسط سے کوشاں تھی۔ ایک اعشاریہ نو بلین ڈالر کے اس ٹھیکے کی نیلامی میں نووا کمپنی کو جن بڑے کاروباری اداروں کا سامنا تھا ان میں ایک اٹلی کی فرم، ایک فرنچ جاپانی کنسورشیم اور ایک میکسیکن فرم شامل تھی۔

نووا کمپنی 4 لاکھ 50 ہزار ٹن سٹیل پائپ کے ذریعے 18 اعشاریہ 5 ملین کیوبک میٹرک قدرتی گیس اور پٹرول کو مغربی بھارت سے شمالی بھارت کی کھاد ملوں میں پہنچانے کا ٹھیکہ لینے میں دلچسپی لے رہی تھی۔ یہ دنیا کی طویل ترین پائپ لائن ہوتی لیکن بالآخر کینیڈین وزارت خارجہ کی مدد کے باوجود نووا کمپنی کو یہ ٹھیکہ نہ مل سکا اور 86ء میں ایک طویل جدوجہد کے بعد اسے بھارتی حکومت کی طرف سے جواب مل گیا۔

کینیڈا کے نزدیک تجارتی میدان میں بھارت کو کیا اہمیت حاصل ہے؟ اور بھارتی منڈی پر اپنا قبضہ جمائے رکھنے کے لئے مغربی دنیا کہاں تک گر سکتی ہے۔ اس کا اندازہ مسس ایوگا کے کنزرویٹو ایم پی باب ہارنر کو لکھے کینیڈین وزیر خارجہ کے اس خط سے لگایا جا سکتا ہے۔ باب ہارنر جس علاقے کی پارلیمنٹ میں نمائندگی کر رہا تھا اس میں سکھوں کی غالب اکثریت آباد تھی اور یہ اس کے ووٹر تھے جن کی طرف سے اپنے ایم پی پر مسلسل دباؤ بڑھ رہا تھا، کہ وہ کینیڈین پارلیمنٹ میں ان کے جذبات کی ترجمانی کرے۔ جب باب ہارنر نے وزیر خارجہ جوائے کارک کو خط لکھ کر بھارتی حکومت کے مظالم اور سکھوں کی بے چینی کی طرف ان کی توجہ مبذول کروائی تو اس نے جوابی خط میں سکھوں کے ساتھ بھارتی حکومت کی وحشت پسندانہ پالیسی کو یکسر نظر انداز کرتے ہوئے لکھا۔

''میں شدت سے اس بات کا قائل ہوں کہ ہماری خارجہ پالیسی میں بھارت کی بے پناہ اہمیت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا اور ہمیں بہر صورت بھارت کے ساتھ اپنے ''خوشگوار تعلقات'' کو قائم رکھنا ہے۔ یہ ہمارے لئے ''انتہائی اہمیت کا حامل ملک'' ہے جس کے ذریعے ہم کینیڈا کی معیشت کو مضبوط بنیادوں پر استوار رکھ سکتے ہیں اور آپ کی اطلاع کیلئے یہ بھی عرض ہے کہ بھارت غیر جانبدار ممالک کی کانفرنس کا چیئرمین بھی ہے۔''

اس جواب سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ کینیڈین حکومت اپنے لاکھوں سکھ شہریوں کی قربانی پر بھی بھارت سے تعلقات نہیں بگاڑ سکتی ایسی تجارتی منڈی ہاتھ سے گنوانا ان کے لئے گھاٹے کا سودا ہے۔

اولسن جیسے سی ایس آئی ایس کے آپریشنل ہیڈ سے زیادہ اس تلخ حقیقت کا ادراک اور کسے رہا ہوگا۔ اس نے اپنی آر سی ایم پی سیکورٹی سروسز میں نوکری کے آغاز پر ہی اس کا تجربہ حاصل کر لیا تھا جب اس نے اٹاوہ میں کے جی بی کے ایک نیٹ کا سراغ لگایا تو وزارت خارجہ کی طرف سے اس پر مسلسل دباؤ

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

رہا کہ وہ اس معاملے کو گول ہی کر جائے۔ اس نے جب بھی سفارتی لبادے میں چھپے کے جی بی کے کسی جاسوس کی نشاندہی کی جواب میں اس کی حوصلہ شکنی کی گئی۔

سیکورٹی سروسز پر لکھی گئی اپنی کتاب **Man in the Shadow** میں جوہن ساوئیسکی بتاتا ہے کہ کس طرح ایک سال ....تک اپنی جان جوکھوں میں ڈال کر کینیڈین سیکورٹی ایجنٹ نے اسبات کا سراغ لگایا کہ روسی سفارت خانے کا کلچرل سیکرٹری دراصل کے جی بی کا ایجنٹ ہے لیکن وزارت خارجہ نے اس کو ملک بدر کرنے سے انکار کر دیا۔

ساوئیسکی لکھتا ہے۔ وزارت خارجہ کا صورت حال کو دیکھنے اور محسوس کرنے کا اپنا انداز ہے وہاں اس بات کا جائزہ لیا جاتا ہے کہ عظیم تر تجارتی اور ملکی مفادات کے مقابلے میں کسی غیر ملکی جاسوسی سفارت کار کا اخراج کیا معنی رکھتا ہے؟ اس سودے کے نفع اور نقصان کو بیلنس کرنے کے بعد اگر یہ سمجھا جائے کہ اس جاسوس کو ملک بدر کرنے سے ملک کے "مخصوص مفادات" پر زد پڑتی ہے تو اس معاملے میں خاموشی اختیار کرنا ہی بہتر سمجھا جاتا ہے۔ خواہ کوئی جاسوس گروہ رنگے ہاتھوں ہی کیوں نہ گرفتار ہو چکا ہو۔ اگر کینیڈا اور روس کے درمیان گندم کی فروخت کا کوئی معاہدہ چل رہا ہو اور کینیڈا حکومت یہ سمجھے کہ اس کے گندم کے زائد ذخائر اچھی قیمت پر ٹھکانے لگ سکتے ہیں اور ملکی محاصل میں خاطر خواہ اضافہ ہو سکتا ہے تو وہ گندم کی فروخت کو قومی سلامتی سے زیادہ اہمیت دیں گے۔"

ساوئیسکی لکھتا ہے کہ اگر ایسا ناگزیر ہی ہو جائے تو کسی بھی ڈپلومیٹ کو ایسے نامحسوس اور معصومانہ انداز سے ملک بدر کیا جائے گا کہ متعلقہ ملک کی طبع نازک پر یہ کارروائی ہرگز گراں نہ گزرے اور ان کے تعلقات پر کوئی آنچ نہ آنے پائے۔ مثلاً بجائے اس کے کہ متعلقہ شخص کو **Person non Grata** قرار دیا جائے۔ اس بات کا انتظار کیا جائے گا کہ اس ملک میں اس کی مدت ملازمت ختم ہو اور وہ خود ہی رخصت ہو جائے۔

آر سی ایم پی کو کینیڈین وزارت خارجہ کے اس رویئے سے بہت تکلیف پہنچتی ہے یہی وجہ ہے کہ ان کے تعلقات اکثر سرد مہری کا شکار رہتے ہیں۔ وزارت خارجہ کے لوگ اگر کسی غیر ملکی سفارت خانے کے کسی فرد کو ناپسندیدہ قرار دے کر ملک سے نکلنے کو بھی کہیں تو اسے بڑے عزت و احترام سے رخصت کیا جاتا ہے اور پریس کو اس معاملے کی ہوا بھی نہیں لگنے دی جاتی یہ خاموش اخراج آر سی ایم پی کو بڑا کھلتا ہے۔ کیونکہ اس طرح کینیڈین عوام کو ان کی خدمات کا علم ہی نہیں ہو پاتا۔

اکثر ایسا ہوا کہ جب کبھی کسی روسی سفارت کار کو ملک چھوڑنے کا حکم ملا اور کسی نہ کسی طرح یہ خبر پریس تک پہنچی تو ان لوگوں نے آر سی ایم پی کو فون کر کے ان کا ناطقہ بند کر دیا جبکہ یہ بے چارے

وزارت خارجہ کی ہدایت پر دم سادھے رکھنے پر مجبور ہوتے ہیں۔

یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ بھارت کے معاملے میں کینیڈین وزارت خارجہ کا معاملہ بالکل روسیوں جیسا نہیں ہوتا۔ جب 86ء میں نووا کمپنی کو پائپ لائن کی کھدائی کے ٹھیکے سے انکار کر دیا گیا تو 86ء میں اپنے سیکورٹی اداروں کی سفارشات پر محکمہ خارجہ نے عمل بھی کر دکھایا۔ اس ضمن میں بھارت اور کینیڈین وزارت خارجہ کے درمیان ایک خفیہ معاہدے کے ذریعے بھارتی وزارت خارجہ نے ٹورنٹو میں اپنے قونصل جنرل سریندر ملک کا تبادلہ بغیر تشہیر کے کسی اور ملک میں کر دیا۔

سریندر ملک نے بعد میں ایک "سوشل تقریب" میں جب وہ نشے کی حالت میں جھوم رہا تھا۔ احتجاجی لہجے میں کہا کہ اتنی اہم جاسوسی خدمات انجام دینے پر اسے امید تھی کہ اس کا عہدہ بڑھا کر اسے ترقی دے کر ٹرانسفر کیا جائے گا اور کسی بڑے ملک میں سفیر مقرر کر دیا جائے گا۔ سریندر ملک کو سفیر تو بنایا گیا لیکن کسی یورپی ملک میں نہیں بلکہ خلیج کی ایک چھوٹی سی ریاست قطر ہیں۔

سریندر ملک کا کہنا ہے کہ وہ یہاں آ کر خود کو کسی کنویں میں مقید خیال کرتا ہے۔ ایک اور معاہدے کے ذریعے قونصل جنرل جگدیش شرما کو بھی ٹورنٹو ٹرانسفر کرنا طے پایا لیکن وہ وینکور سے باہر نہیں نکلا۔ شاید بعد میں کسی مصلحت کے تحت کینیڈین وزارت خارجہ نے اس معاملے میں پسپائی اختیار کر لی۔

بہر حال اب سکھوں نے کینیڈین حکومت کی طرف سے بھارتی سفارت کاروں کی جاسوسی اور تخریبی سرگرمیوں پر آنکھیں بند کئے رکھنے کی پالیسی کو ہدف تنقید بنانا شروع کر دیا تھا۔ اس سلسلے میں پریس بھی ان کا ہمنوا تھا۔ فروری 87ء میں جب جوائے کلارک نے بھارت کا دورہ کیا تو سی ایس آئی ایس کی طرف سے بھارتی جاسوس سفارت کاروں کی ایک لسٹ بھی وہ اپنے ہمراہ لے گئے تھے۔ اگلے ایک مہینے میں تین بھارتی سفارت کاروں کو "ناپسندیدہ عناصر" قرار دے کر کینیڈا سے نکال دیا گیا۔ ان میں ٹورنٹو کا وائس قونصل اور مسٹر سنگھ کا "سپائی ماسٹر" برج موہن بھی شامل تھا۔

گوریندر سنگھ جو بھارتی سی بی آئی کا سپرنٹنڈنٹ اور وینکور میں قونصل تھا کو بھارت نے مارچ میں ٹرانسفر کر دیا۔ اوٹاوہ کے بھارتی ہائی کمیشن کے ایک قونصل اے کے دہر کو بھی تبدیل کر دیا گیا۔

یہ کارنامہ کسی باہمی معاہدے کے تحت چپ چاپ خاموشی سے انجام پا جاتا لیکن سی ایس آئی

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

ایس سے حاصل کردہ اطلاعات کی بنا پر کینیڈا کے اخبار ''گلوب اینڈ میل'' نے اس راز کا بھانڈہ پھوڑ دیا اور اخبار نے اپنے فرنٹ صفحے پر نمایاں سرخیوں کے ساتھ بھارتی سفارت کاروں کے دیس نکالے کی کہانیاں بیان کر دیں۔ بھارتی ہائی کمیشن کی طرف سے ان اخباری خبروں کو جھوٹ کا پلندہ قرار دیا گیا۔ لیکن کینیڈین وزارت خارجہ نے خاموشی اختیار کر لی۔

اپنے پیشرو دیوندر سنگھ آہلووالیہ کی طرح برج موہن لال کا تعلق بھی بھارتی انٹیلی جنس سے تھا اور وہ آہلووالیہ کی طرح ڈپلومیٹ کے بھیس میں جاسوسی سرگرمیوں میں ملوث تھا۔ 85ء میں جب اس کی پوسٹنگ ٹورنٹو میں ہوئی اس کی عمر گو کہ 55 سال تھی لیکن وہ اپنی عمر سے بہت چھوٹا دکھائی دیتا تھا۔ وہ چھوٹے قد اور پتلے جسم کا آدمی تھا۔ اور بھارت کے روایتی فوجی افسر کی طرح مونچھوں کو اپنے کونوں سے اٹھا کر رکھتا تھا۔ جیسے برٹش راج میں بھارتی فوجی افسر رکھا کرتے تھے وہ آہستہ اور سوچ سمجھ کر بات کرتا تھا اور اپنے مخاطب کو قائل کرنے کی پوری پوری صلاحیت رکھتا تھا۔

آہلووالیہ کی طرح لال بھی سستی شراب کے ذریعے اپنی سفارتی سرگرمیوں کی آڑ میں جاسوسی سرگرمیاں چلاتا رہا۔ اس نے گلوب اینڈ میل کے رپورٹر ذوہیر کاشمیری کو ایک مرتبہ آفر کی کہ اگر وہ چاہے تو کوڑیوں کے مول اسے حسب فرمائش شراب کے کریٹ مہیا کئے جا سکتے ہیں۔ یہ ایک طرح سے صحافتی رشوت تھی جس کے بدلے لال گلوب اینڈ میل کے اس ہونہار رپورٹر سے یہ توقع رکھتا تھا کہ وہ ان کے کیمپ میں شامل ہو جائے یہ الگ بات کہ کاشمیری نے نہ صرف اس کی آفر کو ٹھکرایا بلکہ اسے ''آن دی ریکارڈ'' بھی لے آیا۔

اس نے کاشمیری کے سامنے اس بات کا اعتراف بھی کیا کہ وہ کینیڈا میں انٹرنیشنل سکھ یوتھ فیڈریشن کو بدنام کر کے سکھوں کو کینیڈین کی نظروں سے گرانا چاہتا ہے۔ اسکی خواہش تھی کہ سنت جرنیل سنگھ بھنڈرانوالہ کے بھتیجے لکھبیر سنگھ براڑ کو ذلیل کر کے کسی چکر میں پھنسا دے اور ایسے حالات پیدا کرے کہ انٹرنیشنل یوتھ فیڈریشن کے صدر کو دیس نکالا مل جائے۔ سی ایس آئی ایس نے بھی یہ بات خاص طور سے نوٹ کی کہ لال فیڈریشن کے معاملات میں بہت زیادہ دلچسپی لے رہا تھا۔

20 نومبر 85ء کو ''گلوب اینڈ میل'' میں تین بھارتی جاسوسوں کے کارناموں کی تفصیلات کی سیریل کے آغاز سے دو روز قبل قونصل جنرل سریندر ملک نے کاشمیری کو فون کر کے شراب کی ایک پارٹی

میں آنے کی دعوت دی۔ وہ اس سے کچھ ''ضروری معاملات'' طے کرنے کا خواہشمند تھا۔ اس مقصد کے لئے اس نے یونگی اور بلور کے درمیان سب وے کے نزدیک ایک پرشور پب کا انتخاب کیا جو ٹورنٹو کے بھارتی قونصلیٹ کے نزدیک ہی واقع تھا۔

اس ملاقات میں لال نے ذوہیر کاشمیری کے سامنے اس بات کو دہرایا کہ وہ دراصل اپنے پیشتر قونصلیٹ کے جاری کردہ انٹیلی جنس آپریشن کو سمیٹنا چاہتا ہے اور اس کی خواہش ہے کہ اس بات کی تشہیر نہ کی جائے۔ اس نے بھارتی فوج میں اپنی سروسز کے متعلق باتیں کرتے ہوئے بتایا کہ وہ فارن سروسز میں آنے سے پہلے فوج میں بریگیڈیئر کے عہدے تک ترقی پا چکا تھا شراب کے نشے میں دھت اس نے جام پر جام لنڈھاتے ہوئے کاشمیری کے سامنے بھارتی پنجاب میں انٹیلی جنس سروسز کے دوران اپنے ہاتھوں انجام پانے والے کارناموں کا بھی تفصیلاً ذکر کیا۔

اس نے کہا پنجاب میں فوج کو زبردست مزاحمت کا سامنا تھا اور سنت جرنیل سنگھ بھنڈرانوالہ اور اس کے پیروکار آئے روز ہماری مشکلات میں اضافہ کر رہے تھے۔ ہمیں حکم ملا کہ سکھوں کے اس روحانی پیشوا کی طنابیں کھینچی جائیں۔ لال نے انکشاف کیا کہ ان لوگوں نے خفیہ خطرناک اور غیر قانونی سرگرمیوں کے لئے پنجاب میں ''تھرڈ ایجنسی'' قائم کی جس کے ذریعے وہ اپنا کھیل کھیلتے رہے لیکن لال نے دربار صاحب میں اسلحہ سمگل کرنے والی بات ماننے سے انکار کر دیا۔

اس نے بتایا کہ تھرڈ ایجنسی کو پنجاب میں یہ مشن سونپا گیا کہ وہ یہاں تحریک خالصتان کو ہر جائز و ناجائز ذریعہ اپنا کر تباہ کر کے رکھ دے اور سکھوں کو ایسا سبق سکھائے کہ پھر ان کی نسلیں اسے یاد رکھیں برج موہن لال نے کاشمیری کو بتایا کہ اس نے آرمی کے دیگر پانچ جوانوں کے گروپ کے ساتھ بھنڈرانوالہ کا تعاقب کیا۔ پنجاب سے 6 کلومیٹر دور بمبئے تک گئے اور واپس آ گئے۔

''ہم نے اس موقع پر بھنڈرانوالہ کو مار دینے کا فیصلہ کیا''۔۔۔۔۔۔ اس نے بتایا۔۔۔۔۔۔

''لیکن پرائم منسٹر یہ خطرہ مول نہیں لینا چاہتی تھی اگر ہماری بات مان لی جاتی تو آپریشن بلیو سٹار سے بہت پہلے بھنڈرانوالہ کا صفایا ہو چکا ہوتا۔

اس نے ذوہیر کاشمیری کے روبرو پانچ سکھ انتہا پسندوں کو اپنے ''جاسوسی گینگ'' کی مدد سے قتل کرنے کا دعویٰ بھی کیا۔ اس نے کہا کہ پنجاب میں مسلسل نوکری کرنے سے اب میں بوریت محسوس کرنے لگا اور کچھ عرصہ آرام کرنے کے لئے اس کا تبادلہ ''ڈپلومیٹس'' میں کر دیا گیا۔ اس ضمن میں اس کی پہلی تعیناتی ''گی آنا'' میں ہوئی جو جنوبی امریکہ کی شمال مشرقی کوسٹ پر واقع ہے اس نے کہا میں نے یہاں جی بھر کے عیاشی کی۔ تھرڈ ایجنسی کے لوگوں کیلئے یہ ایک اڈہ بن گیا تھا جہاں وہ چھٹیاں گزارنے آیا

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

کرتے۔ لال نے اس ملاقات میں کاشمیری کے سامنے ایران میں ایک جاسوسی مہم سر کرنے کا اقرار کیا۔

لال کی خواہش تھی کہ ''گلوب اینڈ میل'' اخبار انٹرنیشنل سکھ یوتھ فیڈریشن اور اس کے صدر لکھبیر سنگھ کی سرگرمیوں کا نوٹس لے اور ایک طویل مضمون ان کے متشددانہ نظریات پر لکھ کر یہ بات بھی واضح کرے کہ انتہا پسند نظریات کے حامل سکھوں کی یہ جماعت کینیڈا کے گوردواروں پر آہستہ آہستہ قابض ہو رہی ہے اور یہاں نئی سکھ سوسائٹی پر اس کا کنٹرول مضبوط ہو رہا ہے جو مستقبل میں کینیڈین لاء اینڈ آرڈر کے لئے زبردست مسائل پیدا کر دے گا۔ وہ بغیر کسی ثبوت کے بضد تھا کہ آئی ایس وائی ایف ایک دہشت گرد تنظیم ہے اور ائر انڈیا کے جہاز کی تباہی میں بھی اس کا ہاتھ ہے۔

لال بھی اپنے پیشرو سریندر ملک کی طرح لالچ اور تحریص کے ذریعے ''ڈس انفارمیشن'' پھیلا کر کینیڈا کے ایک بڑے اخبار کے ذریعے عوام کو گمراہ کرنا چاہتا تھا اس کا طریق کار سریندر ملک سے کچھ زیادہ مختلف نہیں تھا۔

وہ بظاہر تو سریندر ملک کو گالیاں دے رہا تھا لیکن اصل میں بڑی ہوشیاری سے اسی کے لئے وکالت بھی کر رہا تھا۔ ''گلوب اینڈ میل'' کو اس بات کا گلہ تھا کہ بھارت کے قونصل جنرل نے انہیں گمراہ کن اطلاعات کی اشاعت کا ذریعہ بنائے رکھا اور اپنے منصب کا خیال رکھے بغیر جھوٹ اور دروغ گوئی سے کام لیتا رہا اس کے خلاف اخبار نے مضامین لکھنے شروع کئے تھے جس میں اس کی اصلیت بے نقاب ہونے لگی تھی۔

''سریندر ملک اب ایک مردہ آدمی ہے........ وہ تو کینیڈا سے دفع ہو رہا ہے لعنت بھیجیں اس پر اب اس کے متعلق کیا لکھنا؟...... اس نے کاشمیری سے کہا۔

اس نے کاشمیری سے کہا کہ یہ سکھ لوگ اس قابل ہیں کہ ان کے ساتھ ایسا ہی سلوک کیا جائے۔ سریندر ملک نے کوئی زیادتی نہیں کی۔ اس نے ان سے بالکل صحیح نمٹا ہے۔

سی ایس آئی ایس نے 86ء کے آغاز میں اسباب کی تصدیق کر دی تھی کہ برج موہن لال ''را'' کا اعلیٰ افسر ہے اور یہاں سفارت کاری کی آڑ میں جاسوسی گورکھ دھندا چلا رہا ہے لیکن نووا کارپوریشن کے مذاکرات چونکہ بھارتی حکومت سے چل رہے تھے اس لئے کینیڈا وزارت خارجہ نے مارچ 87ء جب تک نووا کارپوریشن کو بھارت سے کورا جواب نہیں مل گیا۔ اس کا نوٹس نہ لیا۔ اس دوران لال کے پاس اپنی مذموم سرگرمیاں جاری رکھنے کیلئے بے پناہ وقت موجود تھا اور وہ ٹورنٹو کی ایسٹ انڈین سوسائٹی میں گمراہی پر مبنی نظریات پھیلاتا رہا۔

گوربچن مادھوپوری کا کہنا ہے کہ لال نے ہندو اور سکھوں کے درمیان منافرت کی فضا پیدا

کئے رکھنے میں بڑا اہم رول ادا کیا ہے۔ مادھوپوری نے بتایا کہ لال نے کینیڈا میں سب سے زائد منہ زور ہندو گروپ کھڑے کرنے میں دل و جان سے مدد کی۔ ان مذہبی اور لسانی اڈوں کے ذریعے بھارتی سفارت خانہ کینیڈین میں ممبران اسمبلی اور سیاست دانوں پر اثر انداز ہوتا رہا۔ ممکن ہے مادھوپوری اس لئے بھی لال کا مخالف رہا ہو کہ 85ء میں آہلووالیہ کی بھارتی قونصلیٹ سے رخصتی کے بعد سے ٹورنٹو میں اس کے تعلقات کچھ زیادہ بہتر نہیں رہے تھے اور اب وہ پہلے کی طرح بھارتی قونصلیٹ میں بااثر آدمی شمار نہیں ہوتا تھا۔ ورنہ اس کے منہ سے بھارتیوں کے متعلق ایسا انکشاف بڑی عجیب بات لگتی ہے۔

انڈین ہائی کمیشن اس بات پر بضد رہا کہ لال کا تبادلہ کینیڈین وزارت خارجہ کی شکایت پر نہیں ہوا جبکہ وہ اپنی ریٹائرمنٹ سے پہلے نوکری کے آخری چھ ماہ بھارت میں گزارنا چاہتا تھا لیکن ان کا جھوٹ صرف اس بات سے عیاں ہے کہ لال کو کینیڈا سے پھر واشنگٹن بھیجا گیا تھا نہ کہ واپس بھارت۔

لال کی کینیڈا سے روانگی پر مسٹر سنگھ نے اس سے درخواست کی کہ اس کا قونصلیٹ میں کسی اور سے تعارف کروایا جائے تاکہ سوڈالر والا سلسلہ چلتا رہے۔ لال نے مسٹر سنگھ سے کہا مطمئن رہو جیسے ہی کوئی مطلب کا آدمی قونصلیٹ میں آیا میں تمہیں اس سے ضرور ملوا دوں گا۔ وہ خود تمہیں میرے حوالے سے فون کر کے بات کرے گا۔ تم کسی سے ملنے کی کوشش نہ کرنا۔ دو سال تک مسٹر سنگھ اس فون کال کا انتظار رہا پھر مایوس ہو گیا۔ اس نے کہا.........

''خدا جانے ان لوگوں کو مجھ پر شک تو نہیں ہو گیا۔ اچھا اگر ہو گیا تو جائیں جہنم میں مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں۔''

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

''تجارتی دوست''

28 اکتوبر کی سہ پہر 4 بجے کے ایل رائل ڈچ ائرلائن کے جیٹ نے معمول کے مطابق ٹورنٹو کے پرسن ائرپورٹ کی طرف اپنی پرواز شروع کی۔ مسافروں میں بلکار سنگھ نامی ایک سکھ بھی موجود تھا۔ جیسے ہی جہاز نے بادلوں کی گہری چادر کا پردہ چاک کیا اور اس کا رخ ٹورنٹو کیطرف موڑا گیا بلکار سنگھ کا دل ایک انجانی مسرت کے احساس سے دھڑکنے لگا۔ کینیڈا اس کا وطن تھا۔

40 سالہ سکھ نے حال ہی میں ایک لیموزین کار خریدی تھی جو آج وہ پہلی مرتبہ خود ائرپورٹ سے چلا کر گھر لے جاتا ٹورنٹو ائرپورٹ پر اس کا استقبال سب سے پہلے اس کی سات سالہ بیٹی نوجیت نے کیا۔

''ڈیڈی تمہیں واپس اپنے درمیان موجود پا کر ہمیں بہت خوشی ہو رہی ہے۔'' یہ کہتے ہوئے وہ بھاگ کر اپنے باپ کے گلے لگ گئی۔

اس کی بیوی اور دو لڑکے بھی سامنے موجود تھے اور ان کے پیچھے سکھوں کا ایک گروپ کھڑا تھا یہ لوگ اس کے استقبال کو آئے تھے۔ ان کا تعلق انٹرنیشنل سکھ یوتھ فیڈریشن کے ہیومن رائٹس گروپ سے تھا اور ان کے ساتھ کیمرہ بھی موجود تھا جو بلکار سنگھ کے استقبال کی فلم بنا رہا تھا مقامی اخبارات کے رپورٹرز اور ٹی وی کیمرے اس کے علاوہ تھے۔

''میرا جی چاہتا ہے کہ کینیڈا کی زمین کو جھک کر بوسہ دوں۔'' بلکار سنگھ نے بھرائی ہوئی آواز میں رپورٹرز سے کہا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

اس کی خوشی بجا تھی کیونکہ بلکار سنگھ نے ایک سال مشرقی پنجاب کے شہر امرتسر کی مال منڈی میں بنے تفتیشی مرکز میں کاٹا تھا۔ جب وہ ایک سال پہلے بھارت اپنے عزیزوں سے ملاقات کرنے گیا تو اس کو ''دہشت گردی'' کے الزام میں جیل میں دھر لیا گیا۔

مال منڈی کے عقوبت خانے میں بلکار سنگھ پر ہر غیر انسانی اخلاقی جبر ڈھایا گیا۔ اس کا یہاں

سے زندہ بچ کر نکل آنا بلاشبہ کسی معجزے سے کم نہیں تھا۔

بلکار سنگھ 5 اکتوبر 87ء کو بھارت 13 سال کینیڈا میں قیام کے بعد اپنی کینسر کی مریض بہن سے ملنے گیا اس کی خواہش تھی کہ اپنے سکول کے زمانے کے دوستوں سے بھی مل لے عموماً غیر ممالک میں رہنے والے ایشیائی باشندے جب اپنے آبائی وطن کو جاتے ہیں تو نمود و نمائش پر بہت توجہ دیتے ہیں اور خود کو ہر جگہ نمایاں کرنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔

بلکار سنگھ بھی عام ایشیائی نوجوان تھا اور ایسی ہی عادتوں کا مالک بھی۔ بلکار سنگھ نے ایک ہوٹل میں اپنے لئے کمرہ بک کروا رکھا تھا جہاں وہ اپنے دوستوں کو ملاقات کے لئے بلایا کرتا تھا یہیں سے وہ ایک روز 2 نومبر کو قابو آ گیا۔

''میں نے اپنے آبائی شہر میں ایک ہوٹل میں کمرہ لے رکھا تھا کیونکہ یہاں میرے بچپن کے بے شمار دوست موجود ہیں اور فرداً فرداً ان کے گھروں میں جا کر ملنا بہت مشکل تھا میں نے سوچا یہاں دوستوں کی مقامی روایات کے مطابق خاطر خواہ تواضع بھی ہو سکتی ہے۔ اس کے علاوہ خواتین کے لئے بھی الگ سے بندوبست یہاں موجود تھا۔''

اس نے رپورٹرز کے سامنے بیان دیتے ہوئے بتایا۔

''رات نو بجے کسی نے ہوٹل کے کمرے کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ میں دروازہ کھول کر باہر نکلا تو وہاں کوئی موجود نہیں تھا۔ میں نے راہداری میں ادھر ادھر دیکھا پھر اپنے کمرے میں واپس لوٹ گیا۔ دروازہ ابھی کھلا ہی تھا کہ اچانک دو مسلح آدمی ہاتھوں میں ریوالور پکڑے کمرے میں گھس آئے اور پکڑ لو پکڑ چلاتے ہوئے مجھے دبوچ لیا میں گھبرا گیا۔ پہلے تو میں نے یہی سمجھا کہ یہ مجھے غیر ملکی مالدار آسامی جان کر لوٹنے آئے ہیں۔ میں نے چاہا کہ ان لٹیروں کو کچھ دے دلا کر اپنی جان چھڑا لوں۔ میں نے کہا۔

''بیٹھو اور انسانوں کی طرح بات کرو تمہیں آخر کیا چاہئے۔ اس پر انہوں نے کہا ہم یہاں بیٹھنے نہیں بلکہ تمہیں گرفتار کرنے آئے ہیں۔''

اس نے اپنی داستان الم سناتے ہوئے کہا۔ بلکار نے بتایا کہ امرتسر انٹرنیشنل ہوٹل سے ان لوگوں نے میری آنکھوں پر پٹی باندھ دی اور مجھے مارتے پیٹتے جیپ تک لے آئے کوڑا کرکٹ کی طرح انہوں نے مجھے جیپ میں پھینکا اور مال منڈی کے عقوبت خانے میں لے گئے۔

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

اس نے بتایا کہ تب تک میں خوفزدہ نہیں تھا اور یہی سمجھ رہا تھا کہ یہ لوگ کسی غلط فہمی کا شکار ہو کر کسی اور کی جگہ مجھے لے آئے ہیں اور اپنی غلطی کا احساس کرنے کے بعد مجھے باعزت میرے ہوٹل میں واپس چھوڑ جائیں گے۔ میں نے یہ بھی سوچا کہ اگر ان لوگوں کو واقعی میرے متعلق کوئی غلط فہمی ہے تو کینیڈین پولیس سے انکوائری کے بعد معاملہ ختم ہو جائے گا۔ میں ان سے بات کرنا چاہتا تھا اور وہ مجھے بے تحاشہ مار پیٹ رہے تھے۔

اس نے اپنے اوپر توڑے گئے مظالم کی کہانی سناتے ہوئے کہا۔

''وہ لوگ مجھے دن میں چودہ گھنٹے ننگا رکھ کر مجھ پر تشدد کرتے تھے۔ مجھے چمڑے کے ہنٹروں سے پیٹا جاتا تھا۔ میرے دونوں بازو اور پاؤں باندھ کر مجھے چھت سے الٹا لٹکایا جاتا۔ اس دوران وہ چمڑے اور لوہے کی تاروں سے بنے بیت سے مجھے دیوانہ وار پیٹتے میرے جسم سے خون بہہ بہہ کر اب دوبارہ زخموں پر جمنے لگا تھا مجھے یوں محسوس ہوتا تھا میرے کندھے اور ٹانگیں ٹیڑھی ہو چکی ہیں وہاں بے ہوش ہونے پر جان نہیں چھٹتی۔ فوراً منہ پر پانی کے چھینٹے مار کر وہ دوبارہ ہوش میں لے آتے ہیں اور تشدد کا نیا دور شروع ہو جاتا۔''

ٹورنٹو میں اپنے گھر کے شاندار کمرے میں ایک آرام دہ کرسی پر بیٹھے بلکار سنگھ نے خود پر ڈھائے گئے ظلم وستم کی کہانی سناتے ہوئے وہاں موجود اخبار نویسوں کو اشکبار کر دیا اس نے کہا۔

''تشدد کا دوسرا مرحلہ اتنا اذیت ناک تھا کہ بیان سے باہر ہے۔ انہوں نے مجھے ایک کرسی سے باندھ کر میرے کان اور ناک میں بجلی کے تار لگا دیئے۔ ناک میں کرنٹ لگنے سے میرے دماغ کو اتنا زوردار جھٹکا لگتا کہ مجھے مر جانے کا احساس ہوتا۔ میں کئی مرتبہ یہی سمجھا کہ میں مر گیا ہوں۔''

بلکار نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ اب وہ زندہ اپنے بچوں میں واپس آئے گا۔ اس کے لئے آج بھی یہ بات معمہ بنی ہوئی ہے کہ بھارتی انٹیلی جنس کے درندوں نے اس کے ساتھ ایسا بہیمانہ سلوک کیوں کیا۔ اس کے زخم ابھی تک نہیں بھر سکے اور ان کا علاج جاری ہے۔

اس نے کہا پہلی دفعہ ان لوگوں نے مجھ پر الزام لگایا کہ میں پنجاب میں سرگرم عمل سکھ حریت پسندوں کا مددگار ہوں اور ان کے لئے روپیہ لے کر آیا ہوں۔ میں نے سکھوں سے ملاقات بھی کی ہے تم کینیڈا سے اس خصوصی مشن پر پنجاب آئے ہو۔

جب مجھ سے کوئی نہ اگلوا سکے تو انہوں نے اپنا الزام بدل دیا اور مجھے کہا کہ میں سی ایس آئی ایس کی طرف سے جاسوسی مشن پر بھارت آیا ہوں مجھے تب تک علم نہیں تھا کہ سی ایس آئی ایس کیا ہے؟ میں نے اس ایجنسی کا نام ہی سنا تھا۔ کچھ دیکھا نہیں تھا انہیں کیا بتاتا۔

وہ مجھے وحشیوں کی طرح دیوانہ وار پیٹتے اور ایک ہی سوال کرتے کہ میں انہیں بتاؤں مجھے سی ایس آئی ایس نے یہاں کس مشن پر بھیجا ہے؟ اس کے بعد وہ اس سکھ دہشت گرد گروپ کے متعلق پوچھنے لگتے جس نے مجھے یہاں بھیجا تھا؟ میرے پاس ان سوالات کا جواب نہیں تھا۔

دوران تفتیش بھارتی انٹیلی جنس نے اس سے کئی کاغذات پر دستخط کروائے بلکار سنگھ نے کبھی کسی کاغذ کو پڑھنے کی کوشش نہیں کی۔ اس کے پاس چپ چاپ ان کی ہر بات ماننے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے۔

ایک روز جب انہوں نے مجھے ادھ موا کر کے گوشت کے بے جان لوتھڑے کی طرح جو جانوروں کے سامنے پھینکا جاتا ہے۔ میرے سیل میں پھینک دیا اور اسے تالا لگا کر چلے گئے تو میں نے دروازے کے سامنے دو گارڈز کی گفتگو سنی ان میں سے ایک دوسرے سے کہہ رہا تھا۔

''تمام سامان تیار ہے؟''

دوسرے نے کہا

''ہاں میں نے پٹرول منگوا لیا ہے''

پہلے نے کہا........

''ٹھیک ہے۔ اسے باہر نکالو اور اس پر پٹرول پھینک کر جلا دو''

میں نے خوفزدہ ہونے کے بجائے خدا کا شکر ادا کیا۔ جو میری جسمانی حالت تھی اس کے بعد سوائے مر جانے کے اور کوئی نجات کی راہ باقی نہیں رہتی تھی۔ میں خدا سے دعا مانگ رہا تھا کہ جتنی جلدی ممکن ہو یہ لوگ مجھے مار ڈالیں۔ اگر وہ مجھے اس حالت میں مار دیتے تو مجھے اپنے خدا سے کبھی گلہ نہ ہوتا۔

حیرت کی بات تو یہ ہے کہ بھارتی انٹیلی جنس بلکار سنگھ پر وحشیانہ تشدد کر کے اس سے کسی جنگجو گروپ سے تعلق ائر انڈیا کی تباہی وغیرہ سے متعلق تفتیش کرتی رہی حالانکہ بلکار سنگھ کا سکھ سیاست سے دور پار کا بھی کوئی تعلق نہیں تھا اور وہ آر سی ایم پی یا سی ایس آئی ایس کے نزدیک کبھی مشتبہ نہیں رہا۔

ایک سال تک بلکار سنگھ جیل میں نظر بند رکھا گیا۔ اس پر کوئی الزام ثابت نہیں ہو سکا اور اسے بھارتی آئین کی ایک خاص دفعہ کے تحت جس میں پولیس کو کسی بھی ملزم کو بغیر کوئی وجہ بتائے ایک سال تک نظر بند رکھنے کے اختیارات حاصل ہیں نظر بند رکھا گیا جس کے بعد ڈرامائی طور پر اس کی رہائی عمل میں آئی۔

ایک روز اسے جیل سے نکال کر امرتسر کے ہوائی اڈے پر پہنچایا گیا جہاں ایک چھوٹے جہاز

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

کے ذریعے اسے دہلی لایا گیا اور یہاں سے بغیر کوئی وجہ بتائے بغیر کسی معافی یا معذرت کے بلکار سنگھ کو ایک بین الاقوامی فلائٹ پر سوار کر دیا گیا۔ اس کے وکیل روپندر سنگھ کا کہنا ہے کہ اس نے صرف عدالت میں بلکار سنگھ کا وکالت نامہ داخل کرانے کا ہی جرم کیا ہے۔ اس کے لئے اپنے موکل سے ملاقات جوئے شیر لانے کے مترادف تھی۔

خود کینیڈین ہائی کمیشن نے جب اپنے شہری سے ملاقات کی کوشش کی تو انہیں تین ہفتے کے بعد ملاقات کی اجازت دی گئی لیکن یہ ملاقات بھی مشروط تھی۔ کینیڈین ہائی کمیشن سے کہا گیا وہ کسی ڈاکٹر کے ذریعے بلکار سنگھ کا طبی معائنہ نہیں کروا سکتے۔

باور کیا جاتا ہے کہ بلکار سنگھ کو بھارتی انٹیلی جنس نے دراصل قربانی کا بکرا بنایا تھا۔ اب تک بھارتی انٹیلی جنس غیر ملکی مداخلت کا کوئی ثبوت حاصل نہیں کر سکی تھی اس طرح وہ دراصل عالمی پریس کو بتانا چاہتا تھا کہ سکھوں کی تحریک کے پیچھے غیر ملکی پشت پناہی کارفرما ہے۔

دوسری طرف بھارتی حکام بلکار سنگھ سے تشدد کے ذریعے بیان حاصل کرنے کے بعد اپنے دوست کینیڈا کے وزیر خارجہ جوائے کلارک کو اس بات کا قائل کر سکتے تھے کہ کینیڈا کے سکھ انتہا پسند ہیں اور وہ خالصتانیوں کے ہاتھ مضبوط کر رہے ہیں۔ اس طرح جوائے کلارک بھی اپنے بہترین ''تجارتی دوست'' کے حق میں زیادہ بہتر لابنگ کر سکتا تھا۔

بلکار سنگھ کی رہائی یوں ہی عمل میں نہیں آئی تھی۔ اس کے لئے ایمنسٹی ہیومن رائٹس کے بے شمار گروپس اور یو این او کے ہیومن رائٹس کمیشن نے بھارتی حکومت پر اتنا دباؤ ڈالا کہ اسے مجبور ہو کر بلکار سنگھ کو رہا کرنا پڑا۔

اس معاملے میں بھارتی اخبارات عجیب عجیب طرح کی کہانیاں سنا رہے تھے۔ ایک اخبار نے کینیڈین سی ایس آئی ایس پر الزام لگا دیا کہ وہ سکھ دہشت گردوں کی مدد کر رہی ہے۔ دوسرے اخبارات نے اسے خالصتان لبریشن فورس کے پے ماسٹر قرار دیا۔ اس کی گرفتاری کو مقامی اور غیر ملکی سکھ دہشت گردوں کے درمیان روابط کا ثبوت قرار دیا گیا۔ ہر کہانی کے ساتھ یہ بھی کہہ دیا جاتا کہ یہ پولیس کے الزامات نہیں بلکہ ہونہار اخبار نویسوں کی تحقیقات کے نتیجے میں برآمد ہونے والی سچی کہانی ہے۔

بلکار سنگھ پر ایک وقت میں بھارتی انٹیلی جنس نے یہ دباؤ بھی ڈالا کہ وہ خود کو ورلڈ سکھ آرگنائزیشن کا ممبر تسلیم کرلے حالانکہ اس سے پہلے ڈبلیو ایس او پر ان لوگوں نے دہشت گردوں کی مدد کا الزام نہیں لگایا تھا۔ شاید بھارتی حکومت نے ایک اور غیر ملکی سکھ کو اس الزام میں تشدد کا نشانہ بنایا تھا کہ اس کا تعلق انٹرنیشنل سکھ یوتھ فیڈریشن سے ہے۔

کس ایوگا کے دلجیت سنگھ ڈھلوں کو بھارتی حکومت نے بلکار سنگھ سے دو ماہ پہلے ستمبر 87ء میں گرفتار کیا تھا۔ اس پر پاکستان سے ہتھیار خرید کر بھارت سمگل کرنے اور دہشت گردی کی وارداتوں میں ملوث ہونے کا الزام تھا۔ تفتیش کے بعد اس پر باقی الزام تو غلط ثابت ہوئے صرف کاغذات کے بغیر بھارت میں داخلے کے الزام میں اسے ایک سال قید کی سزا ملی۔ سال قید کاٹنے کے بعد بھی وہ رہا نہ ہو سکا۔ اور تقریباً 14 ماہ بعد اسے رہائی نصیب ہوئی۔

دونوں بے گناہ سکھوں کی گرفتاری سے بھارت دراصل یہ بات ثابت کرنا چاہتا تھا کہ کینیڈین سکھ پنجاب کی دہشت گردی میں ملوث ہیں اور خالصتان تحریک میں اہم ترین رول ادا کر رہے ہیں۔ گو کہ یہ الزامات غلط ثابت ہوئے لیکن کسی نے بھارتی حکومت پر انسانیت کی اس قدر تذلیل کرنے کے جرم میں کوئی مقدمہ نہیں چلایا۔

چاہئے تو یہ تھا کہ کینیڈین شہریوں کے ساتھ ایسے بہیمانہ ظلم پر کینیڈا کی طرف سے زبردست احتجاج ہوتا۔ لیکن اس کے برعکس کینیڈا کے وزیر خارجہ جوائے کلارک نے بھارت سے یوں احتجاج کیا کہ جیسے اسے مبارکباد دے رہا ہو۔ کینیڈین وزیر خارجہ نے ''مانی ٹوبا'' کے گورنر ہاورڈ پاؤلے کو ایک خط لکھا جس میں خالصتان کو تین سکھ تنظیموں ببر خالصہ۔ آئی ایس وائی ایف اور ڈبلیو ایس او کے متعلق کہا کہ یہ تینوں تنظیمیں بھارت میں آزاد خالصتان کی حامی ہیں اور ان کے ممبران پنجاب میں سرگرم عمل خالصتانیوں کی دامے درمے قدمے سخنے مدد کرتے رہتے ہیں۔ آپ سے درخواست کروں گا کہ آپ ان تنظیموں کی طرف سے منعقدہ کسی بھی تقریب میں شرکت نہ کریں اس طرح ہمارے بھارتی دوست ناراض ہوتے ہیں۔ کیونکہ کسی کینیڈین آفیشل کا سکھوں کی تقریب میں شامل ہونا ہماری حیثیت کو ہمارے دوست بھارت کے نزدیک مشکوک ٹھہراتا ہے۔

اس تفصیلی خط میں جوائے کلارک نے ہاورڈ سے کہا کہ وہ ان سکھ تنظیموں سے متعلق کوئی بھی اطلاع چاہے تو وزارت خارجہ سے رجوع کر سکتا ہے۔

جوائے کلارک نے اس نوعیت کے خطوط چھ اور صوبائی حکومتوں کو بھی لکھے بلکہ جہاں سکھ اکثریت میں آباد ہیں اور جہاں کے مقامی رہنما ان کی مذہبی تقریبات میں شرکت کرتے رہتے تھے ان میں اونٹاریو اور برٹش کولمبیا بھی شامل ہیں۔

صاف ظاہر ہے کہ کینیڈا گورنمنٹ کو بہر صورت بھارت کی خوشنودی مطلوب تھی اور اس کے لئے کینیڈا کا وزیر خارجہ کسی بھی اخلاقی اور انسانی اقدار کو خاطر میں لانے کے لئے تیار نہیں تھا۔

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

اس نوعیت کے خطوط لکھنا جوائے کلارک کی عادت بن چکی تھی۔ اس نے کینیڈا میں بھارت کی لابنگ کا ذمہ اٹھا رکھا تھا۔ بھارتی حکومت کی ہر غلط صحیح خواہش کا احترام اس کا مشن بن چکا تھا۔ اس ضمن میں 16 دسمبر 85ء کو بھارتی حکومت کے ہمنوا اخبار ہندوستان ٹائمز میں ایک مضمون بھرت کرناو نے لکھا جو کینیڈا میں سکھ سیاست اور وزارت خارجہ کے کردار سے بحث کرتا تھا۔ اس مضمون میں انکشاف کیا گیا کہ کینیڈین آر سی ایم پی نے اپنی تحقیقات سے بھارتی انٹیلی جنس کو آگاہ رکھنے پر معذوری ظاہر کی تھی کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ ائر انڈیا کی تباہی میں بھارتی حکومت ملوث ہے لیکن یہ جوائے کلارک تھا جس نے آر سی ایم پی کے کمشنر رابرٹ سائمانڈ کو اتنا مجبور کر دیا کہ ایک معاہدے کے تحت کینیڈین وزارت خارجہ یہ اطلاعات انڈین فارن سیکرٹری رامیش بھنڈاری کو منتقل کرنے کا پابند ہو گیا۔

جب اندرا گاندھی کے قتل کے بعد دہلی میں سکھوں کے خون سے ہولی کھیلی جا رہی تھی تو جوائے کلارک ایک تجارتی مشن کے ساتھ بھارت میں موجود تھا۔ حالانکہ یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ کانگریس برسر اقتدار پارٹی نے سکھوں کے اس قتل عام میں ہندو بلوائیوں کی ہر طرح مدد کی تھی لیکن اس وقت اور بعد میں بھی کبھی جوائے کلارک کو یہ توفیق نہ ہوئی کہ وہ ایک لفظ بھی سکھوں کی حمایت میں ادا کرتا۔

بھارت کی حمایت اور سکھوں کی مخالفت کرنے میں جوائے کلارک ہمیشہ پیش پیش رہا۔ سکھوں کے تئیں اس کے مخالفانہ رویئے کی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔ دسمبر 86ء میں ''کمپلو پس نیوز'' نے ایک خبر کی سرخی اس طرح لگائی۔

''سکھوں کو ملنے سے انکار''

اس خبر کی تفصیلات کے مطابق جوائے کلارک کے پریس سیکرٹری نے ایک بیان جاری کیا تھا جس کے مطابق سکھوں نے کینیڈین وزیر خارجہ سے ایک ملاقات کی درخواست کی تھی ان کا کہنا تھا کہ بھارتی حکومت سکھوں کے امیج کو تباہ کرنے کے لئے ڈس انفارمیشن مہم چلا رہی ہے اور اس کی ہر بات کو کینیڈین وزارت خارجہ من وعن تسلیم کرتی ہے جس کی وجہ سے سکھوں کا نقطہ نظر بھی دب کر رہ گیا ہے۔

وہ لوگ اپنی پوزیشن کی وضاحت کے لئے ملاقات کے خواہش مند تھے لیکن جوائے کلارک نے انہیں ملنے سے انکار کر دیا کیونکہ اس کے خیال میں اس کی ضرورت نہیں تھی اور وہ بھارتی حکومت کے سامنے کوئی ایسا تاثر نہیں چھوڑنا چاہتا تھا جو اس کے بھارتی دوستوں کی ناراضگی کا باعث بنتا۔

اس نے کہا ہم نے اس بات کا ٹھیکہ نہیں لے رکھا کہ کینیڈا میں موجود سکھوں کی دوسری اور تیسری نسل بھی پنجاب کو اپنا مسئلہ بنائے رکھے۔

86ء کے آغاز میں فیڈریشن آف سکھ سوسائٹیز کینیڈا نے جب متعلقہ وزارت کو درخواست گزاری کہ یونیورسٹی میں سکھ سٹڈیز کے لئے ''چیئر'' مختص کی جائے تو جوائے کلارک آڑے آیا اور اس نے اس معاملے میں مداخلت کرتے ہوئے کہا کہ برٹش کولمبیا یونیورسٹی میں سکھ سٹڈیز چیئر کے قیام سے بھارتی حکومت ناراض ہو سکتی ہے اور دونوں ممالک کے آپس کے تعلقات متاثر ہونے کا خطرہ ہے۔ اس پر کینیڈین پریس نے وزارت خارجہ پر زبردست تنقید کی۔

فروری 87ء میں اپنی مخالفت کے باوجود جوائے کلارک یونیورسٹی آف ٹورنٹو میں سکھ ازم پر کانفرنس کو روکنے میں ناکام رہا۔ ٹورنٹو کا مشہور سکھ وکیل شیر سنگھ کھل کر اس کے مقابل آ گیا۔ اس نے وزارت خارجہ کو عدالت میں گھسیٹنے کی دھمکی دے دی۔ جس روز شیر سنگھ کا بیان شائع ہوا اگلے ہی دن اسے وزارت خارجہ کی طرف سے خط موصول ہو گیا جس میں وزارت خارجہ نے اپنے نقطہ نظر سے پسپائی اختیار کر لی تھی۔

دسمبر 87ء میں جب اس نے ریاستی حکام کو خطوط لکھ کر تین سکھ تنظیموں کو دہشت گرد قرار دیا اور پھر اس کے پریس سیکرٹری کا یہ بیان کہ سکھ اپنے مسائل کیلئے جوائے کلارک کے بجائے ''ملٹی کلچرل وزارت'' سے رجوع کیا کریں چھپا تو ''ملٹی کلچرل وزارت'' نے اسے ہاؤس آف کامن میں آ کر اپنے اس الزام کی وضاحت کے لئے کہا کہ آخر سکھ اس کے نزدیک کس بنیاد پر دہشت گرد قرار پاتے ہیں۔ جوائے کلارک نے پالیمینٹ کے سامنے اپنے الزام کی وضاحت سے انکار کر دیا۔

اس کے بجائے ''انصاف کمیٹی'' کے سامنے پیش ہو گیا۔ اور صرف یہ کہنے پر اکتفا کیا کہ ڈبلیو ایس او اپنی پروپیگنڈہ مہم کو فوراً بند کر دے بصورت دیگر ایک دوست ملک بھارت کی ناراضگی کا خطرہ ہے۔

جوائے کلارک کے اس بیان پر دو ممبران پارلیمینٹ نیو ڈیموکریٹ کے رائکسن اور لبرل پارٹی کے جان ترز ھاٹا نے اس کے خوب خوب لتے لئے۔ انہوں نے جوائے کلارک سے پوچھا کہ وہ آخر کینیڈا کے کسی بھی شہری کو اپنے جمہوری نظریات تبدیل کرنے کا مشورہ دینے والا کون ہوتا ہے۔ انہوں نے کلارک پر منافقت کا الزام عائد کرتے ہوئے کہا کہ روس بھی کینیڈا کا تجارتی دوست ہے لیکن جوائے کلارک کے یوکرائن، لٹویا، لتھوینیا کے معاملات پر کبھی روس کی حمایت میں کوئی بیان نہیں دیا جو اس کے دوہرے کردار کی غمازی کرتا ہے۔

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

88ء میں جب بھارتی فوج کے ایک مفرور میجر سنتوکھ سنگھ بگا کو کینیڈا کے امیگریشن ڈیپارٹمنٹ نے انسانی بنیادوں پر قیام کی اجازت دے دی تو جوائے کلارک نے اس معاملے میں اپنی ٹانگ اڑاتے ہوئے امیگریشن سے کہا کہ وہ میجر بگا کو قیام کی اجازت نہ دے کیونکہ میجر بھارت میں ایک جنرل کے قتل کے مقدمے میں ملوث ہے اور اس کو انسانی حقوق کی بنیاد پر قیام کی اجازت دینے سے بھارت ناراض ہوسکتا ہے۔

حیرت کی بات تو یہ ہے کہ جوائے کلارک کی طرف سے بھارت کی اس خوشامد پرستی کی فرمائش بھارتی حکومت کی مرضی کے بغیر کی گئی تھی کیونکہ بھارت نے اس معاملے کو فی الوقت آر سی ایم پی پر چھوڑ دیا تھا اور ابھی یہ نہیں کہا تھا کہ میجر بگا انہیں قتل کے مقدمے میں مطلوب ہے۔ اس کو ملک بدر کرنے کی باقاعدہ درخواست نہیں کی گئی تھی صرف الزام لگایا گیا تھا۔

88ء میں ''سن'' کے ایڈیٹوریل سٹاف کے ساتھ اپنی میٹنگ کے دوران جوائے کلارک نے کہا کینیڈین حکومت کا فرض ہے کہ وہ کینیڈا میں بھارت نواز سکھوں کی مدد کرے اور سکھ سوسائٹی پر ان کا کنٹرول قائم کرنے میں ان کی معاونت کرے۔

اس نے صاف لفظوں میں کہا کہ کینیڈین گوردواروں پر انتہا پسند سکھ قابض ہو رہے ہیں اور سکھ سوسائٹی میں ان کا اثر رسوخ آئے روز بڑھتا چلا جا رہا ہے یہ صورتحال بہت تشویش ناک ہے اور گوردواروں پر سے انتہا پسند سکھوں کا قبضہ ختم کروانا ضروری ہے۔ ممکن ہے ببر خالصہ کے متعلق کلارک کی تشویش بجا رہی ہو لیکن ببر خالصہ نے بھی کبھی آن دی ریکارڈ تشدد کی تلقین نہیں کی تھی۔

اس کے انتہا پسند ممبران کی تعداد کچھ چالیس پچاس سے زیادہ نہیں رہی یہ الگ بات ہے کہ اس کی طرف سے ہزاروں ڈالر پنجاب کے خالصتان نواز گروپوں کو بھیجے جا رہے تھے۔

ورلڈ سکھ آرگنائزیشن کے تئیں کلارک کا نقطہ نظر غیر منطقی اور متعصبانہ تھا جہاں تک انٹرنیشنل سکھ یوتھ فیڈریشن کا تعلق ہے اس کے سی ایس آئی ایس سے بہت اچھے تعلقات تھے۔ 87ء میں ایک مرتبہ سی ایس آئی ایس وائی ایف کے صدر لکھبیر سنگھ کو مطلع کیا کہ دو سکھ نوجوان جن کا باپ بھارتی فوج کے ہاتھوں مارا جا چکا ہے اس کے قتل کا منصوبہ بنا کر کینیڈا آئے ہیں۔

جب کامن ویلتھ کی میٹنگ میں راجیو گاندھی شرکت کرنے کینیڈا آئے تو آئی ایس وائی ایف نے سی ایس آئی ایس کو یقین دہانی کروائی کہ راجیو گاندھی کے قتل کا کوئی منصوبہ ان کی طرف سے نہیں بنایا جا رہا۔ انہوں نے راجیو گاندھی کے خلاف مظاہرے کا اہتمام کیا لیکن کبھی سیکورٹی حدود میں داخل ہونے کی کوشش نہیں کی اور پولیس کی متعین کردہ حدود کے اندر ہی مظاہرہ کیا۔

جوائے کلارک کے خطوط کی مہم کے بعد ڈبلیو ایس او کے صدر سندھو نے ایک اخباری بیان میں کہا کہ اگر کلارک اس کی تنظیم پر لگائے گئے الزامات کو کسی بھی دستاویزی ثبوت سے کینیڈین عدالت میں ثابت کر دے تو وہ نہ صرف تنظیم کی صدارت سے علیحدگی اختیار کر لے گا بلکہ عدالت کی طرف سے مقرر سزا کو بھی قبول کرے گا اگر کلارک ایسا ثبوت مہیا نہ کر سکے تو اسے سکھوں کو بدنام کرنے اور کینیڈا کے چھ ریاستی حکمرانوں کو غلط اطلاعات کی بنیاد پر گمراہ کرنے کے جرم میں اخلاقی طور پر اپنی وزارت سے استعفی دینا چاہئے۔

کلارک نے اس کے بعد خاموشی اختیار کر لی اور دوبارہ اپنے اس الزام کو نہیں دہرایا نے مارٹن ڈولن ممبر نیو ڈیموکریٹ جس کا تعلق نی ٹوبا سے تھا وہ پہلا شخص ہے جس نے پریس کے سامنے جوائے کلارک کے خطوط کی نقول پیش کیں اور بتایا کہ وہ سکھوں کے خلاف کیسے متعصبانہ نظریات رکھتا ہے اس نے جوائے کلارک پر کینیڈین عوام کو گمراہ کرنے کا الزام عائد کیا تھا۔ ڈولن اور گیری دوئر جو وینکور میں ورلڈ سکھ آرگنائزیشن کی طرف سے منعقدہ ایک ڈنر میں شرکت کرنے جا رہے تھے۔

دونوں کو شرکت سے ایک روز پہلے وزارت خارجہ میں طلب کیا گیا اور کاغذوں کا ایک ایک بنڈل تھما دیا گیا جس میں تینوں سکھ تنظیموں کے خلاف الزامات کی تفصیل درج تھی۔

دونوں معزز ممبران پارلیمینٹ نے جوائے کلارک کو ٹیلکس دیئے کہ ان الزامات کے ثبوت فراہم نہیں کئے گئے۔ اس دوران وہ ڈنر میں شامل نہ ہو سکے۔

ڈولن کہتا ہے۔ ایک صوبائی سیاست دان ہونے کے ناطے میں وزارت خارجہ کی طرف سے ہدایات پر عمل پیرا ہونے کا اخلاقی طور پر پابند ہوں لیکن مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اس ڈنر سے ایک روز پہلے وزارت خارجہ کی طرف سے ہمیں طلب کرنا اور پھر کوئی ثبوت فراہم نہ کرنا غیر اخلاقی حرکت ہے۔ میں نے اس سے پہلے ان لوگوں کی مختلف تقریبات میں شرکت کی جہاں مجھے کبھی تشدد توڑ پھوڑ یا ڈنگا فساد کا شائبہ بھی نہیں گزرا نہ ہی بھارت کے خلاف کسی سازش کے آثار دکھائی دیئے۔

ڈولن کا غصہ یوں بھی بجا تھا کہ اس ڈنر میں شرکت نہ کرنے کی اسے بھاری قیمت ادا کرنی پڑی اور 88ء کے الیکشن وہ ہار گیا کیونکہ اس کے حلقہ نیابت میں تمام سکھ ووٹرز نے اس کے مدمقابل لبرل امیدوار کو ووٹ دیئے جس نے جوائے کلارک کے خط کی پرواہ کئے بغیر اس ڈنر میں شرکت کی تھی۔

اس کہانی کا المیہ یہ ہے کہ ان سیاسی چکر بازیوں میں انسانیت اپنا منہ چھپا کر روتی رہی اور اگست 88ء میں ایمنسٹی انٹرنیشنل نے جو رپورٹ بھارت میں سکھوں کے قتل عام پر شائع کی تھی اس پر مقامی پریس کی توجہ نہ گئی۔ اس رپورٹ میں بتایا گیا تھا کہ این ایس اے اور آئی اے ڈی اے دو قوانین

Scanned by iqbalmt

Scanned by iqbalmt

کے تحت بھارتی پولیس کو کسی بھی مشتبہ شہری کو بغیر وجہ بتائے 2 سال اور ایک سال تک نظر بند رکھنے کے اختیارات حاصل ہیں اور ان اختیارات کا بے رحمی سے استعمال کیا جا رہا ہے۔

پنجاب پولیس جب چاہتی ہے کسی بھی بے گناہ شہری کو اس ایکٹ کی دھمکی دے کر اس سے پیسے بٹور لیتی ہے۔ اس میں کہا گیا تھا کہ دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت کی دعویدار حکومت نے اپنے شہریوں سے عدالت کا دروازہ کھٹکھٹانے کے اختیارات بھی چھین لئے ہیں۔

مارچ 87ء میں پنجاب پولیس کے ڈی جی رابیرو نے اس بات کا اعتراف کیا تھا کہ انہوں نے 52 شہریوں کو ان قوانین کے تحت نظر بند کر رکھا ہے ان بدقسمت لوگوں پر بار بار ان قوانین کا طلاق کر کے انہیں مسلسل قید رکھا گیا۔

مارچ 88ء میں راجیو گاندھی سرکار نے بھارتی آئین میں 59 ویں ترمیم کے ذریعے پنجاب میں ایمرجنسی لاگو کر دی۔ اس کا جواز پنجاب میں دہشت گردی کو بتایا گیا جس کی وجہ سے "بھارت ماتا" کی سلامتی کو خطرات لاحق تھے۔ ایمرجنسی کے ذریعے پنجاب میں سیکورٹی فورسز کو ہنگامی اختیارات سونپ دیئے گئے جن کے مطابق وہ جس شخص کو چاہیں مشتبہ جان کر گولی مار سکتے تھے۔

سیکورٹی فورسز نے بھی یہ اختیار ملنے کے بعد خوب خوب حق نمک ادا کیا اور پنجاب میں بے گناہ سکھ گاجر مولی کی طرح کٹنے لگے۔

ایمنسٹی انٹرنیشنل نے اس قانون پر بہت شور مچایا اس کی رپورٹ میں بتایا گیا کہ سپیشل آرمڈ فورسز پاور ایکٹ ملنے کے بعد سنٹرل ریزرو پولیس اور دیگر سیکورٹی فورسز کو گھروں میں گھس کر تلاشی لینے اور کسی بھی شخص کو خطرناک قرار دے کر گولی مارنے کا اختیار حاصل ہو گیا ہے۔ ایمنسٹی کی رپورٹ میں بتایا گیا کہ اس قانون کی رو سے فوج اگر کسی شخص کو گولی مار دے تو اس کے اقدام کو چیلنج نہیں کیا جا سکتا، ایمنسٹی کا کہنا ہے کہ 10 اکتوبر 87ء کو بھارتی پولیس نے ایک سپرنٹنڈنٹ پولیس کے حوالے سے یہ خبر شائع کی تھی کہ اگر کوئی ایسا خالصتانی سکھ پکڑا جائے۔ جس پر یہ شک ہو کہ وہ چار قتل کی وارداتوں میں ملوث ہے اسے گرفتار کرتے ہی گولی مار دی جاتی ہے۔ ایمنسٹی کا کہنا تھا کہ اس چکر میں ہزاروں سکھوں کو اپنی جان سے ہاتھ دھونا پڑے ہیں اور اس قتل عام کی کوئی شنوائی نہیں ہو سکی۔

Scanned by iqbalmt